امام بیہقی کی کتاب حیاۃ الانبیاء کی شافی شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں واللہ

محدث کبیر، مناظر اسلام، محقق دوراں
علامہ محمد عباس رضوی

مکتبۃ المدینۃ المنورہ ○ حافظ آباد

امام بیہقی کی کتاب ''حیاۃ الانبیاء'' کی مثالی شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں واللہ

محدث کبیر، مناظر اسلام، محقق دوراں،

حضرت علامہ مفتی **محمد عباس** صاحب رضوی مدظلہ العالی

ناشر

مکتبۃ المدینۃ المنورۃ　　مکتبہ قادریہ

کسو کے روڈ مکہ مارکیٹ حافظ آباد: 0431-237699 سرکلر روڈ گوجرانوالہ

باسمه تعالی

نام کتاب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں واللہ

تالیف: محدث کبیر علامہ محمد عباس رضوی صاحب مدظلہ العالی

پروف ریڈنگ: خادم مناظر اسلام قاری محمد ارشد مسعود اشرف چشتی

کمپوزنگ: قادری کمپوزنگ سنٹر میلاد چوک سرکلر روڈ گوجرانوالہ

ایڈیشن: دوئم ۲۰۰۴ء

قیمت............... ۲۰۰

ملنے کے پتے

شبیر برادرز لاہور : ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

مکتبہ جمال کرم لاہور: مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور

مکتبہ قادریہ لاہور: سنی کتب خانہ لاہور

مکتبہ رضائے مصطفےٰ چوک دار السلام گوجرانوالہ فرید بک سٹال لاہور

فیضان مدینہ پبلی کیشنز کاموں کے مسلم کتابوی لاہور

مکتبۃ المدینۃ المنورۃ مکہ مارکیٹ حافظ آباد: مکتبہ قادریہ سرکلر روڈ گوجرانوالہ

فہرست

تلاوت قرآن

برائے

ایصال ثواب

ازقلم

محدث کبیر مناظر اسلام حضرت مولانا علامہ **محمد عباس رضوی** صاحب مدظلہ العالی

قبور پر تلاوت کرنے کے دلائل اور (منکرین) غیر مقلدین کے اعتراضات کے دندان شکن جوابات پر انمول تحفہ جس پر آج تک کسی بھی عالم نے کسی بھی زبان میں کوئی مکمل کتاب یا رسالہ نہیں لکھا نہایت ہی قابل مطالعہ ہے۔

قیمت 36 روپے

ملنے کا پتہ مکتبہ مدینۃ المنورہ مکہ مارکیٹ کسوکے روڈ حافظ آباد

عرض مصنف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

زمانہ طالب علمی میں حضرت امام بیہقی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مختصر اور جامع رسالہ حیاۃ الانبیاء علیہم السلام پڑھ کر دلی مسرت ہوئی اور بعض احباب کے حکم پر اس کی مختصر سی شرح لکھ دی اس کے بعد دیگر مصروفیات میں ایسا کھویا کہ اس کی طرف توجہ نہ دے سکا۔ اب جبکہ دوبارہ بعض احباب کے فرمانے پر اس کی اشاعت کی طرف توجہ ہوئی تو معلوم ہوا کہ اس میں بہت ساری جگہوں پر تفصیل اور ترمیم کی ضرورت ہے۔ لہذا اس پر جب نظر ثانی شروع کی تو مضمون توقع کے بالکل برعکس طویل سے طویل تر ہوتا چلا گیا اور بالآخر اس مضمون کو پہلی جلد کے نام سے شائع کرنا مناسب سمجھا گیا۔ اس کتاب میں حتی الوسع کوشش کی گئی ہے کہ مضمون تحقیقی ہو اور زبان عام فہم اور نرم رہے میری یہ بھی کوشش رہی ہے کہ مسئلہ حیات الانبیاء کو دیگر مسائل یعنی سماع موتی حیات شہدا و اولیاء اور ردِّ روح وغیرہ سے گڈمڈ نہ کیا جائے حالانکہ ان مسائل کو نفس مسئلہ کے ساتھ بڑی مناسبت ہے اور اپنی دانست کے مطابق حتی المقدور جتنے اعتراضات، حیات الانبیاء اور اس کی مؤیدہ احادیث پر منکرین ومعاندین کی طرف سے وارد ہوتے ہیں ان کے جوابات عقلی و نقلی لحاظ سے دے دیئے گئے ہیں میں اپنی ان کوششوں میں کہاں تک کامیاب ہو سکا ہوں اس کا فیصلہ تو قارئین حضرات ہی کریں گے میری التجاء صرف یہ ہے کہ حضرات علماء کرام جہاں کہیں اس کتاب میں کوئی علمی غلطی یا تسامع ملاحظہ فرمائیں میری راہنمائی فرما کر مشکور ہوں۔

اس کتاب کے اس حصہ میں صرف اپنے دلائل اور ان پر اعتراضات یا شبہات کے جوابات کا مدلل بیان کیا گیا ہے اور منکرین حیات الانبیاء کے دلائل کو قصداً نظر انداز کر دیا گیا

ہے اگر اللہ نے توفیق عنایت فرمائی تو اس پر دوسری جلد میں کلام کیا جائے گا۔

اب جبکہ اس کتاب کی پہلی جلد مکمل ہو چکی ہے تو بڑی ناشکری کی بات ہوگی۔ اگر ان مشفق ہستیوں اور تعاون کرنے والے حضرات کا ذکر نہ کیا جائے کہ جن کی دعاؤں اور کوششوں سے میں اس مقام تک پہنچ سکا۔ سب سے زیادہ میرے شکریے کے مستحق میرے آقائے نعمت سیدی وسندی حضرت علامہ مولانا الحاج ابوداؤد محمد صادق صاحب امیر جماعت رضائے مصطفیٰ ہیں کہ جن کے فیض ونظر کرم کے صدقے میں آج اس مقام پر کھڑا ہوں کہ جتنا بھی اللہ کا شکر ادا کروں کم ہے۔ آپ کے بعد حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ لاہور کہ جنہوں نے قدم قدم پر میری حوصلہ افزائی فرمائی اور وقتاً فوقتاً اپنا قیمتی وقت نکال کر میری راہنمائی فرماتے رہے۔

اور حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی صاحب مہتمم جامعہ نظامیہ لاہور اور حضرت علامہ مولانا مفتی محمد خاں قادری صاحب مہتمم جامعہ اسلامیہ لاہور اور حضرت مولانا علامہ ابوالبیان محمد سعید احمد مجددی صاحب گوجرانوالہ کا بھی جتنا شکریہ ادا کروں کم ہے کہ جنہوں نے اس سلسلہ میں میرے ساتھ بہت شفقتیں فرمائیں اور میرے اساتذہ کرام (کہ اللہ تعالیٰ انکی عمروں اور علم میں برکت عطا فرمائے) نے بھی اس سلسلہ میں میرے ساتھ بڑا تعاون فرمایا بالخصوص حضرت علامہ مفتی محمد رضاء المصطفیٰ ظریف القادری اور حضرت علامہ مولانا نورالحسن تنویر چشتی بھیروی صاحب اللہ تعالیٰ ان کے علوم وفیوض سے مجھے مزید بہرہ مند فرمائے ۔(آمین) ان کے ساتھ ساتھ میں اپنے ان دوستوں کا بھی شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے مجھے اپنے قیمتی مشوروں سے محروم نہ رکھا۔ بالخصوص حضرت مولانا علامہ غلام مصطفیٰ حنیف صاحب مدرس جامعہ امینیہ گوجرانوالہ حضرت علامہ پروفیسر ابرار حسین ساقی ،علامہ محمد رفیق احمد مجددی

مولانا محمد سرور قادری صاحب گوندلانوالہ اور حضرت مولانا سجاد حسین حنیف وغیرہم۔

اس کتاب کی اشاعت کے سلسلہ میں سب سے زیادہ جو دوست فکرمند تھے اور انہوں نے مالی تعاون کے سلسلہ میں بڑا کام کیا وہ ہیں ہمارے نہایت ہی عزیز دوست جناب محمد ارشد قادری صاحب کہ ان کی وساطت سے جناب عبدالرحمٰن صاحب ڈارمون سٹیل ٹریڈرز گوندلانولہ روڈ گوجرانوالہ نے سب سے زیادہ مالی تعاون فرمایا ان کے ساتھ ساتھ حافظ محمد اقبال صاحب جناب محمد انور مغل صاحب، جناب محمد بشیر بٹ، محمد منشاء اور سنی فورس بقاپور کے احباب اس کار خیر میں شامل ہیں اور میں جناب شفیق شہزاد ایم۔اے صاحب کا بھی شکرگزار ہوں کہ جنہوں نے کتاب اور مراجع و ماخذ کی فہرست میں میرے ساتھ بڑی محنت فرمائی اور ان کے علاوہ جتنے بھی دوست احباب کہ جنہوں نے میرے ساتھ کسی بھی قسم کا تعاون فرمایا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان تمام حضرات کو دنیا و آخرت میں عزت عطا فرمائے۔تمام حضرات سے التماس ہے کہ اس کتاب کو پڑھ کر میرے والد صاحب مرحوم کہ جو اس کتاب کی تصنیف کے دوران مختصر علالت کے بعد انتقال فرما گئے کی بخشش کے لیے دُعا فرمائیں اور ان کے ساتھ ساتھ ان کے والدین کی مغفرت کے لیے بھی دعا فرمائیں۔

محمد عباس رضوی

محرم الحرام ۱۴۱۹ھ

شیخ الاتقیاء نمونۃ السلف، حجۃ الخلف، مجاھد حق گو صادق الاقوال والاحوال مخزنِ محاسن الاخلاق نباضِ قوم

پاسبان مسلک رضا

حضرت مولانا الحاج ابوداؤد محمد صادق صاحب دامت برکاتہم العالیہ

امیر جماعت رضائے مصطفیٰ پاکستان (گوجرانوالہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ علیٰ رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم وَعَلیٰ آلِہٖ وَ صَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡن۔

امابعد:۔

حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الوصال خصوصاً حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بحیات حقیقی حی وزندہ ہونا اجماعی واتفاقی عقیدہ مبارکہ ہے۔ جس پر اکابر علماء امت وبزرگانِ دین کی بکثرت متفرق تصریحات کے علاوہ مستقل تصانیف شاہد عدل ہیں مگر منکرین شانِ رسالت نجدی، وہابی ٹولہ بالخصوص دیوبندیوں کی مماتی پارٹی حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید گستاخ وباغی ہے۔ ایسے ہی بدمذہبوں، بے دینوں پر اتمام حجت اور اہل ایمان کے عقائد حقہ کے تحفظ کے لیے العزیز الفاضل مولانا علامہ محمد عباس رضوی (زید عمرہ وعلمہ) نے بڑی محنت شاقہ کے ساتھ اپنی یہ کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ جو علمی و تحقیقی خزانہ اور دلائل و براہین کا ذخیرہ ہے اور ماشاء اللہ مصنف کے علم وفضل اور ان کے تبحر علمی ووسیع النظری کا منہ بولتا ثبوت ہے اور خود فاضل مصنف کی آخرت کیلئے بہت بڑا سرمایہ ہے جو عوام وخواص اور خود

منکرین کے لیے بہت معلومات افزا ہے۔مولیٰ تعالیٰ بوسیلہء مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء مناظر اہلسنّت مولانا محمد عباس رضوی کی اس عظیم دینی خدمت کو قبول فرمائے اور انہیں خدمت دین وتحفظ شانِ رسالت اور اہل سنت کی پاسداری کی مزید توفیق بخشے اور تا دیر سلامت باکرامت رکھے. آمین ثم آمین

مولانا الحاج ابوداؤد محمد صادق صاحب

تقریظ

بحر العلوم ،المحدث الکامل ،المحق النبیل صاحب الرائے الصائب
جامع العلوم النقلیہ والفنون العقلیہ

حضرت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری صاحب ،مدظلہ العالی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

اللہ تعالیٰ ازلی ابدی حی وقیوم ہے وہ ہمیشہ سے موجود ہے اور ہمیشہ موجود رہے گا۔اس کی صفات بھی ازلی وابدی ہیں اس کی ذات وصفات کے علاوہ جوبھی موجود ہوا اسے اپنے مقرر وقت پرموت کا ذائقہ چکھنا ہے۔موت کے بعد روح تو ہر کسی کی زندہ رہتی ہے خواہ وہ مومن ہو یا کافر،لیکن شہداء کی زندگی اور انہیں رزق کا ملنا نص قطعی سے ثابت ہے۔انبیاء کرام کی حیات تو ان سے بھی بلند وبالا ہے کیونکہ شہداء کو یہ مقام انبیاء کرام علیہم السلام کے صدقے میں اوران کی پیروی کی بدولت ملا ہے تو کیا انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو یہ مقام نہیں ملے گا؟

شہید باوجودیکہ زندہ ہے،لیکن اس پر اموات کے بعض احکام جاری ہوتے ہیں مثلاً اس کی بیوی عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے،اس کا ترکہ تقسیم کیا جاتا ہے،جبکہ ہمارے آقا ومولا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نہ تو ترکہ تقسیم کیا گیا اور نہ ہی آپ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے زندگی بھر کسی سے نکاح کرنا جائز تھا،ماننا پڑے گا کہ آپ کی حیات مبارکہ شہداء سے بھی اعلیٰ وارفع ہے.

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے یہ دلیل کتنے عمدہ پیرائے میں بیان کی ہے؟

فرماتے ہیں:

اُس کی ازواج کو جائز ہے نکاح　　اُس کا ترکہ بٹے جو فانی ہے

یہ ہیں حی ابدی ان کو رضا　　صدق وعدہ کی قضا مانی ہے۔[۱]

تمام انبیاء کرام خصوصاً حبیب کردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد زندگی پر امت مسلمہ کا اجماع رہا ہے جیسے کہ آپ پیش نظر کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ البتہ ماضی قریب میں کچھ لوگوں نے اس مسئلے کو بھی اختلافی بنا دیا اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے یہاں تک کہہ دیا کہ ''میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں''۔ حالانکہ کسی حدیث میں یہ نہیں ہے۔

نامور محدث امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ایک مختصر رسالہ: حیاۃ الانبیاء لکھا جس میں پیش کردہ حدیثوں سے بعد کے تمام اہل علم استدلال کرتے رہے نو پیدا منکرین نے ان پر جرح کرنا بھی ضروری سمجھا، ورنہ احادیث کی موجودگی میں انکی بات سُن کر کون فتنے کا شکار ہوتا؟ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔ ہمارے فاضل دوست، مناظر اہلسنّت مولانا محمد عباس رضوی حیاہ اللہ تعالیٰ (گوجرانوالہ) کو کہ انہوں نے امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے رسالہ مبارکہ کی شرح کا بیڑا اٹھایا اور مبسوط شرح لکھ دی جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس میں انہوں نے امام بیہقی کی پیش کردہ احادیث کے شواہد بھی پیش کئے ہیں اور اس موضوع پر مخالفین کے جتنے اعتراضات سامنے آئے ہیں ان کے اصول حدیث کی روشنی میں محدثانہ انداز میں مسکت جوابات دیئے ہیں۔ کتاب کے سرسری جائزہ سے ان کے مطالعہ کی حیرت انگیز وسعت سامنے آتی ہے اور مخالفین کے بڑے بڑے محدث اور حدیث دانی کا دعویٰ

---

[۱]: احمد رضا بریلوی، امام: حدائق بخشش (مدینہ پبلشنگ، کراچی) ج ۲ ص ۶۵

کرنے والے بونے نظر آتے ہیں وہ ایک ایک حدیث پر بیس پچیس بلکہ بعض اوقات چالیس تک حوالے پیش کر جاتے ہیں۔

اگر میری آواز اہلسنّت وجماعت کے زعماء اور ارباب ثروت تک پہنچ کر ان کے دل وضمیر پر دستک دے سکے تو میں عرض کروں گا کہ مسلک اہلسنّت کا درد رکھنے والے ایسے وسیع النظر عدیم النظیر فاضل محدث کا تقرر کسی ایسے ادارے میں کیا جائے جہاں وہ اپنا تمام وقت مطالعہ اور تصنیف وتحقیق میں صرف کریں کتنے افسوس کی بات ہے کہ وہ اسکول ٹیچر کی حیثیت سے اپنا وقت گزار رہے ہیں اور اپنی ذاتی کوشش سے قائم کردہ حدیث اصول حدیث اور اسماء رجال کی کتابوں کی عظیم لائبریری میں فارغ اوقات میں مطالعہ وتحقیق میں منہمک رہتے ہیں۔

ان کی پیش نظر کتاب اس لائق ہے کہ اس کا عربی میں ترجمہ شائع کیا جائے اور مسلک اہلسنّت کی حقانیت کو عالم آشکار کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ فاضل علامہ مولانا محمد عباس رضوی اکرمہ اللہ تعالیٰ کے علم، عمر، تحقیق اور لگن میں برکتیں عطا فرمائے اور امت مسلمہ کی طرف سے انہیں اجر جمیل عطا فرمائے۔

۱۳ / جمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ — محمد عبدالحکیم شرف قادری

۲۷- ستمبر ۱۹۹۶ء

صاحب الفہم الباہر والرشد الزاہر والبصیرۃ التامۃ والملکۃ الراسخۃ فقیہ الامت مفتیء اعظم حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ط

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ علٰی رَسُوۡلِهِ الۡکَرِیۡم

چونکہ افعال وتصرفات کا مدار حیات ہے اس لئے جس پایہ کی حیات ہوگی اسی پایہ کے تصرفات ہونگے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی حیات ازلی ابدی اور من کل الوجوہ کامل ہے اس لیے اس کے تصرفات وصفات بھی ازلی اور کامل ہیں جو کہ انسانی عقل وفہم سے ماوراء ہیں جبکہ انسان اپنے خالق کی معرفت کا مکلف ہے۔اس لیے اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے انبیاء علیہم السلام کو اپنی صفات کاملہ کا مظہر بنایا تاکہ انسان ان مظاہر کے ذریعے اس کی صفات وتصرفات کاملہ کی معرفت حاصل کر سکے چنانچہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات وتصرفات سے ہی انسان کو اللہ تعالیٰ جل شانہ کی ذات وصفات کی معرفت ہوئی۔جس سے وہ مرتبہ ایمان پر فائز ہوا۔

لہذا ایمان کا تقاضا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے مافوق العادت تصرفات کو دیکھ کر انکی حیاتِ مبارکہ کو بھی مافوق العادت تصور کرے،ایسی حقیقت کے پیش نظر اسلاف امت،انبیاء علیہم السلام کی حیات کے متجسس ہوئے اور اس حقیقت پر متفق ہوئے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات عام انسانوں کی حیات سے ممتاز وماوراء ہے۔اس موضوع پر محدثِ شہیر علامہ ابوبکر محمد بن حسین المعروف امام بیہقی نے بھی اپنی تحقیق میں ۲۲ مسند احادیث کی تخریج فرمائی۔جن کی سندات کو قابل اعتماد قرار دیا۔لیکن اس پرفتن دور نے اس مسلمہ حقیقت کو بھی معاف نہ کیا

اوراس میں تشکیک پیدا کرنے کے لیے بعض لوگوں نے حیات الانبیاء علیہم السلام سے متعلق احادیث کے راویوں پرتنقید شروع کردی۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کی عادت کریمہ ہے کہ وہ باطل پر زھوق وارد فرماتے ہوئے بطور حجت حق کو ظاہر فرماتا ہے۔اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے فاضل نوجوان علامہ مولانا محمد عباس رضوی کوتوفیق فرمائی کہ وہ اس غبار کو ہٹا کر امت مسلمہ کے اجماعی مسئلہ کو واضح کریں تاکہ رفعت انبیاء علیہم السلام وللآخرة خير لك من الاولىٰ ،کا اعلان باری تعالیٰ روشن اور چمکتار ہے چنانچہ علامہ موصوف نے امام بیہقی علیہ الرحمۃ کی پیش کردہ احادیث کا ترجمہ اور شرح کی اورشرح میں انہوں نے اس موضوع کوتقریباً ساڑھے تین صد کتب کی عبارات سے مؤید کیااور مذکورہ احادیث کے راویوں پرمخالفین کی جرح وتنقید کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے ہزار کے قریب اہم شخصیات کے اقوال نقل کر کے راویوں کی ثقاہت کو واضح کیا، ناظرین کی سہولت کے لیے فاضل محقق نے موضوع سے متعلق تمام ابحاث اور کتب ماخذ بمع مصنفین ،کوعلیحدہ علیحدہ بطور فہرست پیش کیا۔

میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ الکریم مولانا علامہ محمد عباس رضوی کی اس دینی خدمت کو قبول فرمائے اورفنِ حدیث اورنقدِ رجال کی تحقیق میں انکے ذوق کو دوبالا فرمائے اورجس طرح انہوں نے اسلاف کی کثیر کتب پر تحقیقی کام کیا ہے تحقیقات کا یہ سلسلہ جاری وساری رہےاورمولانا کے تحقیقی کام کی اشاعت کے لئے اسباب پیدا فرمائے۔

مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی قادری رضوی

جامعہ نظامیہ رضویہ،لاہور/ شیخوپورہ

مصنف کے بارے میں

نام ونسب

کنیت ابوبکر اور نام احمد بن الحسین بن علی بن عبداللہ بن موسیٰ بیہقی کی نسبت بیہق کی طرف ہے اور بیہق ایک گاؤں کا نام ہے جو نیشاپور سے ساٹھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے

آپ کی ولادت وپرورش

آپ رضی اللہ عنہ ماہِ شعبان المعظم ۳۸۴ھ بیہق میں پیدا ہوئے۔علامہ ابن عساکر نے کہا'' میری طرف ابوالحسن فارسی نے لکھا ہے (جو بیہقی کے نام سے مشہور ہیں) وہ حافظ اصول اور دین کے بارے میں پایہ کے فقیہ، حفظ، یادداشت میں یکتائے زمانہ، ضبط اور اتقان میں کمال رکھنے والے ہیں آپ نے اپنے بچپن سے جوانی کے دور تک کتب حدیث لکھنا اور حفظ کرنا شروع کیں، اس میں بڑا درک اور تفقہ حاصل کیا۔اصول میں علم شروع کیا عراق اور حجاز کی طرف علم حدیث کے لئے سفر کیا پھر کتابوں کے لکھنے میں مصروف ہو گئے اور آپ نے اس قدر ذخیرہ کتب لکھا تعداد میں جو تقریباً ایک ہزار کے قریب ہے۔جو آج تک اس سے پہلے کسی نے نہ لکھیں آپ نے اپنی تصانیف میں علم حدیث اور علم فقہ کو جمع کیا۔علل حدیث، صحیح وسقیم کا بیان، احادیث کے درمیان جمع کی وجوہات بیان کیں پھر فقہ اور اصول بیان کئے۔

تعلیم

آپ نے حاکم، ابوطاہر، ابن فورک (متکلم اصولی) ابوعلی روذباری صوفی اور ابوعبدالرحمان سلمی صوفی سے علم حاصل کیا اور بغداد، خراسان، کوفہ حجاز اور دوسری اسلامی

آبادیوں میں گشت کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے علم میں بڑی برکت اور فہم میں کامل قوت عطا فرمائی تھی۔ انکی یادگار میں ایسی ایسی عجیب تصانیف موجود ہیں جو ان سے پہلے لوگوں سے ظاہر نہیں ہوئی تھیں۔ ان کی چیدہ چیدہ اور نافع تصانیف میں سے درج ذیل ہیں۔

تصانیف

۱۔ کتاب الاسماء والصفات	۲۔ دلائل النبوۃ
۳۔ السنن الکبریٰ	۴۔ کتاب الاعتقاد
۵۔ شعب الایمان	۶۔ مناقب الشافعی
۷۔ الدعوات الکبیر	۸۔ کتاب الخلافیات
۹۔ مناقب الامام الاحمد	۱۰۔ معرفۃ السنن والاثار
۱۱۔ الدعوات الصغیر	۱۲۔ اثبات الرویۃ
۱۳۔ کتاب البعث والنشور	۱۴۔ الزہد الکبیر
۱۵۔ کتاب آلاداب	۱۶۔ کتاب الاسریٰ
۱۷۔ الاربعین	۱۸۔ حیات الانبیاء
۱۹۔ السنن الصغیر	۲۰۔ فضائل الاوقات
۲۱۔ اثبات عذاب القبر	

علامہ سبکی کہتے ہیں کہ مجھ کو کتاب الاسماء والصفات کی نظیر نہیں ملی۔

خصائل

آپ تورع وزہد میں وہی خصائل رکھتے تھے جو علمائے ربانیین میں ہونے چاہئیں امام الحرمین (امام جوینی) نے ان کے بارے میں فرمایا ''دنیا میں سوائے بیہقی کے اور کسی

شافعی کا احسان امام شافعی کی گردن پر نہیں ہے''۔ وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی تمام تصانیف میں امام شافعی کے مذہب کی نصرت وتائید کی ہے اور اسی وجہ سے اس مذہب کا رواج دوبالا ہو گیا۔ امام شافعی فقہ اور فن حدیث وعلل حدیث میں پوری مہارت رکھتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے ان کو احادیث مختلفہ کے جمع کرنے کا خوب ملکہ عطا فرمایا تھا۔

ایک دوسرے فقیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ جامع مسجد میں ایک تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں اور فرما رہے ہیں ''آج میں نے کتاب فقیہ احمد یعنی بیہقی سے فلاں فلاں حدیث کا استفادہ کیا ہے''۔

محمد بن عبدالعزیز جو مشہور فقیہ ہیں فرماتے ہیں کہ ''ایک روز میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک صندوق زمین سے آسمان کی طرف اڑا جا رہا ہے اور اس کے گرداگرد ایک ایسا چمکتا ہوا نور ہے جو آنکھوں کو خیرہ کرتا ہے۔ میں نے دریافت کیا یہ کیا چیز ہے؟ تو فرشتوں نے جواب دیا کہ ''بیہقی کی تصنیفات کا صندوق ہے جو بارگاہ کبریا میں مقبول ہو گیا ہے''۔

وفات:

ہفتہ کے دن ۱۰ جمادی الاوّل ۴۵۸ھ ہجری کو شہر نیشاپور میں بیہقی کا انتقال ہوا۔ ان کو تابوت میں رکھ کر بیہق میں لائے اور خسروجرد میں دفن کیا گیا۔ اناللہ وانا الیہ رجعون

آپ کے شیوخ:

۱۔ ابوالحسن محمد بن الحسین العلوی الحسنی المتوفی (۴۰۱)

۲۔ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الطہمانی النیسابوری المتوفی (۴۰۵)

۳۔ ابوعبدالرحمان السلمی محمد بن الحسین بن موسیٰ الازدی (المتوفی ۴۱۲)

۴۔ ابوبکر بن فورک محمد بن الحسن اصبہانی (المتوفی ۴۰۶)

۵۔ابومحمد الجوینی عبداللہ بن یوسف (المتوفی ۴۳۸)

۶۔ابوالحسین محمد بن الحسین القطان البغدادی (المتوفی ۴۱۵)

۷۔ابوعبداللہ الحلیمی الحسین بن الحسن بن محمد الشافعی (المتوفی ۴۰۳)

تلامذہ:

۱۔ابوالمعالی محمد بن اسماعیل الفاسی نیساپوری (المتوفی ۵۳۰ھ)

۲۔الحافظ ابوزکریا یحییٰ بن عبدالوہاب بن مندہ (المتوفی ۵۱۱)

۳۔القاضی اسماعیل بن احمد بن الحسین البیہقی (المتوفی ۵۰۷)(امام بیہقی کے فرزند)

۴۔ابوالحسن عبداللہ بن محمد بن احمد البیہقی (المتوفی ۵۲۳)(امام بیہقی کے پوتے)

۵۔زین اسلام ابونصر عبدالرحیم بن عبدالکریم بن ہوازن القشیری (المتوفی ۵۱۴ھ)

حررہ ابرار حسین ساقی ایم اے۔ایم ایڈ

گورنمنٹ اسلامیہ اقبال کالج سیالکوٹ

==================

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

نَحۡمَدُهٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡکَرِیۡم

تعارف مؤلف:

مصنف کتاب ہذا علامہ محمد عباس رضوی زید مجدہ بمقام کھوتڑے تھانہ واہنڈو ضلع گوجرانوالہ ۱۹۵۹ء کو ایک متوسط گھرانے میں متولد ہوئے۔ سکول کی ابتدائی تعلیم (میٹرک ۱۹۷۵ء) میں پاس کیا۔

بفیضانِ (من یرد اللّٰہ بہ خیراً یفقہ فی الدین)

(اللہ تعالیٰ جسکے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے)

طبعی رجحان علم دین متین کی طرف ہو گیا۔لہذا متعدد مقامات کی طرف حصول علم دین کی خاطر سفر کیا جن میں سے خاص طور پر جامعہ حنفیہ،رضویہ سراج العلوم گوجرانوالہ اور مدینۃ الاسلام متصل جامع نقشبندیہ ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ قابل ذکر ہیں عرصہ تقریباً ایک سال مرکزی دارالعلوم اہلسنّت و جماعت ریاض المدینہ میں حصول علم کے لیے گزارا علاوہ ازیں بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

"International Islamic univeresty Islamabad"

اور جامعہ رضویہ مظہر الاسلام فیصل آباد کا سفر بھی اختیار فرمایا

دریں اثناء متعدد اساتذہ کرام کے سامنے زانوے تلمذ طے کیا جن میں سے مناظر اسلام سیّد مراتب علی شاہ مفکر اسلام افتخار علی چشتی عظیم مذہبی سکالر محمد نواز ظفر اور سیّد ظفر علی شاہ بخاری فاضل بھیرہ شریف کے علاوہ خصوصی توجہ کا شرف محمد نور الحسن تنویر چشتی اور علامہ مفتی محمد رضاء المصطفٰے ظریف القادری سے حاصل ہوا پاسبان مسلک رضا پیر طریقت الحاج ابوداؤد

محمد صادق قادری رضوی دامت برکاتہ القدسیہ سے روحانی تربیت کی سعادت حاصل ہوئی اور دوران تعلیم خطیب العصر الحاج محمد سعید احمد مجددی سے بھی خصوصی رہنمائی کا شرف حاصل رہا۔

بحمد للہ علامہ موصوف نے فاضل العربی، فارسی، اردو کے علاوہ جامعہ رضویہ مظہر الاسلام فیصل آباد سے فاضل دورہ حدیث شریف کی سند فراغت حاصل کی اور ۱۹۸۵ء میں فاضل تنظیم المدارس ایم اے عربی، ایم اے اسلامیات (الشہادۃ العالمیہ) کی سند حاصل کی اور بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد سے بھی چند کورسز کئے اور اسناد حاصل کیں۔

علامہ مذکور شبانہ روز محنت کے باعث نصابی کتب متداولہ کے علاوہ وسیع وعمیق مطالعہ رکھتے ہیں اور ناساز گار حالات کے باوجود علمی ذوق کی بنا پر آپ کی ذاتی لائبریری میں کتب کا وسیع ذخیرہ ہے جو آپ نے اندرون و بیرون ملک سے بڑی مشقت سے جمع کیا ہے کتب بینی کے شوق اور تحقیق مسائل کی لگن سے رات بھر جاگنا آپ کا معمول ہے۔

"من طلب العلی سهر اللیالی" جس نے بلند مقام چاہا وہ راتوں کو جاگا اور ان تھک مطالعہ کے باعث۔

"مَن جَدَّ وَجَدَ" جس نے کوشش کی اُس نے پالیا۔

آپ مسائل فقہ اور علم حدیث میں خاصی مہارت رکھتے ہیں بالخصوص علم اسماء الرجال میں اپنے معاصرین میں ممتاز مقام رکھتے ہیں جس پر ماضی قریب میں فرق باطلہ سے آپ کے تہلکہ خیز مناظرے شاہد و عادل ہیں اور غیر مقلدین کے ردّ میں تو آپ لاثانی حیثیت کے مالک ہیں۔

علامہ موصوف اپنی بے بساطی کے باوجود اپنے وسائل کے مطابق سخاوت و دوست پروری میں اپنی مثال آپ ہیں۔ مسلک حضرت الامام الشاہ احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ

علیہ سے مکمل آگاہی رکھنے کے ساتھ اسی کو اوڑھنا بچھونا جانتے ہیں آپ ایک عاشق رسول ہیں اور اسی عشق کی بدولت معاشی ناہمواری کے باوجود دومرتبہ زیارت حرمین شریفین کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔

آپ ایک خندہ مزاج اور وسیع الظرف انسان ہیں ایک مخصوص طبقہ صوفیاء وعلماء سے روحانی وابستگی کے باوجود تمام سلاسل کے اکابرین کا یکساں نظر سے احترام کرتے ہیں آپ سادہ اور بے تکلف زندگی کے عادی، درویش اور صوفی منش عالم کے رنگ میں عوام میں گمنام مگر خواص کے بقول ''قدر زر زرگر بداند قدر جوہر جوہری (سونے کی قدر سنار جانتا ہے ہیرے کی قیمت جوہری جانتا ہے۔) کے مصداق ہیں۔

تصنیف وتالیف کے میدان میں بھی اپنے بکثرت خدمات سرانجام دی ہیں۔ مثلاً کشف الرین [1] فی مسئلہ رفع الیدین [1] (ترجمہ مع حاشیہ وتتمہ) فضائل امام [2] اعظم (مقدمہ وحاشیہ) فضل الصلوٰۃ [3] علی النبی۔ رفع المنارہ [3] فی تخریج احادیث الزیارہ ''الجوہر المنظم فی زیارت قبر النبی المکرّم المعظم۔ (ترجمہ) اسی طرح کتاب الاثار الامام محمد شرح اُردو اور تعارض بین الاحادیث ورفعہ اور صحیح بہاری کی تخریج کے علاوہ متعدد تحقیقی اشتہارات جیسے (رفع الیدین، فاتحہ خلف الامام۔ آہستہ آمین، آہستہ بسم اللہ، دعا بعد نماز فرض تین وتر کے ساتھ ساتھ متعدد مضامین ومختلف رسائل زیر ترتیب وتسوید ہیں جو کہ تاحال قلّت وسائل کے سبب زیور طباعت سے آراستہ تو نہیں ہو سکے مگر آپ کے تحقیقی ذوق کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

آپ زندہ ہیں واللہ:

زیر نظر کتاب بھی مصنف مذکور کا ایک علمی وتحقیقی شہہ پارہ ہے جو مخالفین

---

[1] علماء وطلباء کے لیے یکساں مفید ہے۔ پہلا ایڈیشن جلد ہی ختم ہو گیا۔

اہلسنّت کے عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بے شمار اعتراضات کے تحقیقی رد اور مُسکت جوابات سے بھرپور ہے۔

استدعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ مصنف موصوف کی اس کاوش کو شرف قبولیت عطا فرما کر ذریعہ نجات کفارۂ سیات اور باعث بلندی درجات اور موجب ہدایت خواص و عام بنائے۔

آمین بجاہ نبیہ العظیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

ربیع الاوّل ۱۴۱۸ھ جولائی ۱۹۹۷ء

الراقم =

ابوالمطیع غلام مصطفےٰ حنیف

مدرس جامعہ نقشبندیہ امینیہ ۱۴۷A ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

مزید تعارف مؤلف:۔

بفضلہٖ تعالیٰ جیسا کہ حضرت علامہ مولانا غلام مصطفےٰ حنیف صاحب مدظلہ العالی نے رقم فرمایا کہ آپ ایک سچے عاشق رسول ﷺ ہیں۔ بندہ ناچیز اس بات کو تحدیث نعمت کے طور پر عرض کرتا ہے کہ میرے حضور وسیدی واستاذی محدث کبیر ایسے عشق رسالت مآب کا پیکر ہیں کہ جو انسان بھی چند لمحات آپ کے ساتھ بسر کرتا ہے وہ اس بات کو محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا بندہ ناچیز اس بات کا شاہد ہے کہ قبلہ کے سامنے جب بھی ذکر خیر الوریٰ ﷺ نعت کی شکل میں کیا جاتا ہے۔ تو آپ کی آنکھیں برسات کی برکھا کی طرح عشق و محبت سے برسنے لگتی ہیں اور جیسا کہ علامہ حنیف صاحب نے بیان فرمایا کہ اسی عشق کی بدولت معاشی ناہمواری کے باوجود 2 مرتبہ زیارت حرمین شریفین کی سعادت حاصل فرما چکے ہیں۔ لیکن اب بفضلہٖ تعالیٰ

جنوری 2004 تک چار بار اس سعادت سے مستفیض ہو چکے ہیں اور تبلیغ دین کے سلسلہ میں یورپ کا دورہ بھی فرما چکے ہیں اور اب آپ بطور ریسرچ آفیسر دوبئی محکمہ اوقاف میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور انٹرنیٹ کی دنیا میں تو ایسے مقبول ہیں کہ اکثر تمام رومز سے آپ کا روم ٹاپ ہوتا ہے اور انٹرنیٹ پر بھی روافض وخوارج کو مناظروں میں شکست و ذلت دے چکے ہیں اور اب تو بفضلہ تعالی امسال ماہ رمضان المبارک میں پورا ماہ سڈنی اور انگلینڈ ریڈیو پر آپ کا درس قرآن اور سوال وجواب کا سلسلہ جاری رہا اور ساتھ ساتھ ہفتے میں تین روز QTV پر بھی تبلیغ دین کے سلسلے میں درس قرآن اور سوالات کے جواب بھی ارشاد فرما رہے ہیں۔اور مزید کئی کتب بھی تالیف فرما چکے ہیں۔ بندہ ناچیز انشاء اللہ العزیز آپ کی جلد شائع ہونے والی کتب میں سے کسی میں تفصیلا آپ کا تعارف پیش کرے گا۔اللہ رب العزت سے التجا ہے کہ آپ کو صحت وتندرستی اور درازی عمر عطا فرمائے اور ہم جیسے نکموں کو آپ کے فیوض و برکات سے وافر حصہ عطا فرمائے اور آپکی تمام کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے

آمین

بجاہ النبی الکریم الامین

خادم مناظرے اسلام

قاری محمد ارشد مسعود اشرف چشتی

حدیث نمبرا:۔

اخبرنا ابو سعید احمد　(بسند مذکور)

بن محمد بن الخلیل الصوفی قال　حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

انبا ابو احمد عبد الله بن عدی　نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انبیاء علیہم

الحافظ قال ثنا قسطنطین بن عبد الله　السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اورنماز پڑھتے ہیں۔

الرومی قال ثنا الحسین بن عرفة قال
حدثنی الحسن بن قتیبه المدائنی ثنا
المستلم بن سعید الثقفی عن
الحجاج بن الاسود عن ثابت البنانی
عن انس رضی الله عنه قال قال
رسول الله صلی الله علیه وسلم
الانبیآء احیاء فی قبورهم یصلون.

هذا حدیث یُعَدُّ[1] فی افراد الحسن بن　(یہ روایت حسن بن قیتبہ کے مفردات میں شمار

قتیبة المدائنی وقد رویٰ عن یحییٰ بن　کی گئی ہے)اور یہ یحیٰی ابن ابوبکر عن مستلم بن

ابی بکیر عن المستلم بن سعید　سعید سے بھی روایت کی گئی ہے۔

ا۔　سوائے حسن بن قتیبہ المدائنی کے اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں۔اس کے

---

[1] یہ لفظ یہاں مبنی للمجهول ہے گویا کہ امام بیہقی فرماتے ہیں کچھ لوگوں نے حدیث ہذا کو حسن بن قتیبہ کے مفرادت میں شمار کیا ہے جو کہ غلط ہے۔کیونکہ اس کے متابع موجود ہیں جو کہ آگے آرہے ہیں۔

حدیث نمبر۲:

وهو فيما اخبر ناالثقة من اهل العلم قال انبا ابو عمرو بن حمد ان قال انبا ابو يعلى الموصلى ثنا ابو الجهم الا زرق بن على ثنا يحيىٰ بن ابى بكير ثنا المستلم بن سعيد عن الحجاج عن ثابت عن انس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الانبياء احياء فى قبور هم يصلّون.

...حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

بارے میں محدّثین کی اکثریت اچھی رائے نہیں رکھتی۔لیکن امام ابن عدی اس کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔قال الشیخ

وللحسن بن قتيبه هذااحاديث عن ابيه حسان وارجوانه لاباس بہ۔

اور حسن بن قتیبہ کی یہ احادیث حسن ہیں اور امید کرتا ہوں کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔

(الکامل فی الضعفاء الرجال ۲/۳۹۱ ۷)

تو اگرچہ یہ راوی بہت زیادہ ثقہ نہیں لیکن چونکہ آئندہ آنے والی احادیث میں ثقہ رواۃ اس راوی کے مؤید ومتابع ہیں اس لیے یہ حدیث دیگر اسناد کے ساتھ بالکل صحیح ہے۔ جیسا کہ حدیث نمبر۲ ، ۳ میں آرہا ہے۔

۲۔ یہ روایت بالکل صحیح ہے۔اس کو امام ابو یعلی نے اپنی مسند میں صحیح سند کے ساتھ

....

روایت کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

حدثنا ابو الجهم الازرق بن علی حدثنا یحییٰ بن ابی بکیر حدثنا المستلم بن سعید عن الحجاج عن ثابت البنانی عن انس بن مالک :قال رسول اللہ صلی علیه وسلم الانبیآء احیاء فی قبورهم یصلّون.

(مسند ابی یعلی الموصلی ۶:۱۴۷ برقم ۳۴۲۵ بتحقیق حسین سلیم اسد مطبوعہ بیروت و بتحقیق ارشاد الحق الاثری ۳:۹ ۳۷ موسسہ علوم القرآن، بیروت)

حدیث مذکورہ کا محدثین کے ہاں مقام

متعدد محدثین وعلماء کرام نے اس روایت کے صحیح ہونے پر تصریح کی ہے۔ان میں سے بعض کا تذکرہ ملاحظہ کیجئے۔

ا۔ امام ہیثمی فرماتے ہیں:

رواه ابویعلی و البزار و رجال ابی یعلی ثقات.

اس کو ابو یعلی اور بزار نے روایت کیا ہے اور ابو یعلی کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ، ۸: ۲۱۱)

۲۔ علامہ مناوی فرماتے ہیں:

وهو حدیث صحیح

یہ حدیث صحیح ہے

(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ۳:۱۸۴)

۳۔ علامہ علی بن احمد العزیزی فرماتے ہیں

وهو حدیث صحیح

یہ حدیث صحیح ہے

....

(السراج المنیر شرح الجامع الصغیر ۲:۳۵۶ مکتبہ

الایمان السمانیۃ ۔المدینۃ المنورہ)

۴۔ علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں

وصححه البیهقی — امام بیہقی نے اسے صحیح قرار دیا ہے

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ۶:۳۵۲ ۹

۵۔ ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں

صحه خبر الانبیاء احیاء فی قبور هم — ''انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہیں'' یہ حدیث صحیح ہے۔

(مرقات ۳:۲۴۱)

۶۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں

ابو یعلی بنقل ثقات از روایت انس بن مالک آورده قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: الانبیاء احیاء فی قبور هم یصلون.

ابو یعلی ثقہ راویوں کے واسطہ سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

جذب القلوب الی دیار المحبوب ۱۸۰،۸۳ مدارج النبوت ۲:۴۴۷)

۷۔ امام ابوالحسن علی بن محمد بن عراق الکنانی فرماتے ہیں:

(قلت) منها حدیث انس الانبیآء احیاء فی قبور هم یصلون اخرجه من طرق

میں کہتا ہوں کہ ان احادیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ والی حدیث بھی ہے کہ انبیاء کرام اپنی

....

وصححه من بعضها. قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور اس کی کئی سندیں ہیں اور ان میں سے بعض سندیں صحیح ہیں۔

(تنزیه الشریعة المرفوعه ۱: ۳۳۵)

۸۔ ابو احمد عبدالقادر فرماتے ہیں

وقد صح ان الانبیاء احیاء فی قبورهم یہ حدیث صحیح ہے کہ انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

(الجماعة التبلیغیه ص ۱۰)

۹۔ علامہ شوکانی نے تحریر فرمایا:

وقد ثبت فی الحدیث ان الانبیاء احیاء فی قبورهم رواه المنذری وصححه البیهقی. اور حدیث سے ثابت ہے کہ حضرات انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اسے منذری نے روایت کیا اور امام بیہقی نے اس کو صحیح فرمایا۔

(نیل الاوطار ۳: ۲۴۸)

اور دوسری جگہ فرمایا:

لانه صلی الله علیه وسلم حیی فی قبره و روحه لا تفارقه لما صح: ان الانبیآء احیآء فی قبورهم کذا قال ابن الملقلن وغیره. کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی روح مبارک آپ سے جدا نہیں کیونکہ صحیح حدیث میں ہے کہ انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہیں جیسا کہ محدث ابن الملقلن وغیرہ نے کہا ہے۔

(تحفة الذاکرین شرح الحصن والحصن ۲۸)

....

۱۰۔ الشیخ نورالدین علی بن احمد السمھودی فرماتے ہیں

و رواه ابو يعلى بر جال ثقات. ابویعلی نے اس کو ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے۔

(وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ ۴: ۱۳۵۲)

۱۱۔ شیخ فقیر اللہ فرماتے ہیں

ورد فی کثیر من الاحادیث الصحیحة الصریحة بانهم احیاء فی قبورهم. اور بہت ساری صحیح صریح احادیث میں وارد ہوا ہے کہ حضرات انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

(قطب الارشاد ص ۳۷۶)

۱۲۔ حاجی دوست محمد قندھاری نقشبندی فرماتے ہیں:

این حدیث است که ابویعلی بنقل ثقات از روایت ان بن مالک می آرمد. یہ روایت ابویعلی نے ثقہ راویوں کے ساتھ حضرت انس بن مالک سے روایت کی ہے۔

(مکتوبات حاجی دوست محمد قندہاری ص ۸۶)

۱۳۔ علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں:

وبالحديث الصحيح الانبياء احياء فی قبورهم يصلون. اور "انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہیں" صحیح حدیث ہے۔

(الجوهر المنظم فی زیارة القبر الشریف النبوی المکرم المعظم ص ۲۲)

اور امام بیہقی نے صحیح حدیث الانبیاء احیاء فی قبورھم سے استدلال کیا ہے۔

....

۱۴۔ امام اہلسنت الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''صحیح حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الانبیاء احیاء فی قبور هم یصلون. انبیاء کرام اپنے مزارات طیبات میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

(فتاوے رضویہ ۶:۱۳۶)

۱۵۔ علامہ داؤد بن سلیمان نقشبندی الخالدی فرماتے ہیں

و روی البیهقی وغیره بالاسانید الصحیحة عنه صلی الله علیه وسلم انه قال الانبیاء احیاء فی قبور هم یصلون.

(المنحةالوهبیة فی رد علی الوهابیه ص ۵)

امام بیہقی اور دیگر محدثین نے صحیح اسناد کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام بیہقی اور دیگر محدثین نے صحیح اسناد کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

۱۶۔ امام ابواحمد عبداللہ بن عدی الجرجانی فرماتے ہیں

وللحسن بن قتیبة هذاالاحادیث من ابیه حسان.

کہ حسن بن قتیبہ کی یہ احادیث ''انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں) حسن ہیں۔

(الکامل ۲:۷۳۹)

۱۷۔ امام محمد یوسف بن اسماعیل نبھانی فرماتے ہیں:

....

وبالحدیث الصحیح الانبیاء احیاء فی قبور هم یصلون.
اور حدیث صحیح کے ساتھ استدلال کیا ہے کہ انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

(سعادۃ الدارین ص ۱۸۰)

۱۸۔ امام سخاوی فرماتے ہیں:

الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون...... وصححه البیهقی (القول البدیع ۱۶۷)
انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ امام بیہقی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

۱۹۔ امام محمد بن علوی المالکی فرماتے ہیں:

وبالحدیث الصحیح الانبیاء احیاء فی قبور هم یصلون.
(شفاء الفواد بزیارۃ خیر العباد ص ۱۴۰)
(امام بیہقی نے) اس حدیث صحیح سے استدلال کیا ہے کہ انبیا اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

۲۰۔ امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

وصح انه صلی الله علیه وسلم قال الانبیاء احیاء فی قبور هم یصلون.
(کتاب الاعلام بحکم عیسیٰ علیہ السلام فی الحاوی للفتاوی ۲: ۱۶۳)
یہ روایت صحیح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔

۲۱۔ مولوی ارشاد الحق اثری نے لکھا ہے:

اخرجه البیهقی فی حیاۃ الانبیاء من
اس کو امام بیہقی نے حیاۃ الانبیاء میں ابو یعلی

طریق ابی یعلی و ابو نعیم فی "اخبار اصبھان". (ص ۸۳ ج ۲) واسنادہ جید

کی سند سے اور ابو نعیم نے اخبار اصبہان میں روایت کیا ہے اور اس کی سند جید ہے۔

(حاشیہ مسند ابی یعلی ۳/ ۳۷۹)

۲۲۔ جناب حسین سلیم اسد نے کہا:

اسنادہ صحیح۔ (حاشیہ مسند ابی یعلی ۶: ۱۴۷) اس کی سند صحیح ہے۔

==================

....

علمائے کرام اور محدثین عظام جنہوں نے اس حدیث کو صحیح سمجھتے ہوئے اس سے استدلال فرمایا

امام شامی حنفی فرماتے ہیں:

ان الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام احیاء فی قبورهم (ردالمختار علی درالمختار المعرف شامی شریف ۴: ۱۵۱ کتاب الجهاد)

انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

حیاة النبی صلی الله علیه وسلم فی قبره هو وسائر الانبیاء معلومة عندنا علما قطعیا لما قام عندنا من الادلة فی ذلک و تواترت به الاخبار الدالة علی ذلک (الحاوی للفتاوی ۲: ۱۴۷)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی قبر میں اور دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات ہمارے نزدیک قطعی علم کے ساتھ ثابت ہے۔ کیونکہ اس پر ہمارے پاس دلائل قائم ہیں اور متواتر احادیث موجود ہیں جو کہ اس (حیاۃ الانبیاء) پر دلالت کرتی ہیں۔

علامہ سیوطی مزید فرماتے ہیں:

باب حیاته صلی الله علیه وسلم فی قبره وصلاته فیه و توکیل ملک بغیره یُبلِّغُهُ السلام علیه ورده علی من سلم علیه.

اس باب میں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور ایک فرشتہ آپ کی قبر پر مؤکل ہے جو کہ لوگوں کا

....

سلام آپ کو پہنچا تا ہے اور ہر سلام کرنے والے کو آپ جواب دیتے ہیں۔

حضرت امام شامی ایک اور جگہ پر فرماتے ہیں:

ان الانبیآء احیاء فی قبور ھم.

انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

(رسائل ابن عابدین ۲:۲۰۲ رسالہ الرحیق المختوم شرح قلائد المنظوم۔

حضرت علامہ امام سمھودی فرماتے ہیں:

لا شک فی حیاته صلی الله علیه وسلم بعد وفاته وکذا سائر الانبیآء علیهم الصلاة والسلام احیاء فی قبور هم.

(وفاء الوفا ۴:۱۳۵۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاۃ بعد الوفات میں کسی قسم کا شک نہیں اور اسی طرح دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

حضرت علامہ امام داؤد بن سلیمان بغدادی فرماتے ہیں:

والحاصل ان حیاة الانبیاء ثابتة بالاجماع. (المنحة الوهبية ص۶)

حاصل کلام یہ کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیاۃ پر اجماع امت ہے۔

حضرت امام شعرانی فرماتے ہیں:

وهو حي فی قبره یصلی فیه باذان واقامة وکذالک الانبیآء .

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اور اذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور اسی طرح دوسرے انبیاء

....

(كشف الغمه عن جميع الامة ١ :٦٧)

حضرت امام زرقانی فرماتے ہیں:

لحیاته فی قبره یصلی فیه باذان و اقامة.
(زرقانی علی المواهب ٦:١٦٩)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اور اذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔

ان حیاة الانبیاء ثابتة معلومة مستمر ثابتة فی الاستمرار... ان تکون حیاته اکمل واتم من حیات سائر الانبیاء.
(زرقانی ٨ : ٣٠٩)

بے شک حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیاۃ معلومہ اور ثابت شدہ ہے اور ہمیشگی کے ساتھ ثابت ہے۔لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات تمام انبیاء کرام سے اکمل واتم ہونی چاہیئے۔

حضرت شیخ احمد بن دحلان مکی فرماتے ہیں:

وحیاة الانبیاء علیهم الصلوٰةوالسلام فی قبورهم ثابتة عند اهل سنة بادلة کثیرة.......وحدیث ان الانبیاء یحجون ویُلَبُّوْنَ وکل هذه الاحادیث الصحیحه لا مطعن فیها فلاحاجة الی الاطالة بذکرهٖ.
(الدررالسنیۃ فی الردعلی الوھابیۃ ص ١٣، ١٤)

اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اپنی قبروں میں زندہ ہونا یہ اہل سنت کے نزدیک بہت سے دلائل سے ثابت ہے اور وہ حدیث کہ انبیاء کرام علیہم السلام حج کرتے اور تلبیہ پڑھتے ہیں تو یہ تمام احادیث صحیح ہیں ان میں کسی قسم کا کوئی طعن نہیں ہے تو ان کے ذکر کو طول دینے کی حاجت نہیں ہے۔

مولانا احمد اللہ صاحب داجوی فاضل سہارنپوری فرماتے ہیں:

فانظر الی هذا الذائغ کیف انکر عن

اس گمراہ کو دیکھ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی

....

الحیوٰۃ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ....فان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حیی برزق (البصائر لمنکری التوسل باھل القابر ص۹۹)	حیاۃ کا کس طرح انکار کر رہا ہے.....پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور رزق دیئے جاتے ہیں۔

یہی صاحب فرماتے ہیں:

وان کان المراد من ایرادہ نفی الحیوٰۃ البرزخیۃ کماھو مذعوم الفتنۃ المنکرۃ فذالک باطل لان الاحادیث الصحیحۃ دالۃ علی حیاۃ الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام. (البصائر۱۶۲)	اور اگر اس کی مراد اس ایراد سے حیات برزخیہ کا انکار ہے جیسا کہ اس منکر فرقہ (نجدیہ) کا زعم ہے تو یہ باطل ہے کیونکہ صحیح احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں۔

اور مزید فرماتے ہیں:

والحاصل ان مسئلۃ الحیوٰۃ البرزخیۃ للانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام مما تلقتھا الامۃ بالقبول سلفا و خلفا اولا و آخراو الفتنۃ المنکرۃ تنکرھا. (البصائر ص۱۶۳)	اور حاصل کلام یہ کہ برزخ میں انبیاء کرام علیہم السلام کی حیاۃ کا مسئلہ تو اسکو سلف و خلف اول و آخر ساری امت سے تلقی بالقبول کا درجہ مل چکا ہے۔اور فرقہ ضالہ (نجدیہ) اس کا منکر ہے۔

شیخ مصطفیٰ ابو یوسف الحمامی المصری الازھری تحریر فرماتے ہیں:

ویزید بصیرۃ فی حیاۃ الانبیاء فی قبور ھم قولہ صلی اللہ علیہ وسلم الانبیآء	اور تیری بصیرت زیادہ ہو انبیاء کرام کی زندگی ان کی قبروں میں جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ

....

احیاء فی قبور هم یصلون: رواه ابویعلی والبیهقی وهذا حدیث لم یقتصر علی حیاته صلی الله علیه وسلم بل تعدی الی جمیع الانبیاء محکم علیهم بانهم احیاء فی قبورهم یفعلون فعل الاحیاء فی الدنیا وهو الصلوٰة ذات الرکوع و السجود والقیام والقعود وذکر الله تعالیٰ و هی اعمال لوشک فی حیاة فاعلها لکان شا کا فی حیاة نفسه.

(غوث العباد بیان الرشاد ص ۱۷۶)

وسلم نے فرمایا۔انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔اس کو ابویعلی اور بیہقی نے روایت کیا ہے اور اس حدیث میں صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی نہیں بلکہ یہ حدیث تمام انبیاء کرام کی حیاۃ فی قبورھم کے اثبات پر حکم کرتی ہے کہ تمام انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور تمام افعال بجالاتے ہیں جو کہ دنیا کی زندگی میں بجالاتے تھے اور وہ افعال ہیں نماز رکوع وسجود اور قیام وقعود اور قرأت کے ساتھ اور اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور اگر کوئی شک کرنے والا ان کی حیات میں شک کرے تو وہ اپنی حیات میں ہی شک کرنے والا ہے۔

حضرت امام عبدالغنی المقدسی الحنبلی صاحب "العمدہ" فرماتے ہیں:

فان ثبت هذا فا علم ان الانبیآء احیاء فی قبور هم.

جب یہ ثابت ہو گیا تو یقین رکھ کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

(بحوالہ سبل الھدی والرشاد ۱۲/ ۳۶۰)

امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی فرماتے ہیں:

فقد تبین لک رحمک الله من

اللہ تجھ پر رحم فرمائے جب تیرے لیے سابقہ

....

الاحاديث السابقة حياة النبی صلی الله عليه وسلم وسائر الانبيآء صلی الله عليه وسلم وقد قال الله سبحانه وتعالىٰ فی الشهداء (ولا تحسبن الذين قتلوا فی سبيل الله امواتا بل احيآء عند ربهم يرزقون) والانبياء اولى بذلک فهم اجل واعظم وقل نبی الاوقد جمع مع النبوة وصف الشهادة فيد خلون فی عموم لفظ الآية فثبت كونه صلی الله عليه وسلم حيی فی قبره بنص القرآن امامن عموم اللفظ واما من مفهوم الموفقة.

احادیث سے ظاہر ہو چکا کہ نبی اکرم ﷺ زندہ ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے شہدا کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ گمان بھی نہ کرنا بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے پاس رزق پاتے ہیں اور انبیاء کرام ان سے زیادہ حق دار ہیں اور اعظم واجل ہیں اور نبی کے ساتھ وصف شہادت بھی ملا ہوتا ہے تو وہ اس لفظ کی عمومیت میں داخل ہیں تو ثابت ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنص قرآن اپنی قبر میں زندہ ہیں یا تو عموم لفظ کی وجہ یا پھر مفہوم مواقف کی وجہ سے۔

(سبل الھدی والرشاد ۱۲:۳۶۲)

حضرت امام علامہ زاہد الکوثری مصری حنفی فرماتے ہیں:

والانبيآء احياء فی قبور هم (محقق التقول فی مسئلة التوسل)

حضرات انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

المقالات الکوثری ص ۳۸۷

حضرت امام المحققین سیف المسلول شاہ فضل رسول بدایونی ارشاد فرماتے ہیں:

واعلم ان حرمة النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد موتہ و توقیرہ و تعظیمہ بعد وفاتہ لازم علی کل مسلم کما کان حال حیاتہ لانہ الأن حی یرزق فی علو درجاتہ وَر فعة حالاتہ .

(المنتقد المعتقد مع تعلیقات المستند المعتمد ص ۱۴۹)

اور جان تُو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت انتقال کے بعد اور ان کی توقیر و تعظیم وفات کے بعد ہر مسلمان پر لازم و ضروری ہے۔ جیسا کہ ظاہری حیات میں تھا کیونکہ وہ اب بھی زندہ ہیں اور اپنے درجات کی بلندیوں اور حالات کی رفعتوں میں رزق دیئے جاتے ہیں۔

امام ابوعبداللہ محمد بن احمد القرطبی م ۶۷۱ھ فرماتے ہیں:

ان الموت لیس بعدم محض وانماھو انتقال من حال الی حال ویدل علی ذلک ان الشھداء بعد قتلھم وَموتھم احیاء عند ربھم یرزقون فارحین مستبشرین وھذہ صفة الاحیاء فی الدنیا واذا کان ھذا فی الشھداء کان الانبیاء بذلک احق واولی مع انہ قد صح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان الارض لاتاکل اجساد الانبیآء ...وقد اخبرنا النبی ﷺ

موت عدم محض کا نام نہیں بلکہ یہ تو ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل ہونا ہے۔ اور اس پر یہ امر دلالت کرتا ہے کہ شہداء قتل ہونے اور فوت ہونے کے بعد اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، روزی دیئے جاتے ہیں اور یہ صفت دنیا میں زندوں کی ہے اور جب یہ بات شہداء کے لیے ثابت ہے تو پھر انبیاء کرام تو ان سے زیادہ حق رکھتے ہیں اور وہ اولیٰ ہیں کہ وہ زندہ ہوں اس کے ساتھ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

....

یقتضی ان اللہ تبارک وتعالیٰ یردعلیہ روحہ حتی یرد السلام علی کل من یسلم علیہ الی غیر ذلک مماو یحصل من جملۃ القطع بان موت الانبیاء انما ھو راجع الی ان غیبو اعنا بحیث لا ندرکھم وان کانوا موجودین احیاء وذلک کالحال فی الملائکۃ فانھم موجودین احیاء ولا یراھم احد.

(التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الاخرۃ ص ۶۹ للقرطبی)

سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ حضرات انبیاء کرام کے جسموں کو زمین نہیں کھاتی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو خبر دی ہے جو کہ اس کی مقتضی ہے کہ اللہ جل مجدہ الکریم نے آپ کی روح کو آپ کی طرف لوٹا دیا ہے حتیٰ کہ آپ ہر سلام کرنے والے کے سلام کا جواب ارشاد فرماتے ہیں تو اس سے یہ قطعی طور پر حاصل ہوا کہ انبیاء کرام کی موت صرف یہ ہے کہ وہ ہم سے غائب ہیں ہم ادراک نہیں کر سکتے اگر چہ وہ موجود ہیں اور زندہ ہیں اور وہ اس میں فرشتوں کے مثل ہیں کہ وہ بھی زندہ ہیں اور موجود ہیں لیکن کوئی بھی ان کو دیکھتا نہیں ہے۔

سید عمر بن سعید الفوتی الکردی الطوری نقل فرماتے ہیں:

وذلک لانہ صلی اللہ علیہ وسلم و سائر الانبیاء احیاء ردت الیھم ارواحھم بعد ماقبضو.

اور یہ اس لیے ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام زندہ ہیں اور ان کی ارواح قبض کرنے کے بعد ان کی طرف لوٹا دی گئی ہیں۔

(رماح حزب الرحیم علی نحور حزب الرجیم ۱: ۲۲۸)

یہی حضرت عمر بن سعید صاحب نقل فرماتے ہیں:

....

فحصل من مجموع هذه النقول والا حاديث ان النبي صلى الله عليه وسلم حيي بجسده. (۱:۲۳۰)

ان تمام نقول اور احادیث سے حاصل ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مبارک جسم کے ساتھ زندہ ہیں۔

امام ابومنصور عبدالقاہر بن طاہر البغدادی فرماتے ہیں:

قال: المتكلمون المحققون من اصحابنا ان نبينا صلى الله عليه وسلم حيي بعد وفاته وانه يسر بطاعات امته ويحزن بمعاصي العصاة منهم وانه تبلغه صلاة من يصلي عليه من امته وقال ان الانبياء لايبلون ولا تاكل الارض منهم شيئا

(فتاوى عبد القاهر وبحواله الحاوى للفتاوى ۱۴۹/۲، ۲۶۳/۲)

ہمارے اصحاب (شوافع) میں سے محققین متکلمین نے کہا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد زندہ ہیں اور امت کے نیک لوگوں کے صالح اعمال پر خوش ہوتے اور گنہگاروں کے گناہوں پر غمگین ہوتے ہیں اور جو کوئی بھی صلوٰۃ پڑھے وہ آپکو پہنچائی جاتی ہے اور کہا کہ بے شک انبیاء کے اجسام نہ تو بوسیدہ ہوتے ہیں اور نہ ہی زمین ان کو کھاتی ہے۔

واذا صح لناهذاالاصل قلنانبينا صلى الله عليه وسلم قد صارحيا بعد وفاته وهو على نبوته.

جب ہمارے نزدیک یہ اصل صحیح ہے تو ہم کہتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد زندہ ہیں اور اپنی نبوت پر قائم ہے۔

(سبل الھدی والرشاد للشامی ص۱۲: ۳۵۵)

شیخ سیدی عفیف الدین الیافعی فرماتے ہیں:

الاولياء تردعليهم احوال يشاهدون

اولیاء کرام پر ان کے احوال پیش کئے جاتے

....

فيهاملكوت السموٰت والارض وينظرون الانبيآء احياء غير اموات كمانظر النبي صلى الله عليه وسلم الىٰ موسى عليه السلام في قبره وقد تقرران ما جاز للاولياء كرامة.

(الروض الریاحین ص ۴۴۲ مطبوعہ قبرص وسبل الهدی والرشاد للشامی ۳۵۶/۱۲ واللفظ لہٗ)

ہیں اور وہ ملکوت آسمان وزمین میں جو کچھ ہے اس کو ملاحظہ فرماتے ہیں اور حضرات انبیاءکو زندہ دیکھتے ہیں وہ مردہ نہیں ہیں جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں دیکھا اور یہ طے شدہ بات ہے کہ جو انبیاء کے لیے بطور معجزہ جائز ہے وہ اولیاء کیلئے بطور کرامت جائز ہے۔

حضرت علامہ جمال الدین محمود بن جملہ فرماتے ہیں:

نبينا صلى الله عليه وسلم احياهُ الله تعالىٰ بعد موته حياة تامة واستمرت تلك الحياة الى الآن وهي مستمرة الى يوم القيامة وليس هذا خاصاً به صلى الله عليه وسلم بل يشاركه الانبيآء صلوات الله وسلامه عليهم اجمعين.

(سبل الهدی والرشاد ۱۲: ۳۶۰)

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے زندہ فرمادیا ہے اور آپ کی یہ حیات مکمل اور ہمیشہ اب تک قائم ہے اور قیامت تک قائم رہے گی اور یہ صرف آپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ دیگر تمام انبیاء کرام علیھم الصلاۃ والسلام اس میں آپ کے ساتھ شریک ہیں۔

امام البارزی نے فرمایا:

وسئل البارزی عن النبي صلى الله عليه وسلم هل هو حيي بعد وفاته؟

امام بارزی سے سوال ہوا کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد زندہ ہیں؟ تو انہوں

....

فاجاب انه صلی اللّٰہ علیه وسلم حیی — نے جواب دیا کہ ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔ (الحاوی للفتاوی ۲: ۱۴۹)

حضرت شاہ احمد سعید دہلوی ثم مدنی نقشبندی نقل فرماتے ہیں:

وقد اتفق العلماء علی انه علیه السلام حیی فی قبره الشریف یعلم بزائره.
(تحقیق الحق المبین فی اجوبۃ مسائل اربعین ص ۴۰)

اور تحقیق علماء کرام اس پر متفق ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر منورہ میں زندہ ہیں اور زائر کو جانتے ہیں۔

حضرت علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفی تحریر فرماتے ہیں:

ولما هو مقرر عند المحققین انه صلی اللّٰہ علیه وسلم حیی یرزق متمتع بجمیع الملاذ والعبادات غیر انه حجب عن ابصار القاصرین عن شریف المقامات!
(نور الایضاح ص ۱۸۹ مکتبہ امدادیہ ملتان)

اور محققین کے نزدیک یہ طے شدہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور آپ کو رزق دیا جاتا ہے اور آپ عبادات سے لذت اٹھاتے ہیں ہاں یہ بات ہے کہ وہ ان آنکھوں سے پردے میں ہیں جو ان مقدس مقامات تک پہنچنے سے قاصر ہیں۔

حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی فرماتے ہیں:

''انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں اسی طرح بحیات حقیقی زندہ ہیں جیسے دنیا میں تھے۔ کھاتے پیتے ہیں۔ جہاں چاہیں آتے جاتے ہیں۔ تحقیق وعدہ الٰہیہ کے لیے ایک آن کو ان پر موت طاری ہوئی پھر بدستور زندہ ہیں:'' (بہار شریعت ۱: ۱۷)

....

حضرت حکیم الامت مولانا مفتی احمد یار خاں لکھتے ہیں:

''یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اپنی حیات النبی ہیں اور سب کا درود وسلام سنتے ہیں۔ جواب دیتے ہیں''

(تفسیر نورالعرفان حاشیہ کنزالایمان سورۂ احزاب)

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو فرماتے ہیں:

''اور یاد رہے کہ جو شخص انبیاء کرام علیھم السلام کو مردہ جانے اس پر ایمان سلب ہو جانے کا خوف ہے'' (عین الفقرص۸۲، ناشر اللہ والے لاہور)

آپؒ مزید فرماتے ہیں:

''جو شخص حیات نبوی کو حیات نہیں مانتا بلکہ ممات کہتا ہے وہ شخص دین میں سست اور جھوٹا ہے کیونکہ جو حیات نبی کا قائل نہیں وہ بے دین اور بے یقین ہے۔ جو بے یقین ہے وہ منافق ہے اور شیطان لعین کا تابع ہے'' (مفتاح العارفین ص ۲۹ از قبلہ سلطان باہوؒ)

ولی کامل قطب وقت حضرت میاں محمد بخش عارف کھڑی شریف فرماتے ہیں:

دیئے جواب سلام ہمیشہ دائم زندہ ہویا — اے منکر کیوں سمجھیں ناہیں ہے دل تیرا مویا
امت نوں اعلام پچائے ایس حدیث نی دی — ہوئی ثبوت حیاتی دائم لیند ے خبر سبھی دی
جدوں سلام ہمیشہ جھلد ا واجب جانن زندہ — صحت کامل لازم ہوئی زندہ ہے پائندہ

(ہدایت المسلمین للمیاں محمد بخش ص ۶۵)

ایک اور مقام پر ارشاد مرماتے ہیں:

....

اوہ محبوب قبول میرے در جو چاہے ہیں دیندا

امت کارن وچہ قبر دے استغفار کریندا

اوہ زندہ پائندہ بیٹھا اپنی وچ قبر دے

بخشش بہت اونان جھیڑے جا زیارت کردے

(ہدایت المسلمین ص ۴۲)

حضرت شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

زندہ در قبر است بھر امت او مستغفر است.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں زندہ ہیں اور امت کے استغفار فرماتے ہیں۔

(نجوم الشہابیہ رجوم للوہابیہ ص ۴۵)

حضرت شیخ عبدالقادر مکی حنبلی م ۹۸۲ھ فرماتے ہیں:

انہ۔صلی اللہ علیہ وسلم حیی کسائر الانبیاء فی قبرہ یراہ ویجب لمن الاحترام مالہ قبل الموت ومنہ عدم رفع الصوت بحضرتہ.....فانہ صلی اللہ علیہ وسلم یسمعہ و ان السرو یراہ وان یعد

(حسن التوسل آداب زیارۃ افضل الرسل ص ۱۰۱،۱۰۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کرام کی طرح اپنی قبر میں زندہ ہیں اور دیکھ رہے ہیں اور آپ کا اسیطرح احترام واجب ہے جو کہ آپ کی ظاہری حیات میں تھا۔اور اسی ادب میں سے ہے کہ آپ کی بارگاہ میں آواز پست رکھے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بات سن رہے ہیں اگر چہ وہ آہستہ ہی کیوں نہ بولے اور اس کو دیکھ رہے ہیں اگر چہ وہ

....

دور ہی کیوں نہ ہو۔

اس عبارت میں ''فانہ صلی اللہ علیہ وسلم یسمعہ وان السر ویراہ وان بعد '': کے الفاظ قابل توجہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہیں اگرچہ کوئی شخص کتنا ہی آہستہ کیوں نہ بولے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے ہیں، امتیوں کو ملاحظہ فرماتے ہیں چاہے وہ کتنی ہی دور کیوں نہ ہوں یعنی نگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دور نزدیک کا کوئی فرق نہیں۔ فافہم

حضرت امام تقی الدین السبکی تحریر فرماتے ہیں:

فھذہ نبذۃ من الاحادیث الصحیحۃ الدالۃ علی حیاۃ الانبیآء والکتاب العزیز یدل علیہ ذلک ایضاً.... قال تعالیٰ ولا تحسبن الذین .... الآیۃ واذاثبت ذلک فی الشھید ثبت فی حق النبی صلی اللہ علیہ وسلم .

پس یہ صحیح احادیث کا مجموعہ حیاۃ الانبیاء پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اور اللہ کی راہ میں قتل ہونے والوں کو مردہ گمان بھی نہ کرو جب یہ شہید کے لیے ثابت ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کئی وجوہ سے یہ ثابت ہے۔

(شفاء السقام ص ۱۸۷)

امام اہل سنت مجدد دین وملت سیدنا وامامنا شاہ احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں:

فانھم صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیھم طیبون طاھرون احیاء وامواتا بل لاموت لھم الا انیا تصدیقا للوعد

حضرت انبیاء کرام صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیھم۔ حیات وممات ہر حالت میں طاہر وطیب ہیں بلکہ ان کے لیے موت محض تصدیق

....

ثم هم احیاء ابدًا بحیاۃ حقیقیۃ دنیاویۃ روحانیۃ جسمانیۃ کماھو معتقد اھل السنۃ والجماعۃ ولذا لا یورثون ویمتنع تزوج نسائھم صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیھم بخلاف الشھداء الذین نص الکتاب العزیز انھم احیاء ونھی ان یقال لھم اموات۔

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویہ ۴/۴۰۳، ۷/۴۰۴ طبع جدید)

اور وعدہ الٰہیہ کے بموجب ایک آن کے لیے آتی ہے پھر وہ ہمیشہ کے لیے حیات حقیقی دنیاوی روحانی وجسمانی کے ساتھ زندہ ہو جاتے ہیں جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے اسی لیے ان کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ اور ان کی عورتوں سے کسی کا نکاح کرنا منع ہے بخلاف شہداء کے جن کے بارے میں قرآن مجید نے صراحت فرمائی ہے کہ وہ زندہ ہیں اور انہیں مردہ کہنے سے منع فرمایا ہے (مگر ان کی میراث تقسیم ہوگی اور ان کی عورتوں سے نکاح ثانی کرنا جائز ہے)

ور دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام حیاتِ حقیقی دنیاوی وروحانی وجسمانی سے زندہ ہیں اپنے مزارات طیبہ میں نمازیں پڑھتے ہیں۔ روزی دیئے جاتے ہیں۔ جہاں چاہیں تشریف لے جاتے ہیں۔ زمین وآسمان کی سلطنت میں تصرف فرماتے ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ۶:۱۵۶ (طبع قدیم)

حضرت امام نجم الدین الغیطی (استاذ شاہ ولی اللہ) فرماتے ہیں:

بانھم کا لشھداء بل افضل منھم

بے شک وہ (انبیاء کرام) شہداء کی طرح ہیں

....

احیاء فی قبورھم فیصلون ویحجون کما ورد فی الحدیث الآخر.
(المعراج الکبیر ص ٦٧)

بلکہ ان سے بہت افضل ہیں اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں اور حج کرتے ہیں جیسا کہ دوسری حدیث میں وارد ہے۔

ابن تیمیہ نے لکھا:

والانبیآء احیاء فی قبورھم وقد یصلون.
(مختصر الفتاویٰ المصریہ لابن تیمیہ ص ١٧٠)

اور انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

شیخ حسن العدوی المصری مالکی م۔١٣٠٣ھ فرماتے ہیں:

ولاشک ان حیاۃ الانبیآء علیھم الصلوٰۃ والسلام ثابتۃ معلومۃ مشتھرۃ ونبینا افضلھم وقال: واذا کان کذلک فینبغی ان تکون حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم اکمل واتم.
(مشارق الانوار بحوالہ شواھد الحق ص ١٠٨)

اور بلاشک حیات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ثابت ومعلوم اور مشہور ہے اور ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ان سب انبیاء سے افضل ہیں جب ایسا ہے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بھی اکمل اور اتم ہے۔

حضرت علامہ امام محمد شوبری المصری الشافعی فرماتے ہیں:

اما الانبیاء علیھم الصلاۃ والسلام فلانھم احیاء فی قبورھم یصلون ویحجون کما وردت بہ الاخبار وتکون

اور انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں اور حج کرتے ہیں جیسا احادیث میں وارد ہے اور ان کا مدد

....

الاغاثۃ منھم معجزۃ لھم۔ فرمانا ان کا معجزہ ہے۔

(شواھد الحق فی الاستغاثۃ بسید الخلق ص ۱۱۸)

حضرت علامہ شہاب الدین الخفاجی فرماتے ہیں:

قد حرم الله جسده علی الارض وحياة فی قبره کسائر الانبياء عليهم السلام

(نسیم الریاض ۱:۳۱۲)

تحقیق اللہ تعالیٰ نے آپ کے جسد اقدس کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر مبارکہ میں دیگر انبیاء کرام کی طرح حیات حاصل ہے۔

مزید فرماتے ہیں:

وفيه دليل علی انه صلی الله عليه وسلم حيی حياة مستمرة وقد ثبت بالاحاديث الصحيحه انه صلی الله عليه وسلم و سائر الانبياء احياء حياة حقيقية.

(نسیم الریاض ۳:۴۹۹)

اور اس میں دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور آپ کی حیات ہمیشگی والی ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام حقیقی حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔

آپ مزید فرماتے ہیں:

لانه صلی الله عليه وسلم حی فی قبره يسمع دعا زائره ومن جاء عظيما

کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اور زائر کی دعا سنتے ہیں اور جو آپ کی

....

لرجاء شفاعته له لاشک فی انه یتوجه الیه بقلبه وقالبه.

(النسیم الریاض ۳:۳۹۸)

شفاعت کی امید لے کر آیا تو بلاشبہ آپ اس کی طرف دل وجسم وجان کے ساتھ متوجہ ہوتے ہیں۔

علامہ صاوی المالکی فرماتے ہیں:

مثل الشهداء الانبیاء بل حیاة الانبیآء اجل واعلیٰ.

(تفسیر الصاوی علی الجلالین ۱:۱۶۸)

شہداء کی مثل انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام ہیں۔ بلکہ انبیاء کی حیات زیادہ عزت وجلال والی اور بلند تر ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

ان الانبیاء لایموتون وانهم یصلون ویحجون قبورهم.

(فیوض الحرمین ص ۸۰ مترجم ص ۳۱)

انبیاء کرام فوت نہیں ھوتے بلکہ وہ اپنی قبور میں نمازیں پڑھتے ہیں اور حج کرتے ہیں۔

حضرت شیخ شہاب الدین رملی فرماتے ہیں:

اما الانبیآء فانهم احیاء فی قبورهم یصلون ویحجون کما وردت به الاخبار.

(بحوالہ شواھد الحق ص ۱۴۱)

اور بہر حال انبیاء کرام تو وہ اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں اور حج کرتے ہیں جیسا کہ احادیث میں وارد ہوا ہے۔

حضرت علامہ احمد علی سہارنپوری فرماتے ہیں:

....

والا حسن ان يقال ان حياته صلى الله عليه وسلم لايتعقبها بل يستمر حياه والانبياء احياء فى قبورهم.

(حاشیہ بخاری ۱:۷ ۵۱)

اور بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کو موت نہیں پا سکتی بلکہ آپ ہمیشہ کے لیے زندہ ہیں اور دیگر انبیاء کرام بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں

حضرت علامہ اقبال شاعرِ مشرق فرماتے ہیں:

''میرا عقیدہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور اس زمانے کے لوگ بھی ان کی صحبت سے اسی طرح مستفیض ہو سکتے ہیں جس طرح صحابہ کرام ہوا کرتے تھے۔ لیکن اس زمانے میں تو اس قسم کے عقائد کا اظہار بھی اکثر دماغوں پر ناگوار ہوگا۔ اس واسطے خاموش رہتا ہوں۔''

(بحوالہ فتراک رسول ص ۷)

حضرت امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ھوازن القشیری م ۴۶۵ھ فرماتے ہیں:

لان عندنا رسول الله صلى الله عليه وسلم حى يحس ويعلم وتعرض عليه اعمال الامة ويبلغ الصلوٰة والسلام عليه على مابينا

(شکایۃ اھل السنۃ فی (مسائل القشیریہ ص ۲۷)

ہمارے (اہل سنت) کے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں آپ کو حس اور علم حاصل ہے اور آپ پر امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں جیسا کہ ہم بیان کر چکے کہ آپ کو امت کا درود و سلام پہنچایا جاتا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

....

فاذا ثبت ان نبينا صلى الله عليه وسلم حيى فالحى لابد ان يكون عالما اوجاهلا ولا يجوز ان يكون النبى صلى الله عليه وسلم جاهلا .

جب یہ ثابت ہو گیا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں تو زندہ یا تو عالم ہوگا یا جاہل اور یہ جائز نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جاہل ہوں۔

(ایضاً)

اس عبارت میں حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ظاہر ہوا اور الحمد للہ یہ عقیدہ تمام اہل سنّت کا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور امت کے حالات و واقعات سے واقف اور عالم ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جاہل کہے (جیسا کہ آجکل کے نجدی وغیرہ کہتے ہیں) وہ خود جاہل و گمراہ اور بدعتی ہے۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

وعندهم محمد صلى الله عليه وسلم حيى فى قبره. (ایضاً)

اور اشاعرہ کے نزدیک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر اقدس میں زندہ ہیں

حضرت ملا علی القاری فرماتے ہیں:

اى لانه حيى يرزق فى علو درجاته ورفعة حالته .

(شرح شفا ۳:۳۹۶ حاشیہ نسیم الریاض وطبع بیروت ۲:۷۰)

یعنی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ بلند درجوں میں اور عظیم بلند حالت میں

....

علامہ ابن القیم تحریر فرماتے ہیں:

قال ابو عبدالله و قال شیخنا احمد
بن عمر و :الذی یزیح هذا الا شکال
ان شاء الله تعالیٰ:ان الموت لیس
بعدم محض و انما هو انتقال من حال
الی حال ویدل علی ذلک ان
الشهداء بعد قتلهم وموتهم احیاء عند
ربهم یرزقون فرحین مستبشرین
وهذه صفة الاحیاء فی الدنیاواذا کان
هذافی الشهدآء کان الانبیآء
بذالک احق واولی مع انه قد صح
عن النبی صلی الله علیه وسلم ان
الارض لا تاکل اجسادالانبیاء
.......وقد اخبربه بانه ما من مسلم
یسلم علی الاردالله علیه روحه حتی
یردعلیه السلام.الی غیر ذلک مما
یحصل من جملته القطع بان موت
الانبیاء انماهوراجع الی ان غیبوا

ابو عبداللہ نے کہا کہ ہمارے شیخ احمد بن عمرو
نے کہا جس سے یہ اشکال رفع ہو جاتا ہے
موت عدم محض کا نام نہیں بلکہ ایک حالت
سے دوسری حالت میں منتقل ہونے کا نام ہے
اور اس پر دلیل یہ ہے کہ شہدا قتل ہوتے اور
انتقال کے بعد اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں
رزق دیے جاتے ہیں اور خوش ہیں اور
بشارتیں دیتے ہیں اور دنیا میں زندوں
کی یہی صفات ہیں۔ لہٰذا جب شہدا کا یہ حال
ہے تو پھر انبیاء بدرجہ اولیٰ اس کے حق دار
ہیں اور تحقیق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح
حدیث میں مروی ہے کہ زمین انبیاء کے
اجسام کو نہیں کھاتی اور آپ نے خبر دی کہ جو
کوئی بھی آپ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ
آپ کی روح کو آپ کی طرف لوٹا دیتا ہے حتیٰ
کہ آپ اس کے سلام کا جواب مرحمت
فرماتے ہیں۔ یہ اور اس جیسی دیگر احادیث

....

عنابحيث لا ندركهم وان كانوا موجودين احياء وذلك كالحال في الملائكة فانهم احياء موجودين ولا نراهم.

(کتاب الروح ص ۵۷،۵۸)

سے یہ قطعی طور پر علم حاصل ہوا کہ انبیاء کرام کی وفات کا معنی صرف یہ ہے کہ وہ ہماری نظروں سے غائب ہیں کہ ہم ان کو دیکھ نہیں سکتے اگرچہ وہ زندہ وموجود ہیں ان کا حال فرشتوں کا سا ہے کیونکہ وہ زندہ ہیں اور موجود ہیں مگر ہم ان کو دیکھ نہیں سکتے۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میری چشم عالم سے چھپ جانے والے

علامہ ابن القیم وہابیہ کے نزدیک بہت معتبر اور مسلّم عالم ہیں۔ دیکھیں وہ کس طرح حیاۃ الانبیاء کے اثبات کے ساتھ ساتھ ان کے حاضر وموجود ہونے کی تصریح بھی فرمارہے ہیں۔ (فافہم وتدبر)

حضرت شیخ تاج الدین فاکھانی مالکی فرماتے ہیں:

يوخذ من هذاالحديث ان رسول الله صلى الله عليه وسلم حيى على الدوام.

(الحاوی للفتاوی ۲: ۱۵۱)

اس حدیث شریف سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کیلئے زندہ ہیں۔

قاضی ابوبکر بن العربی المالکی:

ولا يمتنع رؤية ذاته الشريفة بجسده

اور آپ کی ذات شریفہ کی زیارت روح اور

....

وروحه وذلک لانه صلی الله علیه وسلم وسائر الانبیآء احیاء ردن علیھم ارواحھم بعد ما قبضوا.

(الحاوی للفتاوی ۲:۳۶۳)

جسدِ اقدس سمیت ممتنع نہیں ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں اور انکی ارواح قبض کرنے کے بعد واپس ان کی طرف لوٹا دی گئی ہیں۔

حضرت الشیخ علامہ یوسف الدجوی مصری فرماتے ہیں:

ان الانبیاء وکثیرا من صالحیی المسلمین الذین لیسوا بشھداء کاکابر الصحابة افضل مں الشھداء بلاشک ،فاذا ثبتت الحیاۃللشھداء فثبوتھا لمن ھو افضل منھم اولیٰ علی ان حیاۃ الانبیاء مصرح بھافی الاحادیث الصحیحة

(مقالات العلامۃ الدجوی فی الرد علی التیمیین بحوالہ التوسل بالنبی وبالصالحین ۶۷ للعلامۃ ابی حامد بن مرزوق مصری مطبوعہ ترکی ۱۹۸۴ء)

بے شک انبیاء کرام اور بہت سارے صالحین مسلمان جو کہ شہیدوں میں سے نہیں جیسے کہ اکابر صحابہ کرام ہیں وہ شہداء سے بالیقین افضل ہیں تو جب شہداء کے لیے حیات ثابت ہے تو جوان سے افضل ہیں ان کے لیے تو بدرجہ اولیٰ حیات ثابت ہونی چاہیے اور پھر حیات انبیاء میں تو صراحت کیساتھ صحیح احادیث مروی ہیں۔

حضرت علامہ ابی حامد بن مرزوق فرماتے ہیں:

واما حیاۃ الانبیآء فاعلی واکمل واتم من الجمیع لانھا للروح

اور حیاۃ الانبیآء تو وہ سب (شھداء اولیاء ومسلمین) سے اعلیٰ اور اکمل ہے کیونکہ ان کی

. . . .

والجسم على الدوام على ماكان فی الدنيا على ماتقدم عن جماعةمن العلمآء

روح وجسد ہمیشہ اسی طرح ہے جیسے کہ دنیا میں تھا جیسا کہ علماء کی ایک جماعت کا موقف پہلے گزر چکا ہے۔

(التوسل بالنبی وبالصالحین ص۲۱۳)

حضرت علامہ جمیل آفندی الزحاوی فرماتے ہیں:

على انهم احياء فی قبورهم.

(الفجر الصادق فی الرد علی منکری التوسل والکرامات والخوارق ص۶۱ ترکی ۱۹۷۷ء)

کہ حضرات انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

حضرت محمد احمد الشوبری الشافعی ۱۰۶۹ھ فرماتے ہیں:

وكرامات الاولياء لاتنقطع بموتهم اماالانبياء فلانهم احياء فی قبورهم يصلون ويحجون كما وردت به الاخبار وتكون الاغاثة منهم معجزة لهم والشهداء احياء عندربهم ايضاً.

(فتویٰ فی کرامات اولیاء صفحہ الشیخ الشوبری ملحق الدرر السنیۃ مطبوعۃ ترکی ۱۹۸۱ء نقل عنہ الشیخ النبهانی فی الشواهد ص ۱۱۸)

اور اولیاء کی کرامات ان کی موت کے ساتھ منقطع نہیں ہوتی اور بہرحال انبیاء کرام تو وہ اپنی قبور میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں اور حج کرتے ہیں جیسا کہ احادیث اس سلسلہ میں وارد ہیں اور ان کے سامنے استغاثہ پیش کرنا ان کا معجزہ ہے اور شہدا بھی اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔

....

شیخ احمد بن شہاب الدین محمد اسجاعی الشافعی م ۱۱۹۷ فرماتے ہیں:

وھم علیھم الصلاۃ والسلام احیاء فی قبورھم بلاخلاف

اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہی اور اس میں کسی مسلمان کو اختلاف نہیں ہے۔

(رسالۃ فی اثبات کرامات الاولیاص ۷ للشیخ السجاعی مطبوعہ ترکی ۱۹۸۱ ملحق الدرر السنیۃ)

سید محسن الامین مصری لکھتے ہیں:

بانا متفقون علی ان صلی اللہ علیہ وسلم حیی فی قبرہ یعلم زائرہ.

ہم اس پر متفق ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر منورہ میں زندہ ہیں اور زائرین کو جانتے ہیں۔

(کشف الارتیاب فی اتباع محمد بن عبدالوھاب ص ۲۶۱)

سید محسن الامین مزید فرماتے ہیں:

ودلت الآیات والاخبار علی حیاتھم بعد الموت. (ص ۲۳۸)

آیات واحادیث انبیاء کی حیاۃ بعد الوفات پر دلالت کرتی ہیں۔

حضرت سید شیخ عبدالقادر جیلانی غوث اعظم فرماتے ہیں:

الانبیآء والاولیاء یصلون فی قبورھم کما یصلون فی بیوتھم.

انبیاء واولیاء اپنی قبروں میں اسی طرح نماز پڑھتے ہیں جیسا کہ اپنے گھروں میں۔

(سر الاسرار فیما یحتاج الیہ الابرار ص ۱۰۴)

. . . .

الشیخ عبدالکریم محمد المدرس البغدادی فرماتے ہیں:

فقد ثبت ان الانبیآء احیاء فی قبورھم وان الارض لاتاکل اجسادھم.
(نورالاسلام من ارادالفوز بالمرام ص ۲۲۶ مطبوعہ ترکی)

تحقیق یہ ثابت ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور زمین ان کے اجسام طاہرہ کو نہیں کھاسکتی۔

مولانا ابومیمونہ الکرالوی فرماتے ہیں:

وبحیاۃ الانبیاء اجزم فی القبرلھم تصرف الی یوم الحشرفیٔ خبر المعراج والاسراء لقاء النبی موسی بالانبیآء
(التحریرالابداع عن تحبیر الابتداع ص ۷ الملحق سبیل النجاۃ ترکی ۱۹۸۹ء)

اور حیاۃ الانبیاء فی القبر یہ ضرور ثابت ہے اور ان کو قیامت تک تصرف حاصل ہے اور معراج واسراء کی حدیث میں حضرت موسیٰ اور انبیاء کرام کی ملاقات کا ذکر اسی پر دلالت کرتا ہے۔

مولانا سعیدالرحمٰن الیتراہی فرماتے ہیں:

یجوز التوسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کذلک یجوز بقبرالنبی صلی اللہ علیہ وسلم والا فلیس النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمیت فی الحقیقۃبل ھو حیی یرزق.

جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے توسّل جائز ہے اسی طرح آپ کی قبر منورہ سے بھی جائز ہے مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت میں مردہ نہیں ہیں بلکہ زندہ ہیں اور رزق پاتے ہیں۔

(الحبل المتین فی اتباع السلف الصالحین ص ۱۶ طبع استنبول، ۱۹۸۷ء)

حضرت علامہ فضل اللہ شہاب الدین ابو عبداللہ تورپشتی م ۶۶۱ھ فرماتے ہیں:

وازاں جملہ آنست کہ بداند کہ زمین کالبدویر انخودر وبوسیدہ نہ شد وچوں زمین ازوے شگافتہ شود کالبدولے بحال خود باشدو حشروی ودیگر انبیاء چنیں باشدحدیث درست است کہ(ان اللہ حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون)اول ھمہ صلی اللہ برخیزد ازقبر مبارک پیغمبر مانچہ یاد کردہ شد دانستن آں مھم تا تعظیم وتوقیررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ حق تعالیٰ برما فرض کردہ است

(المعتمد فی المعتقد ص ۱۱۸ طبع استنبول ۱۹۹۱ء)

اوران دیگر خصوصیات کے ساتھ ساتھ یہ بھی جاننا چاہیئے کہ آپ کے جسم مبارک کو زمین نہیں کھا سکتی اور نہ ہی وہ بوسیدہ ہوگا۔اور جب زمین شق ہوگی تو آپ کا جسدِ اقدس اپنی اصلی حالت میں محفوظ ہوگا اور اسی وجود مبارک کے ساتھ آپ اور دیگر انبیاءکرام کا حشر ہوگا اور یہ حدیث بالکل صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاءکرام کے اجسام حرام کردیئے ہیں انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں اور تمام کائنات سے پہلے قبر سے ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھیں گے۔اس کو یاد کرلو اور جان لو کہ یہ بہت اہم چیز ہے اور کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر اللہ جل مجدہ نے ہم پر فرض فرمادی ہے۔

حضرت علامہ آلوسی بغدادی ارشاد فرماتے ہیں:

والاخبار المذکورۃ بعد فیماسبق المراد منھا کلھا اثبات الحیاۃ فی

اور یہ تمام احادیث مذکورہ اور جو کچھ گزرا اس تمام سے انبیاءکرام علیہم السلام کی حیاۃ فی

....

القبر بضرب من التأ ويل والمراد	القبر کا اثبات ہوتا ہے اور اس سے حیات کی
بتلک الحیاة نوع من الحیاة	ایک ایسی قسم مراد جو کہ ہماری سمجھ سے بالاتر
غیر معقول لنا وھی فوق حیاة	ہے اور یہ شہدا کی حیات سے بلند و بالا ہے اور
الشھداء بکثیر وحیاة نبیناصلی اللہ	پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات تو تمام
علیه وسلم اکمل واتم من حیاة	انبیاء کرام علیہم السلام سے بھی اکمل واتم ہے۔
سائرھم علیھم السلام.	

(روح المعانی پارہ نمبر ۲۲، ۱۲: ۳۸)

حضرت علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں:

وقال الداؤدی ای لایموت فی قبرہ	اور امام داؤدی نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ
موته اخر کماقیل فی الکافر والمنافق	علیہ وسلم کے لیے قبر میں دوسری موت نہیں
به ان ترد الیه روحه ثم قبض .	ہے جیسا کہ کافر اور منافق کے حق میں کہا گیا
(عمدۃ القاری شرح البخاری ۱۸: ۲۷ کتاب المغازی)	ہے کہ ان کو روح لوٹا کر پھر قبض کر لی جاتی ہے

آپ مزید فرماتے ہیں:

واراد الموتتین الموت فی الدنیا	اور دو موتوں سے مراد ہے کہ ایک اس دینا میں
والموت فی القبر وھی الموتتان	موت اور دوسری قبر میں اور یہ دونوں موتیں
المعروفتان المشھور تان فلذلک	معروف ومشہور ہیں اور یہ دونوں موتیں
ذکرھما بالتعریف ھما الموتتان الو	سوائے انبیاء کرام علیہم السلام کے سب کے
الواقعتان لکل احد غیر الانبیآء علیھم	لیے ثابت ہیں اور انبیاء کرام کے لیے وہ

....

الصلاۃ و السلام فانھم لا یموتون فی قبورھم بل ھم احیاء.

موت نہیں ہے بلکہ وہ اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ۱۶: ۱۸۵ باب فضائل صدیق اکبر)

حضرت امام محمد بن الحسن بن فورک فرماتے ہیں:

ان نبینا صلی اللہ علیہ وسلم حیی فی قبرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابدالآباد علی الحقیقۃ لا المجاز وانہ کان نبیًا و آدم بین المآء والطین.

(طبقات الشافعیۃ الکبری ۳: ۵۴ طبع بیروت)

بے شک ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ اللہ کے رسول ہیں ابدالآباد تک حقیقی طور پر نہ کہ مجازی طور پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی نبی تھے جبکہ حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے (دوران تخلیق تھے)

حضرت علامہ امام تاج الدین السبکی الشافعی فرماتے ہیں:

ومن عقائدنا ان الانبیآء علیھم السلام احیاء فی قبورھم فاین الموت (وعندھم محمد صلی اللہ علیہ وسلم حیی فی قبرہ.

(طبقات الشافعیہ ۲: ۲۶۶)

یہ ہم اہل سنت کے عقائد میں سے ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں تو پھر ان کے لیے موت کہاں ہے؟ اور (اہل سنت) کے نزدیک حضرت محمد ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں۔

....

علامہ تاج الدین السبکی مزید فرماتے ہیں:

لان عندنا محمد صلی الله علیه وسلم حیی یحس و یعلم وتعرض علیه اعمال الامة ویبلغ الصلوٰة و السلام مابینا.

(طبقات الشافعیہ۲:۲۸۲)

کیونکہ ہمارے نزدیک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں حس رکھتے ہیں اور (امت کے حالات) جانتے ہیں اور صلاۃ وسلام آپ کو پہنچایا جاتا ہے اور آپ پر امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔

اشاعرہ کا مسلک

وعند هم محمد صلی الله علیه وسلم حیی فی قبره

اور ان (اشاعرہ) کے نزدیک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں

حضرت علامہ تاج الدین السبکی مزید فرماتے ہیں:

ودل علی ان نبینا صلی الله علیه وسلم حیی فی قبره.

(ایضاً ۲:۲۸۰)

اور یہ دلائل اس پر دلالت کرتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں۔

حضرت علامہ امام عبدالروف المناوی المصری فرماتے ہیں:

(الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون ،لانهم کا لشهداء بل افضل والشهداء احیاء عند ربهم وفائدة

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں کیونکہ وہ شہداء کی طرح بلکہ ان سے بہت افضل ہیں

التقییدبالعندیه الاشارة ان حیاتهم	اورشھداءاپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں اور
لیست بظاهرة عندنا وهما کالملئکة	یہاں عندربھم کی تقیید کا یہ فائدہ ہے کہ اس
و کذاالانبیاء ولهذا کانت الانبیآء لا	میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان شھداء کی زندگی
تورث.	ہمارے پاس ظاہر نہیں ہےاوروہ شہداء ملائکہ
(فیض القدیرشرح الجامع الصغیر۳:۱۸۴بیروت۱۹۷۲ء)	کیطرح ہیں جیسا کہ حضرات انبیاءکرام (کیونکہ فرشتے بھی زندہ ہیں لیکن ہمیں نظر نہیں آتے اسی طرح انبیاء ہیں۔اسی لیے انبیآءکا کوئی وارث نہیں ہوتا۔

علامہ مناوی مزید فرماتے ہیں:

والانبیآء احیاء فِیْ قبورهم یصلون | اورانبیاءکرام علیہم السلام اپنی قبور میں نماز
(فیض القدیر۳:۴۰۰) | پڑھتے ہیں۔

حضرت علامہ امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

ان حیاته صلی الله علیه وسلم فی القبر لایعقبهاموت بل یستمر حیاو الانبیآء احیاء فی قبورهم.

(فتح الباری۷:۲۱باب فضائل صدیق اکبر بیروت۱۹۸۸ء)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاۃ قبر میں ایسی ہے کہ جس پر موت واقع نہیں ہوتی۔بلکہ آپ ہمیشہ زندہ ہیں۔کیونکہ حضرات انبیاءکرام اپنے مزارات مقدسہ میں زندہ ہیں۔

حضرت علامہ امام علی بن برہان الدین الحلبی الشافعی فرماتے ہیں:

وفیه ان یقتضی ان الانبیاء علیهم | اوراس میں اس طرف اشارہ ہے جو کہ مقتضی

....

الصلاۃ والسلام یفزعون لانھم احیاء (السیرۃ الحلبیہ ۳:۳۰۴)

ہے اس طرف کہ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ و السلام بیدار ہوں گے کیونکہ وہ (اپنی قبور میں) زندہ ہیں

حضرت امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

یدل علی ان الانسان یحیا بعد الموت وکذلک قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام: انبیآء اللہ لا یموتون ولکن ینقلون من دار الی دار. (التفسیر الکبیر ۲۱:۴۱)

یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ انسان موت کے بعد زندہ ہیں اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: انبیاء اللہ مرتے نہیں لیکن ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہو جاتے ہیں

حضرت مولانا علامہ عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں:

فان الرسالۃ لاتنقطع بالموت بل وکذا الولایۃ وجمیع المکارم الدینیۃ کیف والانبیآء احیاء فی قبور ھم. (عمدۃ الرعایۃ فی حل شرح الوقایۃ ۲:۳۰۷ کتاب الجھاد)

بے شک رسالت موت کیساتھ منقطع نہیں ہوتی اور بلکہ اسی طرح ولایت اور تمام مکارم دینیہ منقطع نہیں ہوتیں تو نبوت کیسے منقطع ہو سکتی ہے۔ جبکہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

حضرت الشیخ حاجی عبدالوہاب بخاری م۔۹۳۲ء فرماتے ہیں:

دو نعمت در عالم بالفعل موجود است دو نعمتیں اس دنیا میں بالفعل موجود ہیں جو کہ

که فوق جمیعنعمت هاست ولیکن مردم قدر آن نعمت رانمی شناسد وبدان پیے نمی پر ندواز تحصیل آنها غافلندیکی آنکه وجودمبارک محمد مصطفےٰ صلی الله علیه وسلم بصفت حیاة درمدینه موجود است ومردم ایں سعادت رادرنمی یابندو دیگر قرآن مجید که کلام پرو ردگاراست .

تمام نعمتوں سے بلند اور افضل ہیں اور لوگ ان کی قدر و منزلت نہیں جانتے اور ان سے فیض حاصل کرنے سے غافل ہیں۔ ان نعمتوں میں سے ایک محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک جو کہ حیاۃ تامہ کی صفت کے ساتھ مدینہ منورہ میں موجود ہے اور لوگ اس نعمت عظمیٰ کو حاصل نہیں کرتے اور دوسری نعمت قرآن کہ یہ اللہ تعالیٰ کا پاک کلام ہے۔

(اخبار الاخیاء للشیخ عبدالحق محدث دھلوی ص ۲۱۵)

حضرت علامہ سیّدی محمد بن قاسم جتوس تحریر فرماتے ہیں:

لانه حیی فی قبره و کذاسائر الانبیآء.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں جیسا کہ تمام انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

مزید فرماتے ہیں:

ان الانبیاء احیاء ان حیاتهم زائدة علی حیاة الشهداء وانها قد تعطی بعض احکام الدنیا. قال ابن حجر وقد صح ان الانبیاء یحجون ویلبون

بے شک انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں بے شک ان کی حیاۃ شہداء سے افضل ہیں اور ان پر بعض دنیاوی احکام مرتب ہوتے ہیں اور امام ابن حجر نے فرمایا کہ یہ صحیح ہے کہ انبیاء

فانهالهم ليست تكليفية بل يتلذذون بها.
(الفوائد الجليلة البهية ۱/۲۳۶) دارالفکر باب فی میراث رسول صلی اللہ علیہ وسلم)

کرام حج کرتے ہیں اور تلبیہ پڑھتے ہیں اور یہ انکے لیے عبادت تکلیفیہ نہیں ہے بلکہ وہ اس سے لذت حاصل کرتے ہیں۔

حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الانبياء احياء فی القبور
(سیر الاولیاء ۱۸۵ از میر خورد)

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:

الانبيآء يصلون فی القبور شنيده باشندو حضرت پيغمبر ما عليه وعلى آله الصلوٰة والسلام شبِ معراج چوں بر قبر حضرت كليم على نبينا وعليه الصلوٰة والسلام گذشتندو ديد ند كه در قبر نمازمی گذارد.
(مکتوبات شریف دفتر دوم حصہ ششم مکتوب ۱۶ ص ۴۳)

انبیاء کرام علیہم السلام قبور میں نماز پڑھتے ہیں یہ تو آپ نے سنا ہی ہوگا اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی شب جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر پر گزرے تو آپ نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے۔

حضرت امام شمس الدین محمد یوسف الکرمانی شافعی فرماتے ہیں: (م۔۷۸۶ھ)

ويحتصل ان يرادان حياتک فی

اور یہ احتمال ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

....

القبر لا یعقبها موت فلا تزوق مشقة الموت مرتین

(کوکب الدراری المعروف الکرمانی شرح صحیح بخاری ۱۴:۳۱ باب بداء الخلق حدیث ص۳۴۴۳)

نے یہ ارادہ کیا ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں حیات ایسی ہے کہ موت جس کا تعقب نہیں کرے گی۔ (موت نہیں آئے گی) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو مرتبہ موت کا ذائقہ نہیں چکھیں گے۔

حضرت علامہ احمد بن محمد القسطلانی شارح بخاری فرماتے ہیں: (م۹۲۴ھ)

ولا شک ان حیاۃ الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ثابتة معلومة مستمرة ونبینا صلی الله علیه وسلم افضلهم واذا کان کذلک فینبغی ان تکون حیاته صلی الله علیه وسلم اکمل واتم من حیاۃ سائرهم.

(المواهب اللدینہ ۴/۵۸۷، ۵۸۸/۴)

بلاشک حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ و السلام کی حیات (قبر میں) ثابت معلوم اور ہمیشہ رہنے والی حیاۃ ہے اور ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ان سب سے افضل ہیں تو جب آپ افضل ہیں تو چاہیئے کہ آپ کی حیاۃ فی القبر بھی سب سے زیادہ اکمل اور مکمل حیاۃ ہو

حضرت مولانا ابوالحسن حسن کاکوروی فرماتے ہیں:

''حیات مستمرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدلائل قویہ ثابت ہے۔کوئی مسلمان اس سے انکار نہ کرے......اسی طرح اور حدیثیں بہت ہیں کہ ان سے حیاتِ مستمرہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بھی انبیآء علیہم السلام خصوصاً اور عموماً بعد چشیدن موت یکبارہ ثابت ہوتی

. . . .

ہے......اور جو موت قرآن شریف میں مذکور ہے کہ انک میت وانھم میتون :اور جس موت پر اجماع منعقد ہوئی سو وہ موت مراد ہے کہ جو جملہ انبیاء، شہداء اور مسلم و کافر کو ہوتی ہے پھر انبیاء اور شہداء بعد اس موت کے بہ حیات مستمرہ زندہ کیے جاتے ہیں......واضح ہو کہ حیاتِ انبیاء بھی بقدر شان اور مرتبہ ہے اور حیاتِ شہداء سے افضل ہے۔

(تفریح الاذکیا فی احوال الانبیآء ۱:۳۳۱،۳۳۲ نفیس اکیڈمی)

حضرت علامہ اسمٰعیل حقی فرماتے ہیں:

تعلق ارواحهم باجسادهم تصير باجسادهم حية كحياتها فى الدنيا و تقصيرهم القدرة والافعال الاختياريه.

(کذا فی انسان العیون تفسیر روح البیان ۴:۸۷

(مترجم ۱۱:۳۷۴)

ان کی ارواح کا تعلق ان کے اجسام سے اسی طرح ہوتا ہے کہ ان کے اجسام بھی اسی طرح زندہ ہو جاتے ہیں جس طرح کہ دنیا میں تھے اور ان کو افعال و اختیار کی قدرت عنایت فرمائی جاتی ہے جیسا کہ انسان العیون میں ہے۔

حضرت علامہ حافظ ابوالفرج زین الدین عبدالرحمٰن احمد بن رجب الحنبلی (۷۹۵ھج)

ولان حياة الانبياء اكمل من حياة الشهداء بلاريب فشملهم حكم الاحياء.

کیونکہ حیات الانبیآء حیات شہداء سے اکمل ہے اور اس میں کوئی شک نہیں پس وہ زندوں کے حکم میں شامل ہیں۔

(احوال القبور و احوال اھلھا الی النشور ص ۱۳۵)

حضرت امام شیخ الاسلام تقی الدین ابو عمرو عثمان بن صلاح الشہر زوری الشافعی

....

المعروف بہ ابن الصلاح فرماتے ہیں:

والانبیاء احیاء بعد انقلابهم الی الآخرة من الدنیا فلیحذر المرء من ان یطلق لسانه فی نفی ذلک عنه الآن صلی الله علیه وسلم فانه من عظم الخطاء وقد کانت الکرامیة شخت بخراسان علی الاشعری بمثل هذا فبین ابو محمدالجوینی والقشیری وغیرهما براء ته من ذلک. (فتاوی ومسائل ابن الصلاح ۱:۱۳۲، ۱۳۳ جامعها کمال الدین اسحق بن احمد بن عثمان المغربی)	اورانبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام دنیا سے آخرت کی طرف تشریف لے جانے کے بعد زندہ ہیں پس آدمی کو اس سے ڈرنا چاہیئے کہ اپنی زبان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اب رسالت اور حیات کی نفی کرے کیونکہ یہ بہت بڑی اور عظیم خطا ہے اور کرامیہ فرقہ نے خراسان میں اس شنیع عقیدہ کی نسبت امام ابو الحسن الاشعری کی طرف کی تھی تو امام ابو محمد الجوینی اور امام قشیری نے اس برے عقیدے سے امام الاشعری کی برأت ظاہر وثابت فرمائی۔

شیخ احمد بن محمد خیر شنقیطی مالکی المدنی فرماتے ہیں:

فهو صلی الله علیه وسلم حیی فی قبره الشریف یتصرف فی الکون باذن الله تعالیٰ کیف شاء. (المهند علی المفند ص ۱۱۰)	پس حضرت صلی اللہ علیہ وسل اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں باذنِ خداوندی کون (کائنات) میں جو چاہتے ہیں تصرف فرماتے ہیں۔

....

مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مولانا شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی فرماتے ہیں:

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہیں اور رحمت کا سلسلہ ہرگز منقطع نہیں ہوا۔ آپ کی حیات مبارکہ کو سمجھنے کے لیے قرآن کریم کی اس آیت کو ملاحظہ کریں جس میں شہداء کے لیے کہا گیا ہے کہ وہ مرے نہیں بلکہ زندہ ہیں۔ ظاہر ہے کہ شہید کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے طفیل ہی شہادت ملی ہے اس لیے جس کے طفیل زندگی ملے وہ زندگی سے کیسے محروم رہ سکتا ہے

اس کے علاوہ اس حقیقت کو بھی سامنے رکھنا چاہیئے کہ شہید کا ترکہ تقسیم ہوتا ہے اور اس کی ازواج سے دوسرے شادی کر سکتے ہیں لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ تقسیم نہیں ہوا اور آپ کی ازواج کو دوسروں کے لیے حرام کر دیا گیا ہے کہ وہ مومنین کی مائیں ہیں اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ شہداء سے کہیں عالی و بلند ہے۔''

(مظہر العقائد ص ۴۹، ص ۵۷ رضا اکیڈمی لاہور)

حضرت امام علامہ ابی بکر بن الحسین بن عمر ابی الفخر المراغی م۔ ۸۱۶ھ فرماتے ہیں:

وبھذا یعلم ان الحیاۃ الّتی نثبتھا للنبی صلی اللہ علیہ وسلم زائدۃ علی حیاۃ الشھید.

اور اس سے علم ہوا کہ جو ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حیات ثابت کرتے ہیں وہ شہید کی حیات سے زائد یعنی کامل تر ہے۔

(تحقیق النصرۃ بتلخیص معالم دار الھجرۃ ص ۱۲۰)

امام الحرمین حضرت امام جوینی نقل فرماتے ہیں:

اما ما خلفه بقی علی ما کان فی حیاته

اور جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں

....

فکان ینفق ابوبکر منه علی اهله وخدمه کان یری انه باق علی ملک النبی صلی الله علیه وسلم فان الانبیآء احیاء وهذا یقتضی اثبات الحیاة فی احکام النبی وذلک زائد علی حیاة الشهید.

(ایضاً ص ۱۳۰)

آپ کے پاس تھا اس میں جو کچھ باقی بچا حضرت صدیق اکبر نے اس کو ان اہل بیت اور خادموں میں خرچ کیا کیونکہ ان کے نزدیک یہ میراث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک میں باقی تھی کیونکہ انبیاء کرام زندہ ہیں اور یہ بات ان کی حیات کا تقاضا کرتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام میں اور یہ حیات شہید کی حیات سے زائد واعلیٰ ہے۔

حضرت امام العزبن عبدالسلام فرماتے ہیں:

ان النبی صلی الله علیه وسلم حیی واعماله فیه مضاعفة اکثر من کل احد.

(فتاویٰ علامہ سبکی ۱/۳۰۹)

بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور قبر میں ہر ایک سے ان کے اعمالِ خیر بھی زیادہ ہیں۔

نوعِ حیات میں اختلاف

حضرات انبیاء کرام علیہم السّلام کے حیاۃ فی القبور ہونے میں تو امّتِ محمدیہ بالخصوص حضرات علماء اہل سنّت میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں ہے اور اس میں پوری امت کا اجماع ہے لیکن یہ کہ حیات فی القبور کی نوعیت کیسی ہے اس بارے میں علمائے اہل سنّت وجماعت کے فقہاء و متکلمین اور دیگر حضرات کی اکثریت کے نزدیک تو یہ حیات حقیقی حسی دنیاوی جیسی بلکہ کئی جہات سے اس سے بھی بلند واعلیٰ وافضل حیات مبارکہ ہے۔

....

چنانچہ سرخیلِ اہل سنت علمائے اسلاف کے عقائد کے امین برحق مجدد وقت حضرت امام الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فانهم صلوات الله تعالیٰ وسلامه علیهم طیبون طاهرون احیاء وامواتا بل لاموت لهم الا انیا تصدیقا للو عدثم هم احیاء ابدا بحیاة حقیقیة دنیاویة روحانیة جسمانیة کما معتقداهل السنة و الجماعة ولذالا یورثون و یمتنع تزوج نساء هم صلوات الله تعالیٰ وسلامه علیهم بخلاف ا لشهدا ء الذین نص الکتاب العزیز انهم احیاء و نهی ان یقال لهم اموات.

(فتاوٰی رضویہ: ۶۵۳ طبع قدیم فیصل آباد، جلد۳ ص ۲۰۳ طبع جدید رضا فاؤنڈیشن لاہور)۔

حضرات انبیاء کرام صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم حیات وممات ہر حالت میں طیب وطاہر ہیں بلکہ ان کے لیے موت کا آنا محض تصدیق وعدہ الٰہیہ کے لیے ہے پھر وہ ہمیشہ حیات حقیقی دنیاوی روحانی وجسمانی کے ساتھ زندہ ہیں جیسا کہ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے اسی لیے کوئی ان کی وراثت کا حقدار نہیں ہوتا اور ان کی عورتوں سے کسی کا نکاح کرنا منع ہے۔صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم بخلاف شہداء کے کہ جن کے بارے میں قرآن مجید نے صراحت فرمائی کہ وہ زندہ ہیں اوران کو مردہ کہنے سے منع فرمایا ہے

اس سے ثابت ہوا کہ اہل سنت و جماعت کا انبیاء کرام کی حیاۃ فی القبور کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ ان کی حیات مبارکہ حقیقی دنیاوی روحانی جسمانی ہے۔

حضرت امام تقی الدین السبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

....

حیاۃ الانبیآء فی القبر کحیاتھم فی الدنیا ویشھدلہ صلاۃ موسیٰ فی قبرہ فان الصلاۃ تستدعی جسداحیا. (الحاوی للفتاوی ص۲/۱۵۲)	انبیاء کی حیات قبور میں حیات دنیا کی طرح ہےاوراس کی دلیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا ہے کیونکہ نماز زندہ جسم کی متقاضی ہے۔

لیکن اس کے برعکس موجودہ دور کے وہابی حیاۃ الانبیاء کے منکر ہیں اور اگر قائل ہیں تو صرف روحانی برزخی زندگی کے حقیقی جسمانی زندگی کے نہ صرف مخالف ومنکر ہیں بلکہ قائلین کو گمراہ اور بدعتی ہونے کے بھی فتوے دے رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو سرخیل وہابیہ پاکستان مولوی اسماعیل سلفی گوجرانوالہ نے اس سلسلہ میں کیا لکھا ہے۔ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کہ ''یہ اہل سنت کا عقیدہ ہے'' لکھ کر آگے مولوی صاحب کہتے ہیں: (مگر جو اہل سنت ہیں ان کی کتابوں میں نہیں)

(تحریک آزادیٔ فکراور شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی ص ۳۸۳)

یہ تو ابھی معلوم ہوگا کہ یہ اہل سنت کی کتابوں میں ہے یا کہ نہیں (انشاء اللہ تعالیٰ اور اس کے بعد مذکورہ مولوی صاحب نے سرخی جمائی ہے۔

''انبیآء کی حیات دنیوی اہل بدعت کا مذہب ہے''

اوراس سرخی کے نیچے لکھا ہے۔

''ابن القیم کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حیات دنیاوی اہل بدعت اور معطلہ کا مذہب ہے۔ قصیدہ نونیہ ص ۱۴۰ ملاحظہ فرمائیں۔

(تحریک آزادی فکراور شاہ ولی اللہ کی تجدید مساعی ص ۲۹۲)

....

تو اب ملاحظہ فرمائیں کہ اہل سنت کی کتابوں میں اس کی صراحت ہے یا کہ نہیں؟

حضرات امام تقی الدین علی السبکی فرماتے ہیں:

واما حیاۃ الانبیآء اعلی و اکمل واتم من الجمیع لانہا للروح والجسدعلی الدوام علی ما کان فی الدنیا علی ما تقدم عن جماعۃ من العلماء.

اور بہر حال حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات تمام سے اعلیٰ اکمل اور اتم ہے کیونکہ ان کی حیاۃ جسم اور روح دونوں کو دوامی طور پر حاصل ہے جس طرح کہ دنیا میں تھی۔

(الشفاء السقام ۳۰۶)

اور حضرت امام جلال الدین سیوطی امام تقی الدین السبکی سے ہی نقل فرماتے ہیں:

وحیاۃ الانبیآء فی القبر کحیاتہم فی الدنیا ویشھدلہ صلاۃ موسیٰ فی قبرہ فان الصلاۃ تستدعی جسدًا حیاً وکذلک الصفات المذکورۃ فی الانبیآء لیلۃ الاسراء کلھاصفات الاجسام.

اور انبیاء کرام کی قبر میں زندگی دنیا کی سی زندگی کی طرح ہے اور اس کی دلیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا ہے کیونکہ نماز زندہ جسم کی متقاضی ہے اور اسی طرح شب معراج میں انبیآء کرام کی صفات جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمائیں وہ تمام کی تمام بدنی صفات ہیں (نہ کہ صرف روح کی حیات صرف روحانی ہو)

(الحاوی للفتاوی ۲:۱۵۲)

حضرت امام نورالدین علی بن احمد السمھودی م ۹۱۱ھ فرماتے ہیں:

....

واما ادلة حياة الانبيآء فمقتضاها حياة الابدان كحالة الدنيا مع الاستغناء عن الغذاء ومع قوة النفوذ فى العالم وقد ارضحنا المسالةفى كتابنا المسمیٰ بالوفالمايجب لحضرة المصطفیٰ صلى الله عليه وسلم.

اور انبیاء کرام کی حیاۃ کے دلائل اس بات کے متقاضی ہیں کہ ان کی حیاۃ ابدان کے ساتھ ہو جیسا کہ دنیا میں ان کی حالت تھی اس کے ساتھ ساتھ غذا سے مستغنی ہونے کے باوجود اور دنیاو عالم میں نفاذ کی قوت کے ساتھ اور اس کی ہم نے وضاحت اپنی کتاب ''الوفالما یجب لحضرۃ المصطفیٰ'' میں کردی ہے۔

(وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ ۴:۱۳۵۵)

حضرت علامہ بدر الدین زرکشی فرماتے ہیں:

له صلى الله عليه وسلم فى آن واحد من اقطار نواح متباعدة مع ان رؤيته صلى الله عليه وسلم حق وهو حيى فى قبره يصلى فيه باذان واقامة بانه صلى الله عليه وسلم سراج كما قال الله تعالیٰ وسراجامنيرا.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک آن میں مختلف اقطار میں موجود ہونا اور آپ کی زیارت حق ہے اور آپ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور اذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورج ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو سراجا منیرا کہا ہے۔

(زرقانی علی المواهب ۵:۳۹۵)

حضرت ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فمن المعتقد المعتمد انه صلى الله عليه وسلم حيى فى قبره كسائر

اور قابل اعتماد عقیدہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر منورہ میں زندہ ہیں جیسا کہ تمام

....

الانبیآء فی قبورھم وھم احیاء عند	انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور ان کی
ربھم وان لارواحھم تعلقا بالعالم	اروح کا تعلق عالم علوی وسفلی کے ساتھ اسی
العلوی والسفلی کما کانوا فی حالة	طرح ہے جیسا کہ حالت دنیاوی میں تھا پس
الدنیای فانھم بجسب القلب عرشیون	وہ قلب کے لحاظ سے عرشی ہیں اور قالب
و باعتبار القالب فرشیون .	(جسد) کے لحاظ سے فرشی ہیں۔

(شرح الشفاء طبع علی نسیم الریاض ۳:۴۹۴)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

بدانکہ حیات انبیاء صلوات الله	جاننا چاہیئے کہ جملہ حضرات انبیآء کرام علیہم
وسلامہ علیھم اجمعین متفق علیه	الصلاۃ والسلام کی حیات علماء ملت کے
است میان علماء ملّت وهیچ کس	نزدیک متفق علیہ ہے اور اس میں کسی کا کوئی
راخلاف نسیت درآں که آں کامل	اختلاف نہیں ہے کہ آپ کی حیات شہداء اور
تروقوی ترازوجود حیات شھداء	اللہ کی راہ میں مقتولوں کی حیات سے کامل تر
ومقاتلین فی سبیل الله است که آں	اور قوی تر ہے کیونکہ شہداء کی زندگی تو اللہ
معنوی واخروی است عندالله و	کے نزدیک معنوی اور اخروی ہے جبکہ انبیآء
حیات انبیآء حیات حسی دنیاوی	کی حیات حسّی اور دنیاوی ہے اور اس میں
است واحادیث وآثار دران واقع	احادیث وآثار موجود ہیں۔
شده.	

(مدارج النبوہ باب حیاۃ الانبیآء ۲:۴۴۷)

....

حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مندرجہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیم السلام کی حیات دنیاوی وحقیقی ہونے میں علماء امت کا اجماع ہے اور اتفاق ہے اور اس میں کسی شخص کو بھی اختلاف نہیں ہے تو پتہ چلا کہ حیات الانبیاء کی حیات حقیقی دنیاوی میں اختلاف حضرت شیخ صاحب کی زندگی کے بعد پیدا ہوا اور منکرین حیات الانبیآء آپ کے بعد پیدا ہوئے۔

دوسری جگہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی مزید وضاحت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

با چندیں اختلافات و کثرت مذاهب که در علمائے امت است یک کس را دریں مسئله خلافے نیست که آنحضرت صلی الله علیه وسلم بحقیقت حیات بے شائبه مجاز وتوهم تاویل دائم وباقی است وبر اعمال است حاضر وناظر.

(مکتوبات شریف برحاشیہ اخبار الاخیار ص ۱۵۵)

باوجود اس بات کے کہ امت علماء میں (کئی مسائل میں) اختلافات ہیں اور بہت سارے مذاہب (فرقے) ہیں لیکن اس مسئلہ میں کسی ایک کا بھی اختلاف نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حقیقی زندگی کے ساتھ ہمیشہ باقی ہیں اور امت کے (احوال) اعمال پر حاظر وناظر ہیں۔ اس میں نہ تو مجاز کا شائبہ ہے اور نہ ہی کسی قسم کی تاویل کا وہم ہے۔

سبحان اللہ! حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہ جن کی وسیع النظری و وسعت مطالعہ اہلسنت کے مخالفین (مولوی سرفراز گکھڑوی وغیرہ کو بھی تسلیم ہے وہ باوجود اپنے وسیع علم و نظر اور وسیع مطالعہ کے یہ فرمارہے ہیں کہ ہمارے زمانے تک نہ تو کوئی شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ

....

وسلم کی حیات دنیاوی کا منکر ہے اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاظر وناظر ہونے کا منکر ہے اور یہ دونوں عقیدے بغیر شائبہ مجاز وہم تاویل کے ہیں۔

ان عبارات سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اور حاضر وناظر کے منکرین (وہابیہ، دیابنہ) گیارہویں صدی ہجری کے بعد کی پیداوار ہیں اور انگریز کا لگایا ہوا پودا ہیں کیونکہ حضرت شیخ صاحب گیارہویں صدی ہجری کے بطل جلیل اور مجدّد ہیں۔ اور یقیناً حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح فرمایا کیونکہ آپ کے دُور تک ابن تیمیہ کا فتنہ تقریباً ختم ہو چکا تھا اور شیطان کا سینگ ابھی تک نجد سے نمودار نہیں ہوا تھا۔

حضرت شیخ نورالحق بن شیخ عبدالحق محدّث دہلوی (م ۱۰۷۳ھ) فرماتے ہیں:

وقول مختار ومقرر جمہور ہمیں است کہ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام بعد از اذاقت موت زندہ اندبحیات دنیوی.

جمہور کے نزدیک طے شدہ حقیقت اور مختار قول یہ ہے کہ حضرات انبیآء علیہ الصلوٰۃ والسلام موت چکھنے کے ساتھ زندہ ہیں۔

(تیسر القاری شرح صحیح بخاری ۳:۲۶۲)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جس حیات پر علماء کی اکثریت ہے وہ حیات حقیقی جسمانی اور دنیاوی حیاۃ کے مثل ہے نہ کہ صرف روحانی اور جن علماء نے اس کو برزخی زندگی کیساتھ تعبیر کیا ہے تو وہ صرف مکان کے لحاظ سے ہے کہ وہ اب برزخ میں ہیں اس لحاظ سے وہ ہیں تو برزخ میں لیکن زندگی بہر حال حقیقی اور جسمانی ہے۔

....

حضرت شیخ احمد حسنی فرماتے ہیں:

آں حیات دنیویم خبراز بہر شماست

بعد نقلم آن وفاتم خیراز بہر شماست

(تحفہ احمد یہ المسمیٰ بہ نجوم الشھابیہ رجوم للوھابیہ ص ۷۷ مطبوع لاہور ۱۲۸۵ ھج)

'حضرت مولانا نواب قطب الدین خاں صاحب فرماتے ہیں:

''زندہ ہیں انبیاء کرام علیہم السلام قبروں میں۔ یہ مسئلہ متفق علیہ کسی کو اس میں خلاف نہیں کہ حیات ان کی وہاں حقیقی جسمانی دنیا کی سی ہے۔

(مظاہر حق ۱: ۴۴۵)

مندرجہ بالا حضرات علماء اسلام کی عبارات سے واضح ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر منورہ میں بحیاۃ حقیقی جسمانی دنیاوی زندہ ہیں اور یہ مذہب مہذّب امت کے علماء کی اکثریت کا ہے اور یہی مسلک اہل سنت ہے۔

حضرت امام علامہ ابن حجر مکی (م۔۹۷۳) فرماتے ہیں:

واما ادلة حياة الانبياء فمقتضاء ها	اور حیات الانبیآء کے دلائل متقاضی ہیں کہ وہ
حياة الابدان كحالة الدنيا مع	حیاۃ ابدان کے ساتھ ہو جیسا کہ دنیا میں تھی۔
الاستغنآء عن الغذاء.	لیکن غذا وغیرہ سے مستغنی ہو۔

(الجوہر المنظم فی زیارۃ القبر الشریف النبوی المکرم المعظم ص ۲۷)

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

الظاهر من الادلة ان حياة الشهدآء	ان دلائل سے ظاہر ہے کہ شہداء کی زندگی

....

اقوی من حیاۃ الاو الیآء للنص علیها	اولیاء کی زندگی سے زیادہ قوی ہے کیونکہ ان کی
فی القرآن الکریم ودون حیاۃ	زندگی کے بارے میں قرآن کریم میں نص
الانبیآء لانهم بها اولیٰ و اخریٰ	وارد ہے اور انبیاء کی زندگی ان سے اولی اور
والتفاوت فیها بمعنی التفاوت فی	دوسری قسم کی ہے اور مختلف ہے اور یہ اختلاف
ثمراتهاغیر بعیدفتامله وقدنظر بعض	حیاۃ کے ثمرات میں سے بعید نہیں ہے اور
آئمتنا الی ان حیاته صلی الله علیه	ہمارے بعض ائمہ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی
وسلم امتازت بانها تقتفی اثباتها حتی	اللہ علیہ وسلم کی حیات ممتاز ہے کیونکہ یہ حیات
فی بعض احکام الدنیا .	اثبات کا تقاضا کرتی ہے حتیٰ کہ اس پر بعض
(الجوہر المنظم ص۲۲)	دنیاوی احکام بھی لاگو ہوتے ہیں۔

مولانا ابوالحسن حسن کاکوروی فرماتے ہیں:

''گویا حیات دیگران بخبر حیات انبیآء حیز اعتبار سے ساقط ہے کیونکہ احکام دنیویہ اس پر مترتب نہیں ہوتے بخلاف حیات انبیاء علیہم السلام کہ احکام دنیویہ کا ترتب اس پر ہوتا ہے''۔

(تفریح الاذکیا ۱:۳۳۲)

حضرت علامہ شہاب الدین محمود الآلوسی فرماتے ہیں:

ثم ان تلک الحیات فی القبروان کان	اور پھر یہ جو قبر کی زندگی ہے اس پر مصروف
یترتب علیها بعض یترتب علی	دنیاوی زندگی کے بعض احکام مترتب ہوتے
الحیاۃفی الدنیاالمعروفة لنا من	ہیں جیسے نماز آذان اقامت اور سلام کہہ کر

....

الصلوٰة والآذان والاقامة ورد السلام المسموع ونحو ذلک.	اس کا جواب دینا اور اسی طرح دوسری اشیاء۔

(روح المعانی ۲۲:۳۸)

قطب وقت حضرت الحاج فقیر اللہ بن عبد الرحمٰن الحنفی فرماتے ہیں:

ورد فی کثیر من الاحادیث الصحیحة الصریحة بانهم احیاء فی قبورهم مشغولون بعبادة ربهم یصلون ویصومون ویحجون ویلبون وان حیاتهم حسیة کحیوٰتهم فی الدنیا الاانهم مختفون من ابصارنا الانتقالهم من عالم شهادة الی عالم الغیب کا ختفاء الملائکة الکرام الکاتبین وغیرهم. (قطب الارشاد ص ۳۷۶)	اور بے شمار احادیث الصحیحہ الصریحہ میں وارد ہوا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ اپنے رب کی عبادت میں مشغول ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں اور حج کرتے ہیں اور تلبیہ کہتے ہیں اور ان کی حیات حسی ہے جیسی کہ دنیا میں تھی سوائے اس کے کہ وہ ہماری آنکھوں سے ملائکہ کراماً کاتبین کی طرح چھپے ہوئے ہیں کیونکہ وہ اس جہان شہادت سے جہان غائب کی طرف تشریف لے جاچکے ہیں۔

اب مولوی اسماعیل سلفی بلکہ اس کے حواری یہ بتائیں کہ مذکورہ بالا شخصیات اہل سنت ہیں یا نہیں؟ اور ان کی کتابوں میں حیاتِ جسمانی دنیوی کی صراحت ہے یا کہ نہیں اور جہاں تک ابن القیم کا تعلق ہے تو اس بارے میں عرض یہ ہے کہ ابن القیم کا اپنا کلام اس سلسلے میں متضاد ہے جیسا کہ پچھلے صفحات میں گذرا کتاب الروح میں تو حیات جسمانی دنیوی کا قائل

....

نظر آتا ہے جبکہ قصیدہ نونیہ میں اس کا منکر۔ جو شخص خود کسی مسئلہ پر مطمئن نہ ہو اس کے کسی غیر معروف اور امت کے علماء کے خلاف قول پر عقیدہ رکھنا اور اس کو بطور دلیل علمائے امت کے خلاف پیش کرنا کہاں کی دیانت ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ کہ ''کتاب الروح'' میں کیا نقل کیا ہے۔

ان الموت لیس بعدم محض وانما هو انتقال من حال الی حال ویدل علی ذلک ان الشهداء بعد قتلهم وموتهم احیاء عند ربهم یرزقون فرحین مستبشرین وهذه صفةالاحیاء فی الدنیا واذا کان هذافی الشهداء کان الانبیآء بذالک احق واولیٰ مع انه قدصح عن النبی صلی الله علی وسلم ان الارض لاتاکل اجساد الانبیآء. (کتاب الروح ص ۵۷)	بے شک موت عدم محض نہیں ہے بلکہ وہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف انتقال کرنا ہے اور اس پر یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ شہداء قتل اور موت کے بعد اپنے رب کے پاس زندہ ہیں وہ رزق دیے جاتے ہیں خوش ہیں اور خوشخبریاں دیتے ہیں اور یہ ہی صفت دنیا میں زندہ لوگوں کی ہے۔ جب یہ (دنیوی صفات) شہداء کو حاصل ہیں تو انبیآء تو اس کے زیادہ حق دار ہیں اور اولیٰ ہیں اس کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ بے شک زمین انبیاء کرام کے اجساد کو نہیں کھاتی

تو جب ابن قیم خود اس چیز کا قائل ہے تو پھر دیگر حضرات پر اعتراض کیوں کر رہا ہے؟ اور اگر ابن قیم کو اس حیات کے منکرین میں شامل کرلیا جائے جیسا کہ مولوی اسماعیل سلفی

....

نے کہا ہے تو پھر بھی ابن القیم کی حضرت علامہ امام تقی الدین سبکی کے سامنے کیا حیثیت ہے جو کہ حیاتِ دنیوی کے بڑے زور وشور سے قائل ہیں۔ کہاں امام تقی الدین السبکی اور کہاں ابن القیم۔ امام سبکی کا مقام کیا ہے؟

اس بارے میں امام ذہبی کے تاثرات ملاحظہ فرمائیں۔ وہ اس فاضل یگانہ روزگار شخصیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

علی بن عبد الکافی السبکی: وکان صادقاً مثبتاً خیرًا دَیّناً متواضعًا حَسن السمت من اَوعیة العلم یدری الفقه ویقرره و علم الحدیث ویحرّره والاصول ویقرئهما والعربیة ویحققها ثم قرا بالروایات علی تقی الدین الصائغ وصنّف التصانیف المتقنة .وقد بقی فی زمانه الملحوظ الیه بالتحقیق والفضل. (المعجم المختص بالمحدثین للذھبی ص ۱۶۶)	اور آپ سچے۔ چھان بین کرنے والے بہت ۔دین والے۔ متواضع اور اچھے ارادے والے آپ علوم کے برتنوں میں سے ایک برتن تھے۔ فقہ جانتے اور اسکی تقریر کرتے تھے اور علم حدیث جانتے اور اسکی تحریر کرتے تھے اور آپ اصول جانتے اور پڑھتے تھے عربی جانتے اور اسکی تحقیق کرتے تھے پھر روایات کو تقی الدین الصائغ سے پڑھا اور بہت پائدار کتابیں تصنیف کیں اور اپنے زمانہ میں تحقیق وفضل کے لحاظ سے منظور نظر تھے۔

اور دوسری جگہ یہی امام ذہبی فرماتے ہیں:

و کان تام العقل متین الدیانة مرضی الاخلاق طویل الباع فی المناظرة	کہ وہ مکمل عقل کے مالک متین الدیانت اچھے اخلاق والے فن مناظرہ میں درک کامل

....

قوی المواد جزل الرای ملیح التصنیف. (معجم الشیوخ الکبریٰ ص ۳۷۳)

رکھنے والے بہت سارے قوی مواد والے اچھی رائے اور بہترین تصانیف والے شخص تھے۔

حضرت علامہ امام جلال الدین السیوطی فرماتے ہیں:

وکان محققاً مدققاً نظارًا جدلیاً بارعا فی العلوم له فی الفقه وغیره الاستنباطات الجلیلة والدقائق اللطیفة والقواعد المحررة التی لم یسبق الیها وکان مصنفا فی البحث.

کہ آپ (سبکی) محقق مدقق بہترین مناظر اور علوم میں کامل دسترس رکھنے والے اور فقہ میں ان کی جلیل القدر تالیفات اور دقائق لطیفہ ہیں اور بہترین قواعد لکھے ہیں کہ ان سے پہلے ایسے دقائق کسی نے نہ لکھے اور بحث و مناظر میں صاحب انصاف تھے۔

(بغیۃ الوعاۃ فی طبقات اللغویین والنحاۃ ۲: ۷۷ للسیوطی)

امام ابن الصلاح فرماتے ہیں:

ولیس بعد المزی والذهبی احفظ منه (ذیل طبقات الحفاظ ۳۵۳ للسیوطی)

اور امام مزی اور ذہبی کے بعد کوئی بھی امام سبکی سے زیادہ حافظہ والا نہیں ہے۔

حضرت امام السبکی کی شانِ رفیع کے جلوے اگر مزید دیکھنے ہوں تو ملاحظہ فرمائیں:

ذیل تذکرۃ الحفاظ للذهبی للحافظ ابی المحاسن الحسنی الدمشقی ص ۳۹ تا ص ۴۱۔ ذیل العبر للحسنی ۴: ۱۶۸۔ الوفیات لابن رافع ۲: ۱۸۵۔ ۱۸۷۔ الدرر الکامنۃ لابن حجر عسقلانی ۳: ۱۳۴۔ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ للتاج الدین السبکی جلد ۶۔ النجوم الزاهرہ لابن تغری بردی

....

۱:۳۱۹۔طبقات الشافعیة لابن قاضی ۳: ۴۷ تا ۵۳

تو اب ان کے مقابلہ میں ابن القیم کے بارے میں دیکھیں اور فیصلہ کریں کہ کیا کسی بھی مسئلہ میں ابن القیم امام تقی الدین السبکی کے ہم پلّہ ہو سکتا ہے۔ اور کیا ابن القیم کے قول سے علامہ سبکی و دیگر حضرات محدّثین کے اقوال رد کئے جا سکتے ہیں۔ جیسا کہ مولوی اسماعیل سلفی صاحب نے کہا ہے:

امام ذھبی فرماتے ہیں:

وکان یشتغل فی الفقه ویجید تقریره وفی النحو و یدریه و فی الا صلین وقد جبس مدة واُوذی لافکاره شده الرحل الی قبر الخلیل والله یصلحه ویوفقه سمع معی من جماعة وتصدر للا شتغال ونشر العلم ولکنه معجب برا یه (سیی العقل) جری علی الامور. غفر الله له. (المعجم المختص بالمحدثین ص ۲۶۹)	وہ فقہ میں مشغول اور اس کی خوب تقریر کی نحو کو خوب جانچا اور ان دونوں اصلوں پر کام کیا۔ اور حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی قبر کی زیارت کیلئے سفر کرنے کے انکار پر کچھ مدت قید ہوا اور تکلیف دیا گیا اللہ اسکی اصلاح فرمائے اور اس کو نیکی کی توفیق بخشے اس نے میرے ہمراہ علماء کی جماعت سے سماعت کی پھر نشر علم اور اشتغال میں خوب محنت کی۔ لیکن یہ بڑا متکبر کم عقل (ردی العقل) اور خود سر تھا۔

(تنبیہ) کتاب کا ناشر اور محقق چونکہ نجدی ذہنیت کا مالک ہے اس لیے اس نے (یحرفون الکلم عن مواضعه) کے تحت مذکورہ عبارت سے (سیی العقل) کے الفاظ حذف کر دیے ہیں اور اس تحریف کا جواز یہ پیش کیا کہ

....

لایتوقع ان یقول الذهبی عن ابن قیم الجوزیه انه(سیی العقل)بعد ان نکر من صفاته ماذکر خلال هذه الترجمة مما جعلنا نشک فی صحة نسبة هذا الحکم للذهبی	کہ امام ذہبی سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ ابن قیم جوزیہ کو یہ کہیں کہ وہ ردی عقل کا آدمی ہے۔اس ترجمہ میں اس کی صفات بیان کرنے کے بعد اس لیے اس حکم کو ذہبی کی طرف نسبت کرنے میں ہمیں شک ہے۔

(حالانکہ علامہ عبدالحی لکھنوی بھی (سی العقل) کے الفاظ علامہ ذہبی سے نقل فرماتے ہیں (السعی المشکور ص ۸۸)

سبحان اللہ! کیسی نرالی و پختہ دلیل دی ہے کیا ایسی دلیل کسی اور شخص کے بارے میں قبول ہوسکتی ہے۔ایسے نرالے استدلال صرف نجدی ذہن کو ہی زیب دیتے ہیں۔

بہرحال یہ ثابت ہوگیا کہ حضرت علامہ امام تقی الدین السبکی ،امام جلال الدین السیوطی امام سمھودی وغیرہم کے مقابلے میں علامہ ابن قیم کی علمی حیثیت کچھ بھی نہیں ہے اور جہاں تک علم حدیث کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں تو بالکل ہی ان حضرات اور ابن قیم کے درمیان کوئی مناسبت ہی نہیں ہے۔اور جہاں تک عقیدہ کا تعلق ہے تو یہ ہر شخص جانتا ہے کہ ابن القیم عقیدہ میں اپنے شیخ ابن تیمیہ کی طرح مجسمی اور بدعتی ہے جبکہ مذکورہ بالا ائمہ میں سے کسی ایک پر بھی بدعتی ہونے کی تہمت نہیں ہے۔

حضرت علامہ زاہد بن حسن الکوثری المصری فرماتے ہیں:

وابن القیم علی بدعته قلیل البضاعة فی علم الرجال. (مقالات الکوثری ۳۱۲)	اور ابن قیم بدعتی ہونے کے ساتھ ساتھ علم اسماء الرجال میں بھی قلیل البضاعت ہے۔

....

تو ایسا شخص (ابن قیم) جو بتصریح ائمہ دین سیی العقل، جری علی الامور، قلیل البضاعۃ فی الرجال۔ بدعتی، جیسے اوصاف سے متصف ہو ائمہ اہل سنّت کا مقابلہ کرنے کی کہاں سکت رکھتا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ حیاۃ الانبیاء فی القبور حقیقی جسمانی دنیوی کا عقیدہ اہلسنّت کی کثریت کا ہے اور صرف روحانی برزخی زندگی کا عقیدہ نجدیوں وہابیوں جیسے بدعتیوں کا ہے۔

جناب مولوی احمد رضا بجنوری دیوبندی نے لکھا ہے کہ حافظ ابن القیم تو بقول علامہ ذہبی وغیرہ خود ضعیف فی الرجال ہے۔ (ملفوظات محدّث کشمیری ص ۲۰۵)

اعتراض نمبر۲:

جناب مولوی اسمٰعیل صاحب سلفی نے حضرت علامہ سیوطی پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے:

''حافظ سیوطی نے کتاب الروح سے تو استفادہ فرمایا لیکن معلوم نہیں قصیدہ نونیہ کی طرف ان کی توجہ کیوں مبذول نہیں ہوئی''

تو اس کا سادہ سا جواب تو یہی ہے کہ چونکہ کتاب الروح میں علامہ ابن قیم نے جمہور علماء کی موافقت کی ہے اور زیادہ تر کلام بھی اسلاف کا ہے جس کو ابن قیم نے نقل کیا ہے جبکہ قصیدہ نونیہ میں ایک تو جمہور اہل سنت کے مذہب کے خلاف لکھا گیا ہے اور پھر یہ کلام بھی ابن قیم کا اپنا ذاتی ہے۔ اور اس میں وہ منفرد ہے۔ اس لیے حافظ سیوطی نے قصیدہ نونیہ کو قابل التفات نہیں سمجھا اور اس میں وہ حق بجانب ہیں اللہ تعالیٰ سیوطی کی اس سعی وانصاف پر ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین!

اور پھر سلفی صاحب کی اس بات میں بھی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ کہ دنیاوی جسمانی حیات کا قول سب سے پہلے علامہ سبکی نے کیا ہے کیونکہ حضرت علامہ سبکی سے پہلے امام اہل

....

سنّت امام محمد بن حسن بن فورک جیسی شخصیت سے بھی اسی طرح کے الفاظ مروی ہیں جیسا کہ مولوی محمد حسین نیلوی نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

''لطف یہ ہے کہ سبکی بھی اس مفہوم کے موجد نہیں۔ وہ بھی خیر سے ناقل ہیں چنانچہ مواہب اللدنیہ میں ہے (۲:۵۴) نقل السبکی فی طبقاتہ عن ابن فورک انہ قال انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام حیی فی قبرہ صلی اللہ علیہ وسلم ابدالآباد علی الحقیقۃ لا المجاز۔ سبکی نے ابن فورک سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر عرفی میں سچ مچ کے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زندہ ہیں۔

اب معلوم کرنا چاہیئے کہ یہ ابن فورک کون ہے کہ جس کی تقلید سبکی نے کی ہے پھر سبکی کی تقلید متاخرین نے کی۔ کسی سے کیا پوچھیں خود سبکی طبقات کبریٰ ۱:۵۴ میں لکھتے ہیں: ان ابن فورک کان رجلا صالح ثم قال (الذھبی) کان مع دینہ صاحب فلتۃ و بدعۃ۔ ابن فورک صالح مرد تھا۔ ذہبی نے کہا کہ ابن فورک دینداری کے باوجود بدعتی تھا اور غلطیاں مارتا تھا۔ اب فرمایئے کہ اس قول کا مآخذ ہاتھ لگا یا نہ؟ دنیوی زندگی کی طرح اولیاء ائمہ اطہار کو زندہ ماننا اہل بدعت کا کام ہے۔'' (ندائے حق ۱:۳۱۷، ۳۱۸)

آئمہ اسلام کے گستاخ دیوبندی مولوی کی عبارت سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ حقیقی دنیاوی زندگی کے قول میں امام سبکی متفرد اور موجد نہیں ہیں بلکہ انہوں نے اپنے متقدمین کی اتباع کرتے ہوئے یہ قول اپنایا ہے تو مولوی اسماعیل سلفی صاحب کا حضرت علامہ سبکی کو صرف اس لیے مطعون کرنا کہ یہ قول صرف انہوں نے سب سے پہلے کہا کم علمی اور جہالت پر مبنی ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ حضرت علامہ ابن فورک اکون ہیں؟ کیا واقعی مصنف ندائے حق کے کہنے کے مطابق بدعتی ہیں (معاذ اللہ) یا پھر صحیح العقیدہ سنی شخص ہیں۔

....

دراصل دیوبندیوں وہابیوں کا معتزلیوں کی طرح یہ خیال ہے کہ جوان کے غلط مسلک ومذہب کو نہیں مانتا وہ معاذ اللہ بدعتی ہے۔جیسے معتزلہ اہل سنّت کو بدعتی کہتے تھے۔ملاحظہ فرمائیں تفسیر کشاف از زمخشری معتزلی کہ کئی مقامات پر اس نے اہلسنت کو اہل بدعت کے لقب سے پکارا ہے حتیٰ کہ موجودہ معتزلہ (دیابنہ وہابیہ) بھی اہل سنت کو بدنام کرنے کے لیے اہل بدعت کا ناروالقب دیتے ہیں۔ملاحظہ فرمائیں کہ اس دیوبندی مولوی نے صرف امام ابن فورک کو ہی بدعتی نہیں کہا بلکہ یہ لکھتا ہے کہ:

''ہوسکتا ہے کہ بدعتی ابن فورک اور سبکی کی کتابوں اور قسطلانی وشعرانی وابن حجر مکی جیسے غالی قسم کے علماء..........'' (ندائے حق ۱:۵۱۳)

قارئین کرام! ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ بیک جنبش قلم اس گستاخ وظالم مولوی نے کس طرح ملّتِ اسلامیہ کی عظیم شخصیات کو غالی اور بدعتی لکھ مارا ہے۔سچ ہے کہ آئینہ میں اپنی ہی صورت نظر آتی ہے۔یہ خود بدعتی اور گستاخ ہیں اس لیے ان کو ہر سنی صحیح العقیدہ شخص بدعتی نظر آتا ہے۔اسی لیے تو آجکل یہ اہل سنّت وجماعت کو بدعتی کہتے ہیں لیکن بدمذاہب کے کہنے سے اگر کوئی بدعتی ہوتا تو سب سے پہلے معاذ اللہ صحابہ کرام ہوتے کیونکہ روافض حضرات صحاب کرام کو بدعتی کہتے ہیں ان کے بعد حضرات ائمہ اربعہ اور بالخصوص امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر کئی جاہل لوگوں نے بدعتی ہونے کا الزام لگایا۔تو یہ اہل بدعت اور گمراہ فرقوں کی چال ہے اہلسنّت وجماعت کو اہل بدعت مشہور کر کے اپنی گمراہی لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔اس بات کی اگر کسی کو دلیل وشہادت چاہیئے تو علامہ زمخشری معتزلی کی تفسیر کشاف کا مطالعہ کرے اس نے ہر جگہ اہل سنت وجماعت کو اہل بدعت ہی لکھا ہے۔

ایک طرف یہ نیلوی صاحب ہیں جو کہ امام ابن فورک اور دیگر جلیل القدر ائمہ پر بدعتی ہونے کا فتویٰ لگا رہے ہیں اور دوسری طرف محدثین کی جماعت ہے جو کہ ان حضرات کی عظمت بیان کر رہی ہے۔

جناب نیلوی صاحب کو چاہیئے تھا کہ وہ امام ابن فورک کے بارے میں امام ذہبی کا مقولہ۔صاحب فلتۃ وبدعۃ کو امام تاج الدین السبکی کی طبقات سے نقل کرنے اور اگر اس قول کو امام تاج الدین السبکی کی طبقات سے نقل کیا ہے تو پھر امام سبکی کی اپنی عبارت اور اس قول کا رد جو امام سبکی نے کیا ہے وہ بھی نقل کرتے لیکن ایسا نہیں کیا۔کیوں؟
آخر کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

امام ابن فورک کون ہیں اور امام ذہبی نے ان کے بارے میں یہ الفاظ کیوں کہے ہیں؟ اس سلسلے میں حضرت امام ابن عساکر صاحب تاریخ دمشق محدثِ شام فرماتے ہیں:

محمدبن الحسن فورک الادیب المتکلم الاصولی الواعظ النحوی ابوبکر الاصبھانی اقام اولابالعراق الی ان درس بھا علی مذھب الاشعری ثم لما ورد الری سعت بہ المبتدعۃ فعقد ابو محمد عبداللہ بن محمد ثقفی مجلساًفی مسجد رجاوجمع اھل السنۃ وتقد منا الی الامیر ناصر الدولہ ابی

محمد بن حسن بن فورک ادیب متکلم اصولی واعظ نحوی ابوبکر اصبہانی پہلے یہ عراق میں مقیم تھے یہاں تک کہ مذہب امام اشعری پر درس دیا پھر جب رے میں وارد ہوئے۔تو بدعقیدہ لوگوں نے آپکی بدگوئی کی تو ابومحمد عبداللہ بن محمد ثقفی نے مسجدِ رجا میں ایک مجلس منعقد کی اور اہلسنت کو جمع کیا اور ہم امیر ناصر الدولہ ابوحسن محمد بن ابراہیم کے پاس گئے اور اس سے التماس

....

الحسن محمد بن ابراهيم والتمسنا منه
المراسلة فی توجیهه الی نیشا بور
ففعل و ورد نیشابور فبنی له الدار
والمدرسة من خانکاه ابی الحسن
البو شنجی واحیاء الله تعالیٰ به فی بلدنا
انواعًا من العلوم لما استوطنا
وظهرت برکته علی جماعة من
المتفقهة ..... کان الاستاذ اوحد وقته
ابوعلی الحسن بن علی الدقاق یعقد
المجلس ویدعو للحاضرین والغائبین
من اعیان البلد وائمتهم فقیل له
قد نسیت ابن فورک ولم تدع له
فقال ابوعلی کیف ادعوله وکنت
اقسم علی الله البارحة بایمانه ان
یشفی علّتی وکان به وجع البطن
تلک اللیة .... قال عبد الغفار بن
اسماعیل :محمد بن الحسن بن فورک
ابوبکر بلغ تصانیفه فی اصول الدین

کیا کہ اس کو نیشاپور بھیج دیا جائے تو اس نے
ایسا ہی کیا تو ان کے لیے ابوالحسن بوشنجی کی خانکاہ
میں گھر اور مدرسہ بنا دیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے
انکے سبب ہمارے شہر میں کئی قسم کے علوم کو
زندہ کیا جب سے آپ وہاں سکونت پذیر ہوئے
تو فقہا کی جماعت پر ان کی برکت ظاہر ہوئی
اور اپنے وقت کے یکتا حضرت ابوعلی حسن بن
علی الدقاق مجلس منعقد فرماتے تھے اور شہر کے
تمام حاضرین وغائبین بزرگوں اور اماموں کے
حق میں دعا فرماتے تھے تو ان سے کہا گیا کہ
آپ ابن فورک کو بھول گئے ہیں تو حضرت ابوعلی
نے فرمایا میں ان کے لیے کیسے دُعا مانگوں ان کی
شان تو یہ ہے کہ گزشتہ رات میں نے ان کے
ایمان کی اللہ کو قسم دے کر دعا کی کہ وہ میری بیماری
سے مجھے شفا دے اور اس رات آپ کے پیٹ
میں تکلیف تھی۔ امام عبد الغفار بن اسماعیل
نے فرمایا محمد بن حسن بن فورک کی اصولِ فقہ
اصولِ دین اور معانی قرآن میں تقریباً سو ۱۰۰

....

واصول الفقه و معانی القرآن قریبًا من المائة.....و کان شدید الرد علی اصحاب ابی عبدالله (الکرام) ولما عاومن غزنة سم فی الطریق ومضی الی رحمة الله ونقل الی نیشابور ودفن بالحیرة ومشهده الیوم ظاهر لیستشفی به ویجاب الدعاء عنده.

تصانیف ہیں اور آپ ابوعبداللہ الکرام (بدعتی فرقہ کرامیہ کے بانی) کے ماننے والوں کا خوب رد فرماتے تھے جب غزنی سے لوٹے تو راستہ میں آپکو زہر دے دیا گیا تو شہید ہو گئے پھر ان کو نیشاپور منتقل کیا گیا اور حیرہ میں دفن کیا گیا آجکل ان کا مزار مشہور ہے وہاں سے شفاء حاصل ہوتی ہے اور اس کے قریب دعا قبول ہوتی ہے

(تبیین کذب المفتری فیما نسب الامام ابی الحسن الاشعری ص ۲۳۲ لابن عساکر)

امام الحافظ عبدالحق بن عبدالرحمٰن الاشبیلی (۵۸۳ـم) فرماتے ہیں:

و کان من الصالحین المجتهدین.

اور وہ اولیائے مجتہدین میں سے تھے۔

(کتاب العاقبۃ ص ۸۹ طبع بیروت)

اسی قسم کی عبارات وتعریف دیگر مختلف علماء نے اپنی اپنی تصانیف میں لکھی ہیں:

جیسے، امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء ۱۷/ ۲۱۴، امام قشیری نے رسالہ قشیریہ ص ۳۱۰، و ابن خلکان نے وفیات الاعیان ۴/ ۲۷۳، طبقات الاسنوی ۲/ ۲۶۶، النجوم الزاھرہ ۴/ ۲۴۰، تاج التراجم (از امام قاسم قطلو بغا حنفی) ۴۶، شذرات الذہب ۳/ ۱۸۱، طبقات الشافعیہ لابن السبکی ۴/ ۱۲۷ تا ۱۳۵ طبع مصر وغیرہ۔

اس عبارت کو جناب نیلوی صاحب اور ان کے حواری بار بار پڑھیں اور غور وفکر کریں کہ ایسا شخص جو ساری عمر اہل بدعت کے ساتھ مسلک حقہ کی حقانیت کے ثبوت کے لئے

....

مناظرے کرتا رہا ہو وہ بدعتی ہو سکتا ہے اور کیا کسی بدعتی کے صدقے اللہ علوم کو زندہ کرتا ہے اور کیا اس وقت کے تمام اہل سنت ایک بدعتی کی عزت کے لیے اکھٹے ہو کر التجاء والتماس کر رہے تھے۔ جبکہ بدعتی کی عزت کرنا حرام ہے۔ اور کیا اپنے وقت کے غوث وقطب اور ولی کامل حضرت امام ابو علی الدقاق ایک بدعتی کے صدقے اللہ سے شفاء کی دعا مانگ رہے ہیں۔

امام ابن عساکر، امام ذہبی، ابن خلکان، عبدالغافر، امام تاج الدین السبکی اور امام قشیری یہ تمام جو کہہ رہے ہیں کہ ان کی قبر کے طفیل بارش طلب کی جاتی ہے اور یوں دعا قبول ہوتی ہے تو کیا یہ سب بھی بدعتی بلکہ معاذ اللہ مشرک ٹھہرے اور ایک بدعتی کی قبر پر اتنا فیض اور اللہ کی رحمت کیسے نازل ہو رہی ہے۔

اصل میں بات یہ ہے کہ امام ابن فورک مذہبًا اشعری تھے جیسا کہ ابن عساکر کے حوالہ سے گزرا اور امام ذھبی نے خود لکھا ہے کہ: قلت کان اشعریاً راسافی فن الکلام، اخذعن ابی الحسن الباھلی صاحب الاشعری۔ میں (ذھبی) کہتا ہوں کہ ابن فورک اشعری تھا اور فن کلام میں عظیم تھا اس نے یہ مذہب امام ابو الحسن اشعری کے شاگرد ابو الحسن باھلی سے اخذ کیا ہے۔
(سیر الاعلام النبلا ۱۷:۲۱۶ للذھبی)

اب جب کہ ثابت ہو چکا کہ امام ابن فورک عقیدۃً اشعری تھے اور مذہبًا حنفی تھے (جیسا کہ ابن قاسم قطلوبغا نے لکھا) تو اس لیے امام ذہبی کا ان کے بارے میں صاحب فلتۃ وبدعۃ کہنا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ کیونکہ امام ذہبی اشاعرہ کے بارے میں بڑے سخت تھے وہ خود حنبلی تھے اس لیے امام تاج الدین السبکی نے امام ذہبی کے بارے میں ارشاد فرمایا:
اور کیا خوب فرمایا کہ:

....

فالذهبی رحمه الله تعالیٰ علیه متعصب جلد وهو شیخنا وله علینا حقوق الا ان حق الله مقدم علی حقه والذي نقول انه لا ینبغی ان یسمع کلامه فی حنفی ولا شافعی ولاتوخذ تراجهم من کتبه فانه یتعصب علیهم کثیرا۔ (طبقات الشافعیہ الکبریٰ ۴:۱۹۱)	پس امام ذہبی متعصب اور جلد باز ہیں حالانکہ وہ ہمارے استاد ہیں اور ان کے ہم پر کئی حقوق ہیں لیکن اللہ کا حق ان پر مقدم ہے اور ہم کہتے ہیں کہ ان کا کلام نہ تو حنفی کے بارے میں اور نہ ہی شافعی کے بارے میں لینا چاہیئے اور نہ ہی ان کی کتب سے ان کے بارے میں ترجمہ اخذ کرنا چاہیئے کیونکہ ان کے ساتھ امام ذہبی کا تعصب بہت زیادہ ہے۔

اور اس بات میں امام تاج الدین السبکی اکیلے نہیں ہیں بلکہ آپ کی اس بات کی صداقت میں کئی اور محدثین علماء بھی امام ذھبی کے بارے میں اسی طرح کے خیالات کا اظہار فرماتے ہیں۔ملاحظہ فرمائیں:

حضرت امام الحافظ صلاح الدین خلیل بن کیکلدی العلائی (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

لا یشک فی دینه و ورعه وتحریه فیما یقوله فی الناس قال انه غلب علیه مذهب الاثبات ومنافرة التأویل والغفلة عن التنزیه حتی اثر ذلک فی طبعه انحرافا شدیدا عن اهل التنزیهة ومیلاقویا الی اهل الاثبات فاذا ترجم	امام ذھبی کی دیانت تقویٰ اور دوسروں کی بابت رائے زنی میں ان کی احتیاط مسلم ہے اور کہا (العلائی نے) کہ ان پر مذہب اثبات کا غلبہ ہے۔تاویل سے ان کو نفرت ہے اور تنزیہہ کا بہت کم لحاظ کرتے ہیں۔اس کا اثر یہ ہے کہ وہ اہل تنزیہہ سے سخت برگشتہ ہیں اور

....

واحدا منهم يطنب في وصفه بجميع ما قيل فيه من المحاسن ويبالغ في وصفه ويتغافل عن غلطاته و يتاؤل له ما امكن و اذا ذكر احدا من الطرف الآخر كامام الحرمين و الغزالي ونحوهما لايبالغ في وصفه ويكثر من قول من طعن فيه ويعيد ذكره ويبديه ويعتقده دينا وهو لا يشعر ويعرض من محاسنهم الطافحة فلايستوعبهاواذا ظفر لاحد منهم بغلطة ذكرها.

الاعلان بالتوبیخ ص ۵۷ للسخاوی)

اہل اثبات کی طرف بہت زیادہ جھکے رہتے ہیں۔ جب اہل اثبات میں سے کسی کی سوانح لکھتے ہیں تو حکایت دراز کرتے ہیں اور اس کی خوبیوں کی بابت جو کچھ کسی نے کہا ہو سب بیان کر کے اس کی تعریف میں مبالغے سے کام لیتے ہیں۔ ساتھ ہی اس کی غلطیوں کی تاویل پیش کرتے ہیں۔ اس کے برعکس جب دوسرے فریق (اہل تنزیہہ) میں سے کسی کا ذکر کرتے ہیں جیسے امام الحرمین اور امام غزالی وغیرھما تو زیادہ تعریف نہیں کرتے اور بیشتر وہ اقوال نقل کرتے ہیں جس سے ان پر طعن ہو پھر ان باتوں کو بار بار دُہراتے ہیں۔ اس کو وہ دین سمجھتے ہیں اور بالکل شعور کھو بیٹھتے ہیں۔ ان لوگوں کی نمایاں خوبیوں سے صرف نظر کر لیتے ہیں اور تمام کو نہیں بیان کرتے۔ البتہ جہاں کسی کی غلطی ہاتھ آئی فوراً ٹانک دیتے ہیں۔

تو اس کا مطلب ہے کہ امام ذھبی کی عزت وکرامت ودیانت اپنی جگہ مسلّم ہے لیکن

....

جب وہ کسی اشعری کے بارے میں ردوقدح کریں تو پھر دیگر ائمہ کے اقوال کے طرف رجوع کرنا چاہیئے اور اگر دوسرے ائمہ ان کے مخالف ہوں تو پھر امام ذہبی کی اس بات اور جرح کو رد کر دینا چاہیئے جیسا کہ امام ابن فورک کے بارے میں ہے۔

اور پھر امام ذہبی نے یہ صرف ابن حزم کے بیان پر اعتماد کرتے ہوئے کہہ دیا ہے حالانکہ وہ الزامات جو کہ ابن حزم امام ابن فورک پر لگاتے ہیں وہ ان سے صاف بری ہیں جیسا کہ تاج الدین السبکی نے طبقات میں بیان فرمایا ہے اور جہاں تک ابن حزم کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں امام تاج الدین السبکی لکھتے ہیں۔

ابن حزم لا یدری مذهب الاشعریه ولا یفرق بینهم وبین الجهمیة لجهل
(طبقات السبکی ۳:۵٦ بیروت)

ابنِ حزم مذہب اشعری کو بالکل نہیں جانتا اور جہالت کی وجہ سے وہ اشاعرہ اور جہمیہ میں فرق نہیں کرتا۔

امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں:

ومن ثم قال المحققون انه لایقام له وزن ولا ینظر لکلامه ولا یعول علی خلافه ای فانه لیس مراعیا للادلة بل لما رآه هواه وغلب علیه من عدم تحریه وتقواه و مبالغة فی سب العلماء.
(کف الرعاع عن محرمات اللھو والسماع ص ۳۱۰)

اور اسی لیے محققین نے فرمایا کہ ابن جزم کے کلام کا کوئی وزن نہیں اور نہ ہی اسکے کلام کو دیکھنا چاہیئے اور نہ ہی اسکی مخالفت کا اعتبار کرنا چاہیئے اسلیے کہ وہ دلائل کی رعایت نہیں کرتا۔ بلکہ اس پر اسکی خواہش نفس غالب آ گئی اسکے غلط اور صحیح میں فرق نہ کرنے اور صاحب تقویٰ نہ ہونے اور علماء کی شان میں گستاخی اور عیب

....

جوئی کرنے کی وجہ سے اس پر دنیا وآخرت میں رسوائی غالب آ گئی اللہ تعالیٰ ہمیں اس قسم کے احوال سے بچائے۔

مزید لکھتے ہیں:

ان العلما لایقیمون لابن حزم واصحابه وزنًا . (ص۲۱۵)

کہ علماء کرام ابن حزم اور اس کے ساتھیوں کی کسی رائے کو کوئی وزن نہیں دیتے۔

یہ تو ابن حزم کے بارے میں مختصر سا کلام تھا اور یہ اس لیے نقل کیا کیونکہ امام ذہبی کو غلط فہمی اسی کے کلام سے ہوئی تھی جیسا کہ امام ذھبی نے خود تحریر کیا ہے: کہ

وقال ابن حزم: کان یقول: ان روح رسول الله صلی الله علیه وسلم قد بطلت قد و تلاشت وما هی فی الجنة

ابن حزم نے کہا کہ ابن فورک کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ پاک فنا ہو چکی ہے اور وہ جنت میں بھی نہیں ہے۔

(سیر الاعلام النبلاء ۱۷:۲۱۶)

اب آئیں امام ذہبی کی اصل عبارت کی طرف تو اس میں امام ذہبی کی عبارت

متناقض ہے جیسا کہ امام تاج الدین سبکی فرماتے ہیں:

وقال الذهبی: ابن فورک خیر من ابن حزم واجل واحسن نحلة.

(طبقات ۳:۵۴ بیروت)

امام ذہبی نے فرمایا کہ امام ابن فورک ابن حزم سے بہتر ہے اور اس سے بڑا اور اچھا عالم ہے۔ (طبع جدید ۴/۱۳۲)

مزید لکھتے ہیں:

واما قول شيخنا الذهبي أنه مع دينه
صاحب فلتة وبدعة فكلام متهافت۔
فانه يشهد بالصلاح و الدين لمن يقضي
عليه بالبدعة ثم ليت شعري ماا لذى
يعني بالفلتة فان كانت قيامه في الحق
كما نعتقد نحن فيه فتلك من الدين
فان كانت في الباطل فهي تنافي
الدين واما حكمه بان ابن فورك
خير من ابن حزم فهذا التفضيل امره
الى الله تعالىٰ ونقول شيخنا ان كنت
تعتقد فيه ما حكيت من انقطاع
الرسالة فلا خير فيه البتة والا فلم لا
نبّهت على ان ذلك مكذوب عليه
لئلا يغتر به.

(طبقات الشافعیہ الکبریٰ ۳:۵۵ للتاج السبکی)

(طبع جدید ۴/۱۳۳)

ذہبی کا کہنا کہ وہ باوجود دیندار ہونے کہ تنگ
نظر اور بدعتی تھے تو ذہبی کا یہ کلام متضاد ہے
اسلیے کہ وہ اسی شخص کے بارے میں صلاح
ودین کی شہادت دے رہے ہیں کہ جس پر خود
ہی بدعت کی تہمت لگا رہے ہیں میری سمجھ میں
یہ بات نہیں آئی کہ اس تنگ نظری (فلتہ)
سے کیا مراد ہے اگر تو یہ حق کے لیے ہے جیسا
کہ ہم اسکا اعتقاد رکھتے ہیں تو یہ فلتہ دین میں
سے ہے (جو کہ صحیح ہے) اور اگر فلتہ فی الباطل
مراد ہے تو یہ دین کے منافی ہے اور ذہبی کا یہ
کہنا کہ ابن فورک ابن حزم سے بہتر ہے تو
اس تفضیل کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ اور ہم
اپنے شیخ (ذہبی سے پوچھتے ہیں کہ اگر آپ کا
اعتقاد ابن فورک کے بارے میں وہی ہے
جسکی آپ نے حکایت کی ہے (کہ نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت منقطع ہو چکی تو
اس (ابن فورک) میں قطعاً کوئی بھلائی
وبہتری نہیں ہے اور اگر ان کا یہ عقیدہ نہیں تو

....

آپ نے اس بات پر تنبیہہ کیوں نہیں کی کہ یہ
ابن فورک پر جھوٹ باندھا گیا ہے تاکہ لوگ
اس سے دھوکہ میں نہ پڑیں۔

مسئلہ حیات الانبیاء اور علمائے دیوبند

ہر مسئلہ کی طرح اس مسئلہ میں بھی علمائے دیوبند دو گروہوں میں تقسیم ہیں۔اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ دونوں گروہ اپنے متفقہ اسلاف کو اپنے اپنے حامی اور اپنا ہم مسلک ثابت کرتے ہیں اور مزید عجیب بات یہ ہے کہ دیوبندیوں کے بڑوں کی عبارات واقعتاً اتنی متضاد ہیں کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے کہ کیا گورکھ دھندہ ہے۔ایک گروہ عقیدہ حیاۃ النبی کو شرک اکبر بتاتا ہے تو دوسرا اسی کو عین جزوِ ایمان بتارہا ہے۔اصل میں یہ اللہ جل مجدہ الکریم کا ان لوگوں سے انتقام ہے کہ ان لوگوں نے عشاقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اہل سنت کو ناروا طور پر مشرک کہا تو اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگ پیدا کر دیئے جو ان کو مشرک کہیں۔سچ کہتے ہیں خدا کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے۔اور مزے کی بات یہ ہے کہ آپس میں بدعتی ،مشرک، گستاخ سبھی فتووں کا تبادلہ ہورہا ہے۔لیکن اکابرینِ دیوبند چاہے وہ حیاتِ جسمانی دنیوی کے قائل ہوں یا منکر وہ اپنی جگہ پر ولی اللہ بنے ہوئے ہیں نہ بدعتی نہ مشرک اور نہ ہی گستاخ رسول۔تو ان تمام رویوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا یہ اختلاف محض دکھاوا ہے کہ اگر کوئی خوش عقیدہ شخص ملے تو اس کو گمراہ کرنے کے لیے ایک گروہ کھڑا ہو جائے دیکھیں جی ہم تو حیات الانبیاء کے قائل ہیں اور اگر کوئی زاہد خشک دستیاب ہو تو اس کو دوسرا گروپ کہے کہ دیکھیں جی ہم تو توحید

....

میں اتنے پختہ ہیں کہ انبیاء کرام کو بھی عام مرُدوں کی صف میں شامل کرتے ہیں۔ (معاذ اللہ) جیسے یہ لوگ سیاسی طور پر ہمیشہ دو گروپوں میں تقسیم رہے ہیں۔ ایک حکومت وقت کے حق میں دوسرا حکومت کے خلاف تاکہ ہر طرف سے دنیاوی فائدہ حاصل کیا جا سکے۔ چونکہ یہ لوگ انگریز کے پروردہ ہیں اس لیے اس کی چال چل رہے ہیں کبھی پاکستان بننے کے خلاف صرف چند پاکستان کے حق میں تاکہ اگر بن جائے تو وہاں سے فائدہ، نہ بنے تو ہندو خوش۔ اور ان سے فائدہ حاصل کریں گے۔ اور تاریخ بتا رہی ہے کہ ان لوگوں نے اسی طرح دنیاوی فوائد حاصل کیے ہیں۔

بہرحال ہم یہاں کچھ علمائے دیوبند کے حوالے صرف اس لیے پیش کررہے ہیں کہ الحمد للہ مسلک حق اہل سنت کی سچائی ظاہر ہو جائے کیونکہ مثل مشہور کہ الفضل ما شھدت بہ الا عدآء۔

علمائے دیوبند کے تیئس بزرگوں کا فتویٰ:

عندنا وعند مشائخنا حضرة الرسالة	ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے
صلى الله عليه وسلم حيى فى قبره	نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر
الشريف وحيوته صلى الله عليه	مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا
وسلم دنيوية من غير تكليف وهى	کی سی ہے بلا مکلّف ہونے کے اور یہ حیات
مختصة به صلى الله عليه وسلم	مخصوص ہے آنحضرت اور تمام انبیاء علیہم
وبجميع الانبياء صلوات الله عليهم	السلام اور شہداء کے ساتھ برزخی نہیں ہے جو
والشهدآء برزخية كماهى حاصلة	حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو

....

لسائر المؤ منين بل لجميع الناس .... فثبت بهذاان حياته دنيوية برزخية لكونهافی عالم البرزخ	.........پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی ہے اوراس معنی کو برزخی بھی ہے کہ عالم برزخ میں حاصل ہے۔

(المھند علی المفند ص ۲۸)

اور جناب مولوی حسین احمد ٹانڈوی (مدنی) نے لکھا ہے:

''آپ کی حیات نہ صرف روحانی ہے جو کہ عام مؤمنین وشھداء کو حاصل ہے بلکہ جسمانی بھی اور از قبیل حیاتِ دنیوی بلکہ بہت وجوہ سے اس سے قوی تر ہے''

(مکتوبات شیخ الاسلام ۱: ۱۵۴)

جناب مولوی محمد ادریس کاندھلوی صاحب نے لکھا ہے:

''تمام اہل سنت وجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز وعبادات میں مشغول ہیں اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی یہ برزخی حیات اگر چہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی لیکن بلاشبہ یہ حیات حسی اور جسمانی ہے۔'' (حیات نبوی ص ۲)

مولوی شبیر احمد عثمانی نے لکھا ہے:

ان النبی صلی اللہ علیه وسلم حیی کما تقرر وانه یصلی فی قبره باذان واقامة .	بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور اپنی قبر منورہ میں اذان واقامت کے ساتھ نماز ادا فرماتے ہیں۔

....

(فتح الملہم شرح مسلم ۳:۴۱۹)

دوسری جگہ انہی نے لکھا ہے:

ودلت النصوص الصحیحة علی حیاة الانبیآء علیهم الصلوٰة والسلام کما سیأتی.	نصوصِ صحیحہ اس چیز پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرات انبیاء کرام زندہ ہیں جیسا کہ عنقریب بیان ہوگا۔

(فتح الملہم ۱:۳۲۵)

مولوی خلیل احمد سہارنپوری:

ان النبی صلی الله علیه وسلم حیی فی قبره کما ان الانبیآء علیهم الصلوٰة و السلام احیاء فی قبور هم.	بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر منورہ میں زندہ ہیں جس طرح کہ دیگر تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

(بذل المجہود ۲:۱۱۷)

مفتی عزیز الرحمٰن صاحب نے لکھا:

''اور انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات شھدا کی حیات سے افضل و اعلیٰ ہے۔''

(فتاویٰ دار العلوم مدلل و مکمل ۵:۴۷۱)

مولوی احمد رضا بجنوری صاحب انوار الباری نے لکھا:

یہاں ایک مختصر ضروری اشارہ یہ بھی کر دینا مناسب ہے کہ علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے جب صاحبِ تلخیص اور امام الحرمین کی یہ تحقیق نقل کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مال بوجہ

....

حیات بدستور آپ کی ملک میں رہا اور دوسری طرف موت کو بھی ماننا ضروری ہے بوجہ نصوص قرآنی و احادیث تو اشکال پیش آیا کہ موت تسلیم کر لینے پر تو انتقال ملک وغیرہ احکام ثابت ہوں گے"

تو علامہ موصوف نے اس اشکال کو اس طرح رفع کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موت غیر مستمر ہے اور انتقال ملک وغیرہ کے احکام مشروط ہیں۔ موت مستمر کے ساتھ (نہ کہ موت آنی کے ساتھ) (ملفوظات محدث کشمیری ص ۱۳۴)

جناب مولوی انور شاہ کشمیری سے مولوی احمد رضا بجنوری نقل کرتے ہیں:

درس بخاری شریف میں باب "نفقۃ نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفاتہ" پر فرمایا کہ:

"انبیاء کرام اپنی قبور میں احیاء ہیں اس لیے لامحالہ ازواج مطہرات کو نفقہ خدا کے مال یعنی بیت المال سے جاری رہا۔

(ملفوظات محدث کشمیری ص ۱۳۱)

بانی دار العلوم دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی اور مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم مولوی محمد قاسم نانوتوی کے عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ابنائے دیوبند خود مخمصے کی حالت میں ہیں اور حقیقتاً دیوبندیوں کے دونوں گروہ نانوتوی صاحب کے عقیدہ حیات الانبیاء کے مخالف ہیں اصل میں دیوبندیوں کے عقائد عام طور پر وقتی ہوتے ہیں جیسا دور دیکھا ویسا عقیدہ بنالیا۔

جب امام اہل سنت مجدد دین وملت مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مولوی اسماعیل دہلوی کی عبارات پر مؤاخذہ فرمایا اور دیگر کفریہ عبارات کے تحت علماء حرمین شریفین سے (حسام الحرمین) نامی فتویٰ حاصل کیا تو ابنائے دیوبند میں کھلبلی مچ گئی اور رافضیوں کی طرح چند مجتہدین نے بیٹھ کر نئے عقائد ترتیب دیئے اور حقیقت میں امام اہل سنت کی تائید کر دی کہ جو عقائد انہوں نے ہماری (دیوبندیوں) کی طرف منسوب کئے ہیں وہ ہمارے نہیں ہیں۔ بلکہ

....

ہمارے نزدیک بھی وہ کفر ہیں۔ ہمارے (نئے) عقائد یہ ہیں اور علمائے حرمین کے سامنے المہند نامی کتابچہ کے ذریعے عقائد لکھ کر تائید حاصل کی۔

انہی عقائد میں سے ایک مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا جبکہ ایک مسئلہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے متعلق تھا۔ پرانا عقیدہ تو یہی تھا کہ معاذ اللہ ''میں بھی ایک دن مر کرمٹی میں ملنے والا ہوں۔ (تقویۃ الایمان)

لیکن علمائے حرمین کے سامنے بالکل اس کے الٹ لکھ کر تائیدی فتویٰ حاصل کرلیا۔

اسی طرح چونکہ اس وقت حرمین شریفین کی خادمی اہل سنت کے پاس تھی اور وہ علمائے اہل سنت نجدیوں کے سخت مخالف تھے اس لیے انہوں نے علماء دیوبند سے محمد بن عبدالوہاب نجدی کے بارے میں سوال کیا۔ وہ سوال اور اس کا جواب قارئین کی ذوق طبع کے لیے درج کررہا ہوں تاکہ قارئین کو معلوم ہو جائے کہ یہ حضرات کس طرح اپنے عقائد واقوال وقت کے مطابق ڈھالتے اور بدلتے ہیں۔

السوال الثانی عشر	بارہواں سوال
قد کان محمد بن عبدالوهاب النجدی یستحل دماء المسلمین و اموالهم و اعراضهم کان ینسب الناس کلهم الی الشرک ویسب السلف فکیف ترون ذلک وهل تجوزون تکفیر السلف والمسلمین واهل القبلة ام کیف مشربکم.	محمد بن عبدالوہاب نجدی حلال سمجھتا تھا مسلمانوں کے خون اور ان کے مال وآبرو اور تمام لوگوں کو منسوب کرتا تھا شرک کی جانب اور سلف کی شان میں گستاخی کرتا تھا اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے اور کیا سلف اور اہل قبلہ کی تکفیر کو تم جائز سمجھتے ہو یا کیا مشرب ہے تمہارا؟

....

الجواب

الحکم عندنا فیهم ماقال صاحب الدر المختار و خوارج هم قوم لهم منعة خرجوا علیه بتأویل یرون انه علی باطل کفروا معصیة تو جب قتاله بتاویلهم یستحلون دمائنا واموالنا ویسبون نسائنا الی ان قال وحکمهم البغاة ثم قال فکفرهم لکونه عن تاویل وان کان باطلا وقال الشامی فی حاشیته کم وقع فی زماننا فی اتباع عبدالوهاب الذین خرجوا من نجد وتغلبوا علی الحرمین وکانو یتحلون ؟مذهب الحنابلة لکنهم اعتقد وا انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقادهم بذلک قتل اهل السنة وقتل علمائهم حتی کسر الله شوکتهم
(المهند علی المفند ۳۴ تا ۳۶)

ہمارے نزدیک ان کا حکم وہی ہے جو صاحب درمختار نے فرمایا ہے اور خوارج کی ایک جماعت ہے شوکت والی جنہوں نے امام پر چڑھائی کی تھی تاویل سے کہ امام کو باطل یعنی کفر یا ایسی معصیت کا مرتکب سمجھتے تھے جو قتال کو واجب کرتی ہے۔ اس تاویل سے لوگ ہمارے جان و مال کو حلال سمجھتے اور ہماری عورتوں کو قیدی بناتے ہیں آگے فرماتے ہیں ان کا حکم باغیوں کا ہے اور پھر یہ بھی فرمایا کہ ہم ان کی تکفیر صرف اس لیے نہیں کرتے کہ یہ فعل تاویل سے ہے اگرچہ باطل ہی سہی اور علامہ شامی نے اس کے حاشیے میں فرمایا ہے:
جیسا کہ ہمارے زمانے میں (محمد بن عبدالوہاب) کے تابعین سے سرزد ہوا کہ نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر متغلب ہوئے اپنے آپ کو حنبلی مذہب بتاتے تھے مگر ان کا عقیدہ یہ تھا کہ بس وہی مسلمان ہیں اور جو ان کے عقیدہ کے خلاف ہو وہ مشرک ہے اور اسی بنا پر انہوں نے اہل سنت اور علمائے اہل سنت کا قتل مباح سمجھ رکھا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ

....

تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑ دی۔

یہ علمائے دیوبند کا متفق علیہ فیصلہ اس وقت تھا جبکہ نجدیوں کی شوکت اللہ تعالیٰ نے توڑ دی تھی مگر شومئی قسمت کہ ملتِ اسلامیہ کے ازلی دشمن یہود و نصاریٰ کی مدد اور ملی بھگت کے ساتھ جب نجدی ظلماً حرمین طیبین پر قابض ہو گئے تو ادھر ابنائے دیابنہ نے بھی اپنا مسلک و فیصلہ تبدیل کر لیا اب شاید ہی کوئی دیوبندی ہو گا جو کہ نجدیوں کے خلاف ہو گا بلکہ اب عقیدہ و فیصلہ کیا ہے۔ تو اس سلسلہ میں دیکھئے کہ دیابنہ کے امام وقت کیا تحریر فرماتے ہیں۔

''محمد بن عبدالوہاب نجدی اور ان کے پیروکار مسلکاً حنبلی ہیں جو مقلدین ہی کا ایک فرقہ ہیں۔ حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ابن القیم کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہیں اور ان کو اپنا پیشوا تسلیم کرتے ہوئے ان کی کتابوں کی خوب نشر و اشاعت کرتے ہیں۔ محمد بن عبدالوہاب باوجود حنبلی ہونے کے سطحی ذہن کے آدمی تھے اور توحید و سنّت کے خوب داعی تھے۔ ان سے وقتی مصلحت کے پیش نظر کچھ عوامی غلطیاں سرزد ہو چکی تھیں جن کی وجہ سے وہ عوام میں خاصے بدنام ہو چکے تھے۔ اور علامہ شامی اور حضرت مدنی جیسے بزرگ بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے لیکن ان کے بارے میں صحیح نظریہ وہی ہے جو علامہ آلوسی اور حضرت گنگوہی کا ہے و للتفصیل مقام آخر انگریز نے ان کو اپنی سیاسی بقاء کے لیے انہیں بہت بدنام کیا۔''

(تسکین الصدور ص ۲۶۶)

اور جناب رشید احمد گنگوہی صاحب کا اس بارے میں کیا نظریہ تھا جس کی طرف صاحب تسکین الصدور نے اشارہ کیا تو وہ بھی دیکھ لیں۔ وہ کہتے ہیں:

''محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں جن کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا۔ البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں۔''

....

۰ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۳۵)

بہر حال جملہ معترضہ کے طور پر یہ ایک نمونہ ہے کہ علمائے دیوبند نظریہ ضرورت کے تحت اپنے نظریات وعقائد تبدیل کرتے رہتے ہیں اور عام طور پر افراط وتفریط کا شکار ہو جاتے ہیں جس کے ثبوت کے لیے حضرت علامہ ارشد القادری صاحب کی بنیظیر تصنیف ''زلـزلـہ'' کا مطالعہ مفید ہے۔

اسی افراط وتفریط کے مسائل میں ایک مسئلہ ''حیاۃ الانبیآء علیھم الصلوٰۃ والسلام'' بھی ہے۔ کچھ دیوبندی حضرات تو برزخی زندگی کے بھی قائل نہیں ہیں یعنی جسم اقدس کے ساتھ روح کا بالکل تعلق مانتے ہی نہیں اور کچھ قبر میں حقیقی دنیاوی زندگی کے قائل ہیں اور ان دونوں گروہوں کے برعکس بانی دارالعلوم دیوبند جناب مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ہی منکر ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک آن کے لیے بھی ''موت' واقع نہیں ہوئی اور آپ کی روح مقدسہ کا آپ کا جسدِ اقدس سے اخراج ہوا ہی نہیں۔ فیا للعجب!

جناب قاسم نانوتوی نے تحریر کیا:

''ارواحِ انبیاء کرام علیہم السلام کا اخراج نہیں ہوتا۔ فقط مثل نور اور چراغ اطراف وجوانب سے قبض کر لیتے ہیں اور سوا ان کے اوروں کی ارواح کو خارج کر دیتے ہیں اور اس لیے سماعِ انبیآء علیہم السلام بعد وفات زیادہ قرین قیاس ہے۔ اور اسی لیے ان کی زیارت بعد وفات بھی ایسی ہی ہے جیسے ایام حیات میں احیاء کی زیارت ہوا کرتی ہے۔ (جمال قاسمی ص ۱۶)

دوسری جگہ لکھا ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی علی الاتصال اب تک برابر مستمر ہے۔ اس میں انقطاع یا تبدل وتغیرّ جیسے حیات دنیوی کا حیات برزخی ہو جانا واقع نہیں ہوا۔''

....

(آب حیات ص ۳۷)

اور ایک جگہ اس طرح لکھا ہے:

''بالجملہ موت انبیاء اور موت عوام میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ وہاں استتار حیات زیر پردہ موت ہے اور یہاں انقطاع حیات بوجہ عروض موت ہے.......... بالجملہ جیسے حیات نبوی صلعم اور حیات مومنین امت میں فرق ہے.......... ایسے ہی موت نبوی صلعم اور موت مومنین میں بھی فرق ہے۔''

(آب حیات ص ۱۶۸،۱۶۹)

یہ شخص یعنی بانی دارالعلوم دیوبند صاحب پوری امت محمدیہ کے علمائے حق کے خلاف بلکہ قرآن وحدیث اور اجماعِ امّت کے خلاف ایک ایسا عقیدہ اپنانے کے باجود آجکل کے نام نہاد توحید پرستوں کے نزدیک نہ تو مشرک ٹھہرا اور نہ ہی بدعتی بلکہ ان کے نزدیک حجۃ اللہ علی العالمین، شیخ الاسلام، حجۃ الاسلام، آیۃ من آیات اللہ اور فنافی اللہ اور فنافی الرسول ہے۔ فیاللعجب!

''اور اس کے برعکس امام اہل سنت مجدّدِ دین وملّت مولانا الشاہ احمد رضا خان صاحب وفات (آنی) ماننے کے باوجود قابل گردن زدنی ہیں۔

جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

جناب مولوی سرفراز صاحب گکھڑوی لکھتے ہیں:

''اس عبارت سے معلوم ہوا کہ تمام مسلمان اس نظریہ کے حامل ہیں کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی ہے اور وفات کا لفظ آپ کے حق میں بولنا بالکل درست اور صحیح ہے لیکن وفات کے بعد آپ کو پھر حیات مرحمت ہوئی.......... جمہور علماء اسلام موت کا معنی انفاک الروح عن الجسد ہی کرتے ہیں۔''

(تسکین الصدور ۲۱۶)

جب تمام مسلمان اس نظریہ کے حامل ہیں تو مولوی قاسم صاحب جو اس نظریہ کے حامل

نہیں ہیں وہ مسلمان ٹھہرے یا کہ نہیں؟ اور کیا ان پر اس آیت کریمہ کا حکم لاگو ہوتا ہے یا کہ نہیں؟ کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا.
(سورۃ النسآء آیت نمبر ۱۱۵)

اور جو رسول کے خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ ہے پلٹنے کی۔

تو کیا یہ شخص مسلمانوں کے راستہ سے جدا چلا یا کہ نہیں؟

اور شائد اس بات کو جانتے ہوئے ہی صاحب تسکین الصدور نے یہ واضح جھوٹ لکھ مارا کہ:

''اور بعض علمائے ملّت جن میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند بھی ہیں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وفات کا یہ معنی کرتے ہیں:

کہ ارواح انبیاء کرام علیہم السلام کا اخراج نہیں ہوتا فقط مثل نور چراغ اطراف و جوانب سے قبض کر لیتے ہیں اور سوائے ان کے اوروں کی ارواح کو خارج کر دیتے ہیں۔''

(جمال قاسمی ص ۱۵ ، تسکین الصدور ص ۲۱۶)

اب جناب مولوی صاحب سے سوال یہ ہے کہ وہ بعض علماء ملّت جن کی طرف آپ نے اشارہ فرمایا ہے وہ کون ہیں کتنے ہیں؟ ان کے اسماء گرامی کیا ہیں؟ اہل سنت سے ہیں یا کہ نہیں؟ اور وہ کس دور کے ہیں؟ ترتیب وار جواب دیں۔ لیکن ہمیں امید ہے کہ مولوی مذکور صاحب ہرگز ہرگز ان سوالوں کے جواب نہیں دیں گے۔

....

اب یہاں پر جناب مولوی سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔

''الغرض حضرت نانوتوی نے کیسی صاف گوئی سے یہ واضح کر دیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا عقیدہ ضروری ہے اور علمی یا ذوقی طور پر بعض دیگر علماء کرام کی طرح موت کا جو معنی انہوں نے بیان فرمایا ہے اس کو نہ تو وہ عقائد ضروریہ سے سمجھتے ہیں اور نہ عام لوگوں کو اس کی تعلیم وتبلیغ کرتے ہیں۔'' (تسکین الصدور ۲۱۷)

اب مولوی صاحب سے دریافت طلب امر یہ ہے۔ اگر یہ علمی اور ذوقی عقیدہ ومعنی ہے تو کیا نانوتوی صاحب کے علاوہ آپ سمیت پوری ذریت دیوبندیہ بدذوق اور بے علم ہے کہ انہوں نے یہ عقیدہ ومعنی نہ اپنایا۔؟

اور اگر یہ عقیدہ ومعنی صحیح تھا تو اس کی تعلیم وتبلیغ ہونی چاہیئے تھی

اور اگر یہ عقیدہ ومعنی غلط ہے اور یقیناً غلط ہے تو اس سے جناب نانوتوی صاحب کو تائب ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن غلط عقائد سے تائب ہونا اس کا تو دیوبندیوں کے یہاں دستور ہی نہیں ہے۔ اور پھر یہ کہنا

''اور نہ عام لوگوں کو اس کی تعلیم وتبلیغ کرتے ہیں'' بلفظہٖ

تو جناب عالی کیا آپ کے نزدیک تبلیغ صرف بستر باندھ کر اور کاندھے پر اٹھا کر ہی کی جاتی ہے۔؟ اور نانوتوی صاحب نے بستر نہیں اٹھایا۔

کیا کتب لکھنا اور بار بار اس عقیدہ کا اظہار وتحریر کرنا تعلیم وتبلیغ نہیں تو اور کیا ہے؟

اس معنی وعقیدہ کے ثبوت کے لیے تو جناب نانوتوی صاحب نے مستقل ضخیم کتاب ''آب حیات'' کے نام سے لکھی اور پھر وہ کتاب شائع بھی ہوئی۔ کیا یہ تعلیم وتبلیغ نہیں ہے؟

اور یہ مسئلہ اپنی دیگر کتب مثل: جمال قاسمی'' اور لطائف قاسمیہ میں بھی بیان کیا تو اگر اب

....

بھی کوئی کہے کہ یہ تعلیم وتبلیغ نہیں ہے تو یہ اس کے دماغ کا پھیر ہے یا پھر واقعی وہ شخص سمجھتا ہے کہ تبلیغ صرف لوٹے اور بستر اٹھا کر کی جاسکتی ہے اس کے علاوہ اس کا تصور بھی نہیں ہے۔

اب دوسرے گروہ کی سنیئے کہ جو ہر اس شخص کو بدعتی بلکہ مشرک قرار دیتا ہے جو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر منورہ میں زندہ تسلیم کرتا ہے یا آپ کے جسدِ اقدس جسدِ عنصری سے آپ کی روح مقدسہ کا تعلق مانتا ہے۔ وہ یہ تو تسلیم کرتا ہے کہ نانوتوی صاحب کا عقیدہ قرآن وحدیث کے

خلاف ہے جیسا کہ مولوی محمد حسین نیلوی کہتا ہے:

گروہ نمبر ا۔ جسدِ اطہر سے روح مبارک حضرت کی خارج ہی نہیں ہوئی بلکہ اندر ہی اندر سمٹ کر رہ گئی اور پہلے سے زیادہ حیات قویہ ہوگئی ہے۔ یہ ہے مسلک حضرت قاسم العلوم والخیرات نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا............

جمالِ قاسمی ص ۱۵ میں واشگاف الفاظ میں فرماتے ہیں: انبیاء کرام علیہم السلام کے ارواح کا اخراج نہیں ہوتا''

حضرت نانوتوی جس معنی سے موت مانتے ہیں یہ معنی متعارف نہیں بلکہ حضرت موت بمعنی ''ستر الحیاۃ لیتے ہیں۔'' (ندائے حق ۱:۲ ۵۷)

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''لیکن حضرت نانوتوی کا یہ نظریہ صریح خلاف ہے اس حدیث کے جو امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں نقل فرمائی ہے۔'' (ندائے حق ۱:۶ ۶۳)

ایک اور جگہ لکھا ہے:

''مگر انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں مولانا نانوتوی قرآن وحدیث کی نصوص واشارات کے خلاف جمالِ قاسمی ص ۱۵ میں فرماتے ہیں: ارواح انبیاء کرام علیہم السلام کا اخراج

....

نہیں ہوتا۔"

(ندائے حق ۱:۷۲۱)

بہر حال حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وہ نہیں جو دوسرے علماء کا ہے۔

(ندائے حق ۱:۷۲۰)

اب جب اتنے حوالہ جات سے یہ ثابت ہو گیا کہ جناب نیلوی صاحب کے نزدیک جناب نانوتوی صاحب قرآن وحدیث کی نصوص اور علمائے امت کے خلاف مسلک رکھتے ہیں، تو اب ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جناب نیلوی صاحب کا نانوتوی صاحب کے بارے میں کیا فتویٰ ہوگا جو کہ صرف علامہ ابن فورک کو محض اس لیے بدعتی ہونے کا فتویٰ دے چکے ہیں کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر انور میں حقیقی جسمانی اور دنیاوی زندگی کے ساتھ زندہ مانتے ہیں۔

اور علامہ سبکی امام ابو بکر قسطلانی شارحِ بخاری قطب وقت امام شعرانی اور امام علامہ ابن حجر مکی صرف قبر میں حیاۃ النبی ماننے کی وجہ سے غالی کا لقب پا چکے ہیں۔ (ندائے حق ۱:۵۰۳)

تو آیئے دیکھئے کہ جناب نیلوی صاحب منکر وفات النبی نانوتوی صاحب کے بارے میں

کیا فرماتے ہیں:

"اب میرے اس قول سے یہ نہ سمجھ لینا کہ حضرت نانوتوی کے حق میں گستاخی کر گیا ہے اور مرزا گاماں کے مساوی قرار دے گیا ہے۔ والعیاذ باللہ! میرے ہاتھ اور زبان جل جائیں اگر ان کے حق میں گستاخی کروں، ہمیں قرائن قویہ سے یہ یقین ہے کہ آپ فنافی الرسول تھے، حد عشق رسول میں انتہا کو پہنچ چکے تھے۔" (ندائے حق ۱:۵۷۵)

حضرات قارئین کرام! دیکھئے یہ لوگ ہیں قرآن وحدیث کے نام نہاد مبلغ اور توحید کے پرچاری۔ یہ ہے میزان عدل۔ اور یہ ہے قرآن کریم کے حکم: **اعدلو وھو اقرب للتقوی** پر عمل۔

....

جناب نیلوی صاحب کیا اگر نانوتوی صاحب فنافی الرسول تھے تو امام محمد بن الحسن بن فورک امام تقی الدین السبکی ،امام عبدالوہاب الشعرانی اور امام ابن حجر مکی کیسے بدعتی اور غالی ہو گئے۔گستاخ رسول ؐتو فنافی الرسولؐ کے رتبہ پر فائز ہو گئے اور عشاقِ رسولؐ بدعتی اور غالی بن گئے۔

(فیاللعجب)

؎ اُلٹی عقل ایسی کسی کو خدا نہ دے
دے آدمی کو موت مگر یہ بدادا نہ دے

شُبہ :اور اگر یہ ذہن میں آئے کہ ایسے معنی کرنا جیسے کہ نانوتوی صاحب نے کیے ہیں یہ تو واقعی محبت رسول کے متقاضی ہیں اور جناب نانوتوی تو واقعی عاشق رسول تھے۔

تو بات یہ نہیں ہے۔دراصل جناب نانوتوی صاحب ہر مسئلہ میں جمہور امت کے خلاف چلے ہیں۔جیسے انہوں نے یہاں موت کے معنی بھی جمہور امت کے خلاف کر کے ایک نیا فتنہ برپا کر دیا تھا۔وہ خاتم النبیین کا معنی عجیب وغریب کیے ہیں ایسے ہی انہوں نے ''تحذیر الناس'' نامی کتاب میں خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ،عوام کا خیال بتاتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور نبی آنے کا عقیدہ رکھتے ہوئے خاتم النبیین کا معنی قادیانیوں کو خوش کرنے کے لیے ان کی مرضی کے مطابق کر دیا بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ مرزا قادیانی نے ان سے ہی یہ معنی کشید کیا ہے۔

اور اگر نانوتوی صاحب انفاک الروح عن الجسد کے معروف معنی کو چھوڑ کر استتار الروح فی الجسد کا نظریہ پیش کر کے اور یہ کہہ کر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم متصف بحیات بالذات ہیں فنافی الرسول ہیں تو وہ یہی الفاظ ونظریہ دجال لعین کے لیے اپنانے پر فنافی الدجال کیوں نہیں ٹھہرے؟

اب آپ جناب نانوتوی صاحب کی دجال کے بارے میں عبارت وعقیدہ پڑھیں اور پھر سوچیں کہ یہ کتنے بڑے عاشق رسول ہیں۔

....

''جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوجہ منشائیت ارواح مومنین جس کی تحقیق سے ہم فارغ ہو چکے ہیں متصف بحیات بالذات ہوئے ایسے ہی دجال بھی بوجہ منشائیت ارواح کفار جس کی طرف ہم اشارہ کر چکے ہیں متصف بحیات بالذات ہوگا اور اس وجہ سے اس کی حیات قابل انفاک نہ ہوگی اور موت ونوم میں استتار ہوگا۔ انقطاع نہ ہوگا اور شائد یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ ابن صیاد جس کے دجال ہونے کا صحابہ کو ایسا یقین تھا کہ قسم کھا بیٹھے تھے۔ اپنے نوم کا وہی حال بیان کرتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نسبت ارشاد فرمایا یعنی بشہادت احادیث وہ بھی یہی کہتا تھا کہ تنام عینای ولاینام قلبی اور اس وجہ سے خیال مذکور یعنی دجال کا منشا و مولد ارواح کفار کو ہونا اور پھر اس کے ساتھ ابن صیاد ہی کا دجال ہونا زیادہ ترجیح ہوا جاتا ہے اور اس کی صحت کا گمان قوی ہوا جاتا ہے۔'' (آب حیات، ۱۶۹)

معاذ اللہ، استغفر اللہ! گستاخی اور بے باکی کی بھی کوئی انتہا ہوتی ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس خاندان (دیوبند) میں اس کی کوئی حد وانتہا ہے ہی نہیں۔

یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ آقائے کل جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک روح الارواح ہے۔ اور آپ کی ذات مقدسہ تمام ممکنات کے لیے منشاء وجود ہے۔ لیکن دجال لعین کے لیے منشائیت ارواح کفار کا قول کرنا کہاں کی دانشمندی وعلمی اور ذوقی بات ہے۔ بھلا بتلاؤ یہ بھی کوئی عقلمندی ہے۔ تو بندہ تھا خدا کا اور اب تو دیوبندی ہے۔

ان لوگوں کا بھی عجیب معاملہ ہے کبھی تو شیطان کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلم بتائیں (براھین قاطعہ) اور کبھی دجال لعین کو پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ٹھہرائیں اور پھر صرف یہی نہیں کہ دجال کو متصف بحیات بالذات جان کر اس کے حق میں امتناع انفاک حیات کا قول کرنا بلکہ دجال کی موت اور نیند کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت اور نیند سے پورا پورا تطابق

....

کرنے کے لیے ''تنام عینای ولاینام قلبی'' کا وصف نبوت بعینہ دجال لعین کے لیے ثابت کرنا اور اس کے ثبوت میں خود دجال کے قول کو دلیل بنانا یہ سب کچھ کیا ثابت کرتا ہے۔ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا دجال لعین؟

بقول شاعر ؎

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز با باز!

علمائے دیوبند کے بارے میں ہم اختصار سے کام لیتے ہوئے اس بحث کو اس جگہ ختم کرتے ہیں۔

غیر ملقدین اور مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

غیر مقلدین دہابیہ نجدیہ (حیاۃ النبی فی القبر) کے متقدمین کی اکثریت تو حیاۃ النبی فی القبر کی قائل تھی لیکن بعد میں اس کے منکرین پیدا ہوتے گئے اور اب تو اکثریت اس کی منکر ہو چکی ہے۔ اور جو مانتے ہیں وہ بھی صرف برزخی زندگی جیسی کہ عام لوگوں کو قبور میں حاصل ہے۔ اس سے زیادہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات فی القبر کو حیثیت دینے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہیں۔

یہاں ہم چند غیر مقلدین کے بھی حوالے پیش کرتے ہیں تا کہ ہمارا موقف زیادہ واضح ہو جائے۔

جناب قاضی محمد بن علی بن محمد الشوکانی صاحب فرماتے ہیں:

(والا حادیث) فیھا مشروعیۃ الاکثار من الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الجمعۃ وانھا تعرض علیہ صلی اللہ علیہ وسلم وانہ حیی فی قبرہ

اور ان احادیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جمعہ کے دن کثرت کے ساتھ درود شریف پڑھنے کی مشروعیت ہے اور بے شک درود شریف آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا جاتا ہے اور بلاشک و

....

.......وقد ذهب جماعة من المحققين الى ان رسول الله صلى الله عليه وسلم حيي بعد وفاته وانه يسر بطاعات امته وان الانبياء لايبلون مع ان مطلق الادراک کالعلم و السماع ثابت لسائر الموتی. وورد النص فی کتاب الله فی حق الشهداء انهم احیاء یرزقون وان الحیاة فیهم متعلقة بالجسد فکیف الانبیآء والمرسلین.

(نیل الاوطار ۳: ۲۴۸)

شبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اور بے شک محققین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں اور اپنی امت کے نیک کاموں سے خوش ہوتے ہیں اور بے شک انبیاء کرام کے اجسام بوسیدہ نہیں ہوتے جبکہ مطلق ادراک جیسے علم اور سماع تو سب قبر والوں کے لیے ثابت ہے۔ اور شہدآء کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید میں نص وارد ہوئی ہے کہ وہ زندہ ہیں اور ان کو رزق ملتا ہے اور ان کی یہ حیات جسم کے ساتھ ہے حضرات انبیاء و مرسلین کی حیات جسم سے متعلق کیوں نہ ہوگی۔

شوکانی کی اس عبارت سے یہ واضح ہو گیا کہ چونکہ شہداء عظام کی حیاۃ فی القبر جسمانی ہے تو انبیاء کرام کی حیاۃ بطریق اولیٰ حقیقی و جسمانی ہوگی۔ کیونکہ انبیاء کے اجسام تو بالاتفاق صحیح و سالم ہوتے ہیں اور یہ ہر قسم کے تغیر و تبدل سے پاک ہوتے ہیں۔

علامہ شوکانی ہی ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

وانه صلى الله عليه وسلم حيي فی قبره بعد موته کما فی حدیث الانبیاء احیاء فی قبور هم. وقد صححه البیهقی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد اپنی قبر میں زندہ ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور امام بیہقی نے اس

....

والف فی ذلک جزء ا قال الاستاذ ابو منصور البغدادی. قال المتکلمون المحققون من اصحابنا ان نبینا صلی الله علیه وسلم حیی بعد وفاته (انتهیٰ)

(نیل الاوطار ۵:)

حدیث کو صحیح کہا ہے اور اس مسئلہ میں انہوں نے ایک مستقل رسالہ بھی لکھا ہے۔ استاذ ابو منصور البغدادی نے فرمایا ہے کہ ہمارے اصحاب میں متکلمین اور محققین کا ارشاد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد زندہ ہیں۔

نواب صدیق الحسن بھوپالوی صاحب لکھتے ہیں:

انه صلی الله علیه وسلم حیی فی قبره بعد موته کما فی حدیث الانبیاء احیاء فی قبورهم وقد صححه البیهقی.

(السراج الوہاج شرح مسلم ۱: ۵۰۴)

بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وصال مقدس کے بعد اپنی قبر منورہ میں زندہ ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اس حدیث کی امام بیہقی نے تصحیح فرمائی۔

یہی نواب صاحب ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''آپ زندہ ہیں اپنی قبر میں اور نماز پڑھتے ہیں اندر اس کے اذان اور اقامت کے ساتھ وکذلک الانبیاء۔''

(الشمامۃ العنبریہ من مولد خیر البریہ ص ۵۲)

جناب مولوی محمد اسماعیل صاحب سلفی لکھتے ہیں:

''اہل سنت کے دونوں مکاتب فکر کے اصحاب الرائے اور اہل حدیث کا اس امر پر اتفاق ہے کہ شہداء اور انبیاء زندہ ہیں۔ برزخ میں وہ عبادات، تسبیح و تہلیل فرماتے ہیں۔ ان کو رزق بھی ان کے حسب حال اور حسب ضرورت دیا جاتا ہے...............

انبیاء کی زندگی کے متعلق سنت میں شواہد ملتے ہیں۔ صحیح احادیث میں انبیاء علیہم السلام کے متعلق عبادات وغیرہ کا ذکر آتا ہے۔

(تحریک آزادی فکر ۳۸۵)

....

مولوی عطاء اللہ حنیف نے لکھا ہے:

انهم احياء في قبورهم يصلون وقد قال النبي صلى الله عليه وسلم من صلى على عند قبري سمعته ومن صلى على نائيا بلغته.

(التعليقات السلفية على سنن النسائي ۱:۲۳۷)

حضرات انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھتا ہے تو میں خود اس کو سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھتا ہے تو مجھے پہنچایا جاتا ہے۔

مولوی شمس الحق عظیم آبادی نے لکھا ہے:

فان الانبياء في قبورهم احياء قال ابن حجر المكي و ما افاده من ثبوت حياة الانبياء حياة بها يتعبدون ويصلون في قبورهم مع استغنائهم عن الطعام و الشراب كالملئكة..........وقد ذهب جماعة من المحققين الى ان رسول الله صلى الله عليه وسلم حيي بعد وفاته وانه يسر بطاعات امته..........

(عون المعبود شرح ابوداؤد ۱:۴۰۵)

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں کہ انبیاء کی حیات ایسی ہے کہ وہ عبادت کرتے ہیں اور اپنی قبور میں نمازیں ادا کرتے ہیں اور ملائکہ کی طرح کھانے پینے سے مستغنی ہیں..........اور محققین کی ایک جماعت کا یہی دعویٰ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر انور میں زندہ ہیں اور اپنی امت کے نیک اعمال پر خوش ہوتے ہیں

اس عبارت میں: انه يسر بطاعات امته (کہ وہ اپنی امت کی نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں) قابلِ غور ہے۔ یہ عبارت شوکانی نے بھی نقل کی ہے جیسا کہ گذرا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوتا ہے کہ آپکی امت نیک اعمال کر رہی

....

ہے یا کہ نہیں لازماً یا تو آپ پر اعمال پیش ہوتے ہیں جیسا کہ احادیث مبارکہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔ یا پھر آپ خود اعمال امت پر حاضر و ناظر ہیں جیسا کہ قرآن میں حکم خداوندی ہے۔

اعْمَلُوْا فَسَیَرَی اللّٰہُ عَمَلَکُمْ وَرَسُوْلُہٗ — عمل کرو اللہ اور اس کا رسول تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

(پارہ ۱۱ سورہ توبہ آیت ۱۰۵)

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں اس طرف اشارہ بھی فرمایا ہے جس کا حوالہ پچھلے صفحات میں گزر چکا ہے۔

وکیل وہابیہ جناب مولوی وحید الزماں صاحب نے لکھا ہے:

''تو کل پیغمبروں کے جسم زمین کے اندر صحیح وسالم مع جسم صحیح وسالم ہیں اور قبر شریف میں زندہ ہیں جو کوئی قبر کے پاس درود بھیجے یا سلام کرے تو آپ خود سن لیتے ہیں۔ اگر دور سے درود بھیجے تو فرشتے آپ تک پہنچادیتے ہیں۔''

(سنن ابن ماجہ مترجم ۱:۴۵۶)

غیر مقلدین کے شیخ الکل جناب مولوی میاں نذیر حسین دہلوی فرماتے ہیں:

''اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو عند القبر درود بھیجتا ہے میں سنتا ہوں اور دور سے پہنچایا جاتا ہوں۔ چنانچہ مشکوٰۃ وغیرہ کتب حدیث سے واضح ہے لیکن کیفیت حیات کی اللہ تعالیٰ جانتا ہے اوروں کو اس کی کیفیت بخوبی معلوم نہیں۔''

(فتاویٰ نذیریہ ۱:۵،۵۲ بحوالہ فتاویٰ علمائے حدیث ۹:۲۸۲،۲۸۳)

جناب حافظ محمد گوندلوی صاحب لکھتے ہیں:

''انبیاء علیہم السلام عالم برزخ میں زندہ ہیں یہ زندگی برزخی ہے نہ کہ دنیوی انبیاء علیہم السلام برزخ میں زندہ بلکہ سب لوگ زندہ ہیں اسی لیے وہاں تعظیم وتعذیب کی صورت ہے۔

....

حدیث !الانبیآء احیاء فی قبورھم یصلون۔حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے(فتح الباری) (الاعتصام ۲ شمارہ ۸ بحوالہ فتاویٰ علمائے حدیث ۹:۱۲۵)

حمد بن ناصر نجدی نے کہا ہے:

فان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فھم فی قبورھم طریون. (مجموعۃ رسائل النجدیہ ۴:۶۵۲)

بے شک اللہ نے زمین پر حرام فرما دیا ہے کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھائے پس وہ اپنی قبور میں تر و تازہ ہیں۔

....

حضرت امام محی الدین بن شرف النووی فرماتے ہیں:

ولیکن من اول قدومه الی ان یرجع مستشعر تعظیمه صلی الله علیه وسلم ممتلی القلب هیبته کانه یراه .... فیقول السلام علیک یارسول الله صلی الله علیه وآله وسلم.

(کتاب الایجاز فی المناسک للنووی ۴۶، ۴۷)

اور اوّل حاضری کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے لوٹے اور آپ کے رعب وہیبت سے اس کا دل بھرپور ہو گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسکو دیکھ رہے ہیں پھر اس طرح عرض کرے السلام علیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت امام ابوالمحاسن القاوقجی الحنفی م ۱۳۰۵ھ فرماتے ہیں:

ثم انهض الی القبر المکرم فاستقبله واستدبر القبلة مستحضرا اجلالة هذا الموقف ملاحظا نظره السعید الیک وسماعه کلامک ورده سلامک وتامینه علی دعائک وقل السلام علیک یا رسول الله السلام علیک یا حبیب الله.

(غنیۃ الطالبین فی ما یجب من احکام الدین للقاوقجی ۱۱۵۔مصر)

اور پھر قبر منورہ کی طرف باداب اسطرح کھڑا ہو کہ قبر شریف کی طرف منہ اور پیٹھ قبلہ کی طرف ہو۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت کو مدنظر رکھتے ہوئے کیونکہ یہ وہ مبارک جگہ ہے کہ آپ کی نظر مبارک تجھ پر ہے اور وہ تیرا کلام سماعت فرما رہے ہیں اور تیرے سلام کا جواب مرحمت فرماتے ہیں اور تیری دعا پر آمین فرماتے ہیں پھر یوں عرض گزار ہو۔یارسول اللہ آپ پر سلام اے حبیب اللہ آپ پر سلام ہو۔

حضرت امام عبداللہ بن محمود بن مودود الموصلی الحنفی فرماتے ہیں:

....

ویقف کما یقف فی الصلوٰۃ ویمثل صورتہ الکریمۃ البھیۃ صلی اللہ علیہ وسلم کانہ نائم فی لحدہ عالم بہ یسمع کلامہ .... ویقول السلام علیک یا نبی اللہ .

(الاختیار لتعلیل المختار للامام عبداللہ ۔ ۱:۱۷۶)

زائر روضہ اقدس کے سامنے یوں کھڑا ہو جیسے قیام نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ کا تصور کرے گویا کہ آپ محو استراحت ہیں اور اس کا کلام سنتے ہیں تو چاہیے کہ زائر عرض کرے السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا نبی اللہ،

حضرت امام ابن الحاج المالکی فرماتے ہیں:

وقد قال علمائنا رحمۃ اللہ علیھم ان الزائر یشعر نفسہ بانہ واقف بین یدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کما ھو فی حیاتہ اذ لا فرق بین موتہ و حیاتہ اعنی فی مشاھدتہ لأمتہ ومعرفتہ باحوالھم و نیاتھم وعزائمھم وخواطرھم وذلک عندہ جلی الاخفا فیہ.

(المدخل لابن الحاج ۱:۲۵۹)

ہمارے علماء نے بیان فرمایا کہ زائر اپنے آپ کو خیال کرے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہوا ہے جیسا کہ آپ کی ظاہری حیات میں کھڑا ہوا جاتا تھا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت کو مشاہدہ فرمانے اور ان کے احوال اور ان کی نیتیں وعزائم جاننے میں آپکی حیات ووفات میں کوئی فرق نہیں ہے اور یہ تمام اشیاء آپ کے سامنے واضح ہیں مخفی نہیں ہیں۔

حدیثِ انس رضی اللہ عنہ تحقیق کی کسوٹی پر

یہ روایت الحمد اللہ بالکل صحیح ہے جیسا کہ پچھلے صفحات میں علماء ومحدثین کے کئی حوالوں سے ثابت ہوا لیکن اس کے باوجود بعض عظمتِ انبیاء کے منکر لوگوں نے اس کی صحیح سند میں کلام

....

کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ ثابت کرنے کی ناکام جسارت کی ہے کہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ چونکہ یہ حدیث حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حقیقی جسمانی اور دنیاوی زندگی ثابت کرتی ہے اس لیے منکرین کی یہ کوشش ہے کہ کسی نہ کسی طرح اس حدیث کو ضعیف ثابت کر کے اپنا غلط عقیدہ و مسلک عوام میں رائج کرسکیں۔ لیکن اللہ کے فضل وکرم سے ہم ثابت کریں گے کہ یہ حدیث شریف ہر لحاظ سے قابل حجت وصحیح ہے۔

اس پر ابھی تک جو اعتراضات ہماری نظر سے گذرے ہیں ہم ان کو ترتیب وار نقل کر کے ان کے مسکت جوابات دیتے ہیں۔

پہلا اعتراض:

اس حدیث کی سند پر اعتراض کرتے ہوئے مشہور غیر مقلد مولوی اسماعیل سلفی صاحب نے لکھا ہے:

اس حدیث کی سند میں حسن بن قتیبہ خزاعی ہے جس کے متعلق ذھبی نے میزان الاعتدال میں ابن عدی کا قول ''لاباٗس بہ'' ذکر کر کے اپنی اور دوسرے ائمہ کی رائے ذکر فرمائی:

قلت بل هو هالک قال الدار قطني في رواية البرقاني متروک الحديث قال ابو حاتم ضعيف قال الازدی واهي الحديث قال العقيلي کثير الوهم ۱/۲۴۱ (یعنی آئمہ جرح وتعدیل کی نظر میں یہ ہالک متروک الحدیث ضعیف واھی الحدیث اور کثیر الوہم ہے۔

حافظ ابن حجر نے لسان المیزان ص ۲۴۶ ج ۱ میں ذھبی کی پوری عبارت نقل فرما کر اس جرح کی تصدیق فرمادی ہے۔ حافظ خطیب بغدادی نے بھی اسے واھی الحدیث اور متروک الحدیث فرمایا ہے (تاریخ بغداد جلد ۷، ص ۴۰۵)

....

(تحریک آزادی فکر اور حضرت شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی ص ۴۰۵)

جواب

یہ اعتراض بالکل سطحی اور مردود ہے۔ کیونکہ ہمارے علم کے مطابق اس حدیث کا اپنی سند کے ساتھ اخراج کرنے والے محدثین کی تعداد کم از کم نو ہے۔

ان میں سے (۱) امام بیہقی نے حیاۃ الانبیاء ص ۱۵ میں (۲) امام بزار نے مسند البزار (کشف الاستار عن زوائد البزار ۳:۱۰۱)، (۳) امام ابن عساکر نے (تہذیب تاریخ دمشق ص ۴/ ۲۳)(۴) امام تمام بن محمد الرازی نے فوائد التمام ۴:۲۴۶، (۵) امام ابن عدی نے الکامل ۲:۳۹ ۷ میں جس سند کے ساتھ اس کو نقل کیا ہے اس میں یہ راوی (الحسن بن قتیبہ موجود ہے لیکن اس کے برعکس (تاریخ دمشق ۱۳/ ۳۲۶ مطبوعہ، وقلمی نسخہ ۴/ ۵۶۶)

(۶) امام ابویعلی الموصلی نے (مسند ابو یعلی ۶:۱۴۷ تحقیق ڈاکٹر سلیم اسد)، امام بیہقی نے (حیاۃ الانبیاء ص ۱۷) اور (۷) امام ابونعیم اصبہانی نے (تاریخ اصبہان ۳/ ۸۳) میں اس کو جس سند کے ساتھ روایت کیا ہے اس میں یہ راوی ہے ہی نہیں اور ہمارا استدلال اسی سند کے ساتھ ہے جو کہ امام ابویعلی نے نقل کی ہے۔

(۸) اور اس روایت کو امام ابن مندہ نے بھی اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ (شرح الصدور ص ۲۵۵ للسیوطی) لیکن فی الحال ہمیں یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ابن مندہ کی سند میں یہ مجروح راوی ہے یا کہ نہیں کیونکہ علامہ سیوطی نے اس کی سند پیش نہیں کی (۹) اسی طرح اس کو حافظ شیرویہ بن شہردار بن الدیلمی نے (فردوس الاخبار ۱:۱۵۴) میں بغیر سند کے نقل کیا ہے۔

کتاب (لافراد للدارقطنی کذا فی اطراف الافراد ۲/ ۳۱ برقم ۶۹۰)

تو ثابت ہوا کہ جناب سلفی صاحب کا یہ اعتراض بالکل بے محل اور مردود ہے اور جناب

....

سلفی صاحب کی کم علمی اور علم حدیث سے ناواقف ہونے کا بین ثبوت ہے کیونکہ ایک راوی پر جرح کر کے کسی حدیث کو ضعیف ٹھہرانا صرف اسی طرح ہوسکتا ہے کہ وہ مجروح راوی متفرد ہو۔اور حدیث کا دارومدار اسی مجروح راوی پر ہولیکن یہاں ایسا معاملہ ہرگز نہیں ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ معترض صاحب اس اصول سے واقف نہیں ہیں۔

دوسرااعتراض:

اس حدیث کی سند پر دوسرااعتراض مولوی سجاد بخاری دیوبندی نے یوں کیا ہے۔

مگر یہ حدیث صحیح کی شرطوں پر پورا نہیں اترتی۔اول اس لیے کہ اس کا ایک راوی ہے ابوالجہم الازرق بن علی۔ یہ ثقاہت کے اس درجہ سے محروم ہے جو صحیح حدیث کی شرط ہے۔وہ صدوق ہے اور یہ توثیق کا بہت ادنیٰ درجہ ہے۔جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ عمداً جھوٹ نہیں بولتا لیکن غلطی سے روایت میں غلط سلط باتیں کہہ جاتا ہے.............الازرق بن علی بارے میں ابن حجر فرماتے ہیں

الازرق بن علی حنفی ابوالجهم صدوق یغرب من الحادیة عشرة (تقریب ص ۲۵)

ازرق علی حنفی ابوالجہم صدوق ہے۔غریب حدثیں بیان کرتا ہے۔

گیارہویں طبقہ سے ہے۔

نیز فرماتے ہیں:

ذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال یغرب (تہذیب التھذیب ۱:۲۰۰)

ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ غریب حدثیں لاتے ہیں۔

(اقامۃ البرھان علی البطال وساوس ھدیۃ الحیران (۲۴۹)

جواب

....

پہلے نمبر پر تو یہ بات ہے کہ یہ راوی ثقہ ہے اور جہاں تک علامہ ابن حجر نے اس کو صدوق یغرب کہا ہے تو یہ جرح نہیں تعدیل ہے اور یہ کہنا کہ یہ ثقاہت کے اس مرتبے سے محروم ہے جو کہ صحیح حدیث کی شرط ہے۔ مردود ہے چونکہ ہم پچھلے صفحات میں بالتفصیل اور باحوالہ محدثین کرام کے حوالہ جات نقل کر آئے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اگر علامہ ابن حجر کا صدوق یُغرِبُ کہنا اس کو صحیح کے مرتبہ سے گراتا ہے تو یہ تو آپ نے صحیحین کے رواۃ کے بارے میں بھی لکھا ہے تو کیا صحیحین بھی صحت کے درجے سے گر جائیں گی۔؟

ملاحظہ فرمائیں حضرت علامہ ابن حجر صحیح بخاری کے راوی ازھر بن جمیل کے بارے میں لکھتے ہیں:

ازھربن جميل بن جناح الهاشمی مولا هم البصری الشطی صدوق یغرب من العاشره.	ازھر بن جمیل بن جناح الھاشمی مولاھم البصری الشطی صدوق یغرب اور دسویں طبقہ میں سے ہے۔

(تقریب التھذیب ۱:۲۶)

اور ایک راوی سلمہ بن رجا کے بارے میں لکھتے ہیں:

سلمة بن رجا التميمی ابو عبدالرحمن الكوفی صدوق یغرب من الثامنة.	سلمہ بن رجا التمیمی کوئی صدوق ہے غریب احادیث لاتا ہے اور آٹھویں طبقہ سے ہے۔

(تقریب ۱:۱۳۰)

اسی طرح صحیح مسلم کے راوی خالد بن قیس کے بارے میں لکھا ہے:

خالدبن قيس بن رباح الازدی الحدّانی البصری صدوق یغرب من السابعة.	خالد بن قیس بن رباح ازدی حدانی بصری صدوق ہے غریب حدیثیں لاتا ہے۔

....

(تقریب ۱:۹۰)

تو ثابت ہوا کہ اگران رواۃ کی احادیث صحیحین میں ہوں اور وہ صحت کے درجے سے نہ گریں تو الازرق بن علی پر بھی اسی طرح کے الفاظ ہوں تو اس کی حدیث کیوں درجہ صحت سے گر جاتی ہے۔؟

اور پھر اس کو امام ابن حبان نے ''ثقہ یغرب'' کہا ہے جیسا کہ خلاصہ تہذیب الکمال میں علامہ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی فرماتے ہیں:

وقال ابن حبان ثقة يغرب . ابن حبان نے فرمایا کہ ثقہ ہے اور غریب احادیث لاتا ہے۔

(خلاصہ تہذیب الکمال ۱:۶۴)

تو اس صفت کے راوی تو صحیحین میں بہت سارے ہیں۔ اگر آپ کہیں کہ (ثقہ یغرب) والا راوی صحت کے درجے سے گر جاتا ہے تو پھر تو صحیحین کے بہت سارے رواۃ درجہ صحت سے گر جائیں گے اور صحیحین کی صحت بھی مشکوک ٹھہرے گی۔ ملاحظہ فرمائیں کہ یہ ثقہ یغرب کے الفاظ کس کس راوی کے بارے میں بیان کئے گئے ہیں۔

ابراہیم بن طہمان: اس راوی سے بخاری ومسلم سمیت تمام اصحاب صحاح ستہ نے روایت لی ہے۔

اس کے بارے میں علامہ ابن حجر فرماتے ہیں:

ثقة يغرب وتعلم فيه الارجا. ثقہ ہے غریب حدیثیں لاتا ہے۔ مرجئی ہے۔

(تقریب ۱:۳۰)

بشر بن خالد: بخاری ومسلم کا راوی ہے۔ یہ بھی ثقہ یغرب ہے۔ (تقریب ۱:۴۴)

ابراہیم بن سوید: ثقہ یغرب۔ (تقریب ۱:۲۰)

....

بشیر بن سلیمان: صحیح مسلم کا راوی۔ ثقہ یغرب۔ (تقریب ۱:۴۶)

الحسن بن احمد بن ابی شعیب۔ ثقہ یغرب۔ (تقریب ۱:۶۸)

تو اب کیا کہتے ہیں دیو بندی علماء کرام کہ یہ تمام روات صحیح کے مرتبے میں ہیں یا نہیں؟ ان کی روایات صحت کے درجے تک ہیں یا کہ نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ یغرب اور غریب الحدیث کی اصطلاحات میں فرق نہیں جانتے ورنہ ایسا کبھی نہ لکھتے۔

ثابت ہوا کہ یہ راوی ثقہ ہے اور اگر کوئی ہٹ دھری سے کام لے اور کہے کہ ہم نہیں مانتے کہ یہ راوی ثقہ ہے اور اس کی روایت صحیح کے مقام پر ہے تو ہم کہیں گے کہ اس روایت میں اگر یہ راوی ضعیف بھی ثابت ہو جائے تو ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچتا کیونکہ اس راوی کا متابع موجود ہے۔ جو کہ امام ابو نعیم الاصبہانی کی سند میں ہے۔ ملاحظہ فرمائیں ابو نعیم کی سند۔

حدثنا علی بن محمود ثنا عبداللہ بن ابراهیم بن الصباح ثنا عبداللہ بن محمد بن یحیی بن ابی بکیر ثنا یحیی بن ابی بکیر ثنا المستلم بن سعید عن حجاج عن ثابت البنانی عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون.

بسند مذکور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔

(کتاب ذکر اخبار اصبہان ۲:۸۳)

....

اس سند میں ازرق بن علی راوی نہیں بلکہ اس کی بجائے عبداللہ بن محمد بن یحییٰ بن ابی بکیر ہے جو کہ ازرق بن علی کا متابع ہے اور ہے بھی ثقہ۔

ملاحظہ فرمائیں (اس راوی کے بارے میں) خطیب بغدادی فرماتے ہیں:

عبدالله بن محمد بن يحيى بن ابى بكير، ابو عبدالرحمن سمع جده يحيى بن ابى بكير قاضى كرمان روى عن احمد بن جعفر التغلبى ويحيى بن صاعد ومحمد بن مخلد وكان ثقة.

عبداللہ بن محمد بن یحییٰ بن ابی بکیر۔ ابو عبدالرحمٰن اس نے اپنے دادا یحییٰ بن ابی بکیر جو کہ کرمان کے قاضی تھے سے سماعت کی اور اس سے احمد بن جعفر التغلبی یحیی بن صاعد اور محمد بن مخلد نے روایت لی اور یہ ثقہ ہے۔

(تاریخ بغداد ۱۰: ۸۰)

امام ابوالشیخ اصبہانی فرماتے ہیں:

عبدالله بن محمد بن يحيى بن ابى بكير الكرمانى قدم اصبهان وحدث بها وكان صدوقاً.

وہ صدوق (سچا) ہے۔

(طبقات المحدثین باصبہان والواردین علیہا ۲: ۲۸۳ بیروت)

امام ابونعیم فرماتے ہیں:

عبدالله بن محمد بن يحيى بن ابى بكير الكرمانى ابو محمد وقيل ابو عبد الرحمن قدم اصبهان وحدث بها وكان صدوقا.

وہ صدوق (سچا) ہے۔

....

(کتاب ذکر اخبار اصبہان ۲:۵۱)

امام ابن حبان فرماتے ہیں:

عبدالله بن محمد بن يحيى بن ابى بكير الكرمانى يروى عن جده يحيى بن ابى بكير ويزيد بن هارون ثنا عنه احمد بن يحيى بن زهير التسترى وغير هم. مستقيم الحديث.	عبداللہ بن محمد بن یحیی بن ابی بکیر کرمانی اپنے دادا یحیی بن ابی بکیر اور یزید بن ہارون سے روایت کرتا ہے اور اس سے احمد بن یحیی بن زہیر التستری نے روایت لی ہے اور یہ مستقیم الحدیث ہے۔

(کتاب الثقات لابن حبان ۸:۳۶۵)

ثابت ہوا کہ یہ متابع جو کہ ازرق بن علی کا ہے یہ قوی اور ثقہ ہے اور دیوبندیوں کا اس راوی کی وجہ سے اس روایت کو ضعیف قرار دینا ان کی کم علمی اور تعصب کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اور علمی دنیا میں اس اعتراض کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

تیسرا اعتراض:

مولوی سجاد بخاری غلام خانی نے لکھا ہے:

''اس حدیث کا ایک راوی مستلم بن سعید ہے۔ وہ ثقہ ہونے کے ساتھ ساتھ وہم کا شکار بھی ہو جاتا ہے۔''

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے:

مستلم بن سعيد الثقفى الواسطى صدوق عابد ربما وهم	مستلم بن سعید ثقفی واسطی صدوق ہے اور بعض دفعہ وہم کا بھی شکار ہوتا رہتا ہے۔

(تقریب ص ۳۵۱)

....

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

ذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال ربما خالف .	ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ کبھی کبھی روایت حدیث میں ثقات کی مخالفت کرتا ہے۔

جواب

قارئین کرام یہ ہے ان لوگوں کی علمی دیانت اور مبلغ علم کہ ایک تو تہذیب سے صرف ربما خالف کے الفاظ نقل کئے ہیں اور دیگر محدثین کے اقوال تعدیل مولوی صاحب نہ جانے کیوں چھپا گئے ہیں جبکہ یہ راوی ثقہ ہے اور ایسے ثقہ راوی پر مبہم جرح قطعاً مردود اور نا قابلِ التفات ہے۔ ملاحظہ فرمائیں!

حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی نقل فرماتے ہیں:

مستلم بن سعید الثقفی الواسطی العابد ....قال حرب عن احمد شیخ ثقة من اھل واسط قلیل الحدیث وقال اسحاق بن منصور عن ابن معین صویلح........وقال النسائی لیس به بأس وذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال ربما خالف.	امام احمد نے فرمایا کہ یہ شیخ ثقہ ہے امام ابن معین نے فرمایا ہے صویلح ہے جبکہ امام نسائی نے فرمایا کہ اس کی روایت میں کوئی حرج نہیں۔ ابن حبان نے اس کو ثقات میں بیان فرمایا اور کہا کہ کبھی کبھار مخالفت کرتا ہے۔

(تھذیب التھذیب ۱۰:۱۰۴)

....

ثابت ہوا کہ یہ راوی ثقہ ہے جیسا کہ امام ابوداؤد نے امام احمد سے نقل فرمایا ہے:

سمعت احمد قیل له المستلم؟قال ثقه. ثقہ ہے۔

(سوالات ابی داؤد فی الجرح والتعدیل ص ۳۲۱)

امام ذہبی فرماتے ہیں:

صدوق سچا ہے۔

(الکاشف ۳:۱۱۹)

اب جبکہ یہ راوی ثقہ وصدوق ثابت ہو گیا تو ربما وھم وربما خالف کے الفاظ اس راوی کو ثقاہت کے درجے سے گرا نہیں سکتے۔ ملاحظہ فرمائیں مشہور دیوبندی عالم ظفر احمد عثمانی تھانوی لکھتے ہیں:

اذا قالوا فی رجل: له اوهام اویهم فی حدیثه اویخطی فیه. فهذا لا ینزله عن درجة الثقة ،فان الوهم الیسیر لا یضر و لا یخلوا احدا.

(قواعد فی علوم الحدیث ۱۶۸)

اور جب کسی راوی کے بارے میں محدثین کہیں کہ له اوهام (اس کے لیے وہم ہیں) یا وہ حدیث میں وہمی ہے یا غلطی کرتا ہے تو یہ الفاظ اس کو ثقہ کے درجہ سے نہیں گراتے کیونکہ قلیل وہم مضر نہیں ہے اور اس سے خالی و پاک کوئی ایک بھی نہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ یہ جرح ہے ہی نہیں۔ اگر یہ جرح ہے تو پھر صحیحین سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں۔ دیکھیں کتنے رواۃ کے بارے میں علامہ ابن حجر عسقلانی نے یہ الفاظ فرمائے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

(خ) ابراہیم بن یوسف بن اسحاق (م۔خت) اسامہ بن زید اللیثی (م) اسمعیل بن

....

عبدالرحمٰن اسدی (خ) ایمن بن نابل (خ) جابر بن عمرو (م) جبر بن نوف (ح) حاتم بن اسمٰعیل (م) حرب بن ابی العالیہ (خ) حرمی بن عمارہ (خ) حزم بن ابی حزم (خ) حسن بن الصباح (م) حسن بن فرات (م) حمید بن زیاد (م) ربیعہ بن کلثوم۔ عبداللہ بن عبداللہ بن قیس وغیرھم کے بارے میں یہی الفاظ مروی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں تقریب التھذیب۔

تو ثابت ہوا کہ یہ خودساختہ اعتراض بھی پہلے اعتراضات کی طرح مردود ہے۔

چوتھا اعتراض:

اس حدیث شریف کی سند پر منکرین شان رسالت کا بزعمِ خویش بہت وزنی اور بہت اہم یہ اعتراض ہے کیونکہ یہ ان کا خودساختہ نہیں بلکہ یہ اعتراض دنیائے علم وفن کے ایک بہت بڑے ماہر یعنی حضرت امام ذہبی نے کیا ہے۔

مولوی سجاد بخاری صاحب اس سلسلہ میں یوں رقمطراز ہیں:

ایک راوی حجاج بن الاسود ہے۔ یہ راوی ذات اور حال دونوں اعتبار سے مجہول ہے مستلم بن سعید کے سوا کوئی اس سے روایت نہیں کرتا۔ یہ حدیث جو اس نے ثابت بنانی کے واسطے سے

حضرت انس سے بیان کی ہے۔ امام ذہبی اس کو حدیث منکر فرماتے ہیں:

حجاج بن الاسود عن ثابت البنانی نکرۃ ماروی عنہ فیما اعلم سوی مستلم بن سعید فاتی بخبر منکر عنہ عن الانس فی ان الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون رواہ البیھقی.	حجاج بن الاسود ثابت بنانی سے روایت کرتا ہے وہ مجہول العین والحال ہے۔ میرے علم کے مطابق مستلم بن سعید کے سوا کوئی اور اس سے روایت نہیں کرتا۔ چنانچہ اس نے ثابت کے ذریعے انس سے ایک منکر حدیث روایت کی ہے

....

کہ انبیاء قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں۔ (میزان الاعتدال ۱:۴۶۰)

جواب:

جناب سجاد بخاری صاحب کا یہ کہنا کہ یہ راوی ذات اور حال (مجہول العین والحال) ہے یہ بالکل غلط ہے اور امام ذہبی نے بھی اس راوی کا مجہول ہونا کسی محدث سے نقل نہیں فرمایا یعنی امام ذہبی سے پہلے اس راوی کو کسی بھی محدث نے نکرہ یا مجہول نہیں لکھا۔ یہ امام ذہبی کا اپنا قول واجتہاد ہے جو کہ عقل ونقل کے لحاظ سے خلاف واقعہ وغلط ہے ملاحظہ فرمائیں امام ذہبی خود فرماتے ہیں:

وان قلت: فيه جهالة او نكرة او يجهل او لا يعرف وامثال ذلك ولم اعزوه الى قائلٍ فهو من قبلی
(میزان الاعتدال ۱:۶)

''اگر میں کسی راوی کے بارے میں کہوں کہ اس میں جہالت ہے یا وہ نکرہ ہے یا جہالت کی نسبت اسکی طرف معروف یا اس جیسا کوئی لفظ کہوں اور اس کی کسی کی طرف نسبت نہ کروں تو یہ جرح میری طرف سے ہوگی۔

ثابت ہوا کہ امام ذہبی کا اپنا اجتہاد ہے:

پہلے نمبر پر تو بات یہ ہے کہ یہاں امام ذہبی کو سہو ہو گیا ہے۔ یہ راوی مجہول نہیں ہے جیسا کہ امام علامہ عسقلانی فرماتے ہیں:

حجاج بن الاسود ....انما هو حجاج بن ابی زیاد الاسود یعرف بزق العسل وهو بصری........ قال احمد ثقة ورجل صالح و قال ابن معين ثقة

حجاج الاسود......وہ حجاج بن ابی زیاد ہے جو کہ زق العسل کے نام سے مشہور ہے اور بصری ہے امام احمد نے فرمایا ثقہ ہے اور صالح آدمی ہے۔ امام ابن معین نے فرمایا ثقہ ہے اور ابو حاتم

....

وقال ابو حاتم صالح الحدیث و ذکرہ ابن حبان فی الثقات. نے کہا کہ صالح الحدیث ہے۔امام ابن حبان نے اس کو کتاب الثقات میں (٦:٢٠٢) ذکر کیا ہے۔ (لسان المیزان ٢:١٧٥)

اور اسی طرح امام ابن ابی حاتم نے بھی اس راوی کی تعدیل ہی نقل کی ہے۔ جرح کا کوئی لفظ نقل نہیں کیا۔ ملاحظہ فرمائیں کتاب الجرح والتعدیل ٣:١٦١ اور امام یحیٰ بن معین نے کہا حجاج الاسود ، بصری ثقہ ہے (تاریخ یحیی بن معین ٢:١٠١)

اب جبکہ یہ بات دلائل سے واضح ہوگئی کہ یہ راوی مجہول نہیں بلکہ معروف اور زبردست ثقہ ہے تو یہ روایت بھی صحیح ثابت ہوگئی۔

لیکن بعض حضرات امام ذہبی کی اس عبارت کو صحیح ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور صرف کر رہے ہیں۔ اور طرح طرح کی باتیں بناتے ہیں۔

مولوی سجاد بخاری لکھتے ہیں:

''اسماء الرجال میں امام ذہبی استقراء تام کے مالک ہیں اور اس فن میں ان کی رائے معاصرین اور بعد کے علماء کی رائے پر فائق اور راجح ہے۔ یہ بات بظاہر صحیح نہیں معلوم ہوتی کہ امام ذہبی ایسا ماہر فن اور رجال کا وسیع علم رکھنے والا امام احمد، ابن معین اور ابو حاتم ایسے ائمہ جرح و تعدیل کی توثیق سے بے خبر ہو اور اسے یہ بھی معلوم نہ ہو کہ جریر، عیسیٰ، حماد اور روح ایسے ائمہ ثقات اس سے روایت کرتے ہیں اور اس بے خبری میں مجہول کہہ دیا...........الخ (اقامتہ البرھان،٢٥٢)

ایک اور شخص یعنی شیر محمد مماتی نقل کرتے ہیں:

''علامہ ذہبی وہ ہیں جن کو نقد رجال میں کامل ملکہ حاصل ہے۔ جب علامہ ذہبی کو رواۃ اور رجال کے پرکھنے کی مکمل مہارت حاصل ہے اور ان کے بعد آنے والے جملہ محدثین کرام ان پر

....

اس فن میں کلی اعتماد کرتے ہیں تو ان پر بلا وجہ یہ الزام کیوں عائد کیا جاتا ہے کہ یہ ان کا وہم ہے۔''

(آئینہ تسکین الصدور ص ۳۲)

جواب:

امام ذہبی کی اسماء الرجال میں تحقیق وعلم استقراء تام کے درجہ میں ہے۔ یہ بجا اور ''رواۃ اور رجال کو پرکھنے کی مکمل مہارت ہے۔ یہ بھی صحیح لیکن امام ذہبی معصوم نہیں ہیں کہ ان سے غلطی کا امکان ہی نہ ہو اور اس راوی کو نکرہ کہنا ان کی غلطی ہے جس کا انہوں نے خود بھی اقرار کیا ہے اس

راوی کے بارے میں امام ذہبی خود فرماتے ہیں:

قلت حجاج ثقة — حجاج ثقہ ہے

(تلخیص المستدرک ۴: ۳۲۲ کتاب الرقاق)

امام ذہبی خود اس راوی کو ثقہ گردانتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ میزان میں یا تو علامہ ذہبی کو سہو ہو گیا ہے یا پھر انہوں نے بعد میں ویسے ہی اس جرح سے رجوع کر لیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں، آپ فرماتے ہیں:

حجاج الاسود القسملی ویقال له حجاج زق العسل وهو حجاج بن ابی زیاد حدث عن: شهر وابی نضره و جماعة. بصری صدوق روی عنه جعفر بن سلیمان وعیسیٰ بن یونس وروح وکان من الصلحاء وثقه ابن معین.

(سیر الاعلام النبلاء ۷: ۷۶ موسسۃ الرسالہ بیروت)

حجاج الاسود القسملی، اور اس کو حجاج زق العسل بھی کہتے ہیں اور وہ حجاج بن ابی زیاد ہے جو کہ شہر، ابونضرہ اور محدثین کی ایک جماعت سے روایت لیتا ہے اور بصری ہے اور صدوق ہے اور اس سے جعفر بن سلیمان اور عیسیٰ بن یونس اور روح نے روایت کی ہے وہ علماء میں ہے۔ امام ابن معین نے اس کو ثقہ کہا ہے۔

....

تو معلوم ہوا کہ امام ذہبی نے اپنی جرح سے خود ہی رجوع فرمالیا تھا۔اور اگر کوئی یہ ثابت کرنے کی کوشش کرے کہ یہ راوی بہرحال مجہول ہے چونکہ اس کو امام ذہبی نے مجہول کہہ دیا ہے تو میں عرض کروں گا کہ امام ذہبی نے تو بہت سارے ثقات کو میزان الاعتدال میں مجہول لکھ دیا ہے تو کیا آپ ان سب ثقہ راویوں کو فقط امام ذہبی کے کہنے پر مجہول مان لیں گے؟

آئیں چند مثالیں میزان سے پیش کرتا ہوں کہ امام ذہبی نے کن کن ثقہ روات کے بارے میں مجہول وغیرہ جیسے الفاظ لکھے ہیں۔

امام ذہبی فرماتے ہیں:

الحسين بن الحسن بن يسار ذكره ابن ابى حاتم مجهول.

کہ اس کو ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے یہ مجہول ہے۔

اب دیکھیں کہ راوی ایسا ہے کہ جس سے امام بخاری و مسلم وغیرھما نے روایت لی ہے اور میزان الاعتدال میں اس کے بارے میں مجہول لکھا گیا ہے۔

حضرت علامہ المزی لکھتے ہیں:

الحسين بن الحسن بن يسار .....قال احمد بن حنبل من الثقات المامونين و قال النسائى ثقة و ذكره ابن حبان فى الثقات روى له بخارى ومسلم و نسائى

(تھذیب الکمال ۴:۴۵۹)

الحسین بن حسن بن یسار امام احمد بن حنبل نے فرمایا یہ ثقات مامونین میں سے ہے اور نسائی نے کہا ثقہ ہے اور ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے اور اس سے امام بخاری و امام مسلم اور امام نسائی نے روایت لی ہے۔

حتی کہ امام ذہبی نے تو ایک صحابی رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں یہ الفاظ لکھ دیئے ہیں:

....

مدلاج بن عمر و اسلمی لایدری من هو یہ کون ہے نہیں جانا گیا۔ یعنی یہ مجہول ہے۔

(میزان الاعتدال ۴:۸۶) (استغفر اللہ)

امام حجر عسقلانی ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

وهذا صحابی ذکره ابن حبان وغیره فی الصحابة .... وهذا رجل من اهل بدر ولم یختلف عن ذکره احد ممن صنف فی الصحابة.

(لسان المیزان ۶:۱۲،۱۳)

یہ صحابی رسول ہے اور اس کا ذکر ابن حبان وغیرہ نے صحابہ میں کیا ہے اور یہ شخص اہل بدر میں سے ہے یعنی بدری صحابی ہے اور جس نے بھی صحابہ پر لکھا اس میں سے کسی کا بھی اختلاف اس کے صحابی ہونے میں نہیں ہے۔

اس طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں دی جا سکتی ہیں لیکن کتاب کو طوالت سے بچانے کے لیے ہم انہی دو مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ ویسے بھی عقلمند کے لیے اشارہ کافی ہے۔

پانچواں اعتراض:

اس حدیث پر شیر محمد مماتی اعتراض کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

''دراصل حجاج بن اسود کی ثقاہت کی بحث کے علاوہ ان سے ماسوا مستلم بن سعید کے کسی نے یہ حدیث روایت نہیں کی۔

(آئینہ تسکین الصدور ص ۳۲)

جواب:

جہاں تک حجاج بن اسود کا تعلق ہے تو ہم الحمد للہ اس کی ثقاہت نا قابل تردید حوالوں سے ثابت کر آئے ہیں اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اس سے سوائے مستلم بن سعید کے اور کسی

....

نے یہ روایت نہیں کی، یہ جرح ہے ہی نہیں ۔ جب مستلم بن سعید ثقہ ہے تو پھر کتنے ہی راوی ہیں جو کہ بہت ساری احادیث میں متفرد ہیں لیکن ان احادیث پر اعتراض نہیں تو پھر اس پر کیوں ہے؟ آپ دور نہ جائیں۔ صحیحین میں کتنے راوی ہیں جن سے صرف ایک ہی راوی روایت کرتا ہے۔

ملاحظہ فرمائیں حضرت امام علامہ ابن حجر عسقلانی اسماء بن الحکم الفزاری کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

وقال البخاری لم یر وعنه الاهذا الحدیث وحدیث آخر لم یتابع علیه.... قال المزی هذا لا یقدح فی صحة الحدیث لان وجود المتابعة لیس شرط فی صحة کل حدیث صحیح .

(تہذیب التہذیب ا:۲۶۷)

امام بخاری نے فرمایا کہ اس سے اس حدیث کے سوا اور کوئی روایت نہیں ہے اور اس کی کوئی دوسری حدیث متابع بھی نہیں ہے اور مزی نے کہا کہ یہ بات صحت حدیث کے لئے مضر نہیں ہے کیونکہ متابع کا پایا جانا ہر صحیح حدیث کے لیے ضروری نہیں ہے۔

اور پھر مشہور دیوبندی...... جناب ظفر احمد عثمانی تھانوی نے لکھا ہے:

من لم یرو عنه الا واحد فقط لا یمتنع ان یکون ثقة محتجا به

(قواعد فی علوم الحدیث ۲۳۷)

کہ جس راوی سے صرف ایک ہی راوی روایت کرے اس کے ثقہ اور قابلِ احتجاج ہونے کے منافی نہیں ہے۔

اور علامہ حافظ ابوبکر محمد بن موسی الحازمی فرماتے ہیں:

لانهما قد خرجا فی کتابهما احادیث جماعة من الصحابة لیس لهم الا راو

کیونکہ بخاری و مسلم نے اپنی اپنی کتاب میں صحابہ کی ایک جماعت سے روایات لی ہیں کہ جن سے

....

واحد و احادیث لا تصرف الامن جھة واحدة.	صرف ایک ہی راوی روایت کرنے والا ہے اور وہ حدیث سوائے اس ایک جہت کے کسی وجہ سے پہچانی بھی نہیں جاتی یعنی اس کا متابع بھی کوئی نہیں ہے۔

(شروط الائمۃ الخمسۃ ص۷٦)

اور پھر علامہ الحازمی نے تفصیلاً ایسی احادیث کو نقل بھی کیا ہے کہ جن میں بعض مقامات پر صرف ایک ہی راوی ہے۔

تو جب مطلقاً ایک راوی سے روایت کرنے والا صرف ایک ہی راوی ہو وہ صحت حدیث کے منافی نہیں ہے۔تو پھر حجاج بن اسود سے تو کئی دیگر راوی بھی روایت کرتے ہیں۔اس لیے یہ اعتراض بالکل بچگانہ اور پاگلانہ اعتراض ہے۔

اعتراض:

شیر محمد مماتی جھنگوی نے لکھا ہے:

یہ حدیث الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون جو کہ بذعم موصوف حیاۃ النبی بحیاۃ دنیویہ حقیقیہ جسمانیہ عنصریہ کے عقیدہ کی مرکزی دلیل ہے۔صرف مسند ابی یعلی و مسند بزار میں صرف ایک صحابی سے مروی ہے جن کا نام نامی اسم گرامی حضرت انس بن مالک ہے رضی اللہ عنہ۔ان کے بعد آپ کے سینکڑوں شاگرد تھے مگر یہ حدیث صرف ان کے ایک ہی شاگرد بتاتے ہیں جن کا اسم گرامی ثابت بنانی ہے۔پھر آگے ان کے بیسیوں شاگرد تھے مگر یہ حدیث صرف ایک ہی شاگرد بتاتے ہیں۔جن کا نام حجاج بن اسود ہے پھر ان سے صرف مستلم بن سعید روایت کرتے ہیں اب مستلم بن سعید کے شاگردوں میں سے صرف دو روایت کرتے ہیں جن میں سے ایک کا نام تو حسن بن قتیبہ خزاعی ہے اور یہ حسن بن قتیبہ خزاعی ابن عدی اور مسند بزار کا راوی ہے۔.......... یہ صاحب

....

ھالک الحدیث، متروک الحدیث، ضعیف، کثیر الوہم ہے۔

اب مستلم بن سعید کا ایک ہی شاگرد رہ گیا اور وہ ہے یحیٰ بن ابی بکیر۔ پھر اس کا ایک ہی شاگرد ابوالجہم الازرق بن علی پھر اس کا شاگرد صاحب مسند ابویعلی موصلی متوفی ۳۰۷ھ ہیں۔

الغرض حضرت انس سے لے کر ابویعلی تک چار صدیوں میں گنتی کے کل ۷۔۶ آدمی ہیں اور اپنے اپنے استاد سے روایت کرتے ہیں۔ سب متفرد ہیں۔

(آئینہ تسکین الصدور، ۲۶۔۳۷)

اسی سے ملتا جلتا اعتراض سجاد بخاری غلام خانی نے بھی اقامۃ البرہان ۳۵۲ص ۳۵۳ پر نقل کیا ہے۔

جواب:

اس اعتراض کا سلسلہ وار جواب ملاحظہ فرمائیں:

(۱) یہ حدیث صرف مسند ابی یعلی اور مسند بزار میں صرف ایک صحابی سے مروی ہے جن کا نام نامی اسم گرامی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہے۔ اس دیوبندی مماتی مولوی صاحب کا علم تو اسی سے ظاہر ہے کہ یہ حدیث اس کے مطابق صرف مسند ابی یعلی اور مسند بزار میں ہے حالانکہ ہم پچھلے صفحات میں واضح کر آئے ہیں کہ اس حدیث کو کم وبیش نو محدثین نے اپنی اپنی کتب میں بسند نقل کیا ہے۔

اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ یہ صرف ایک صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے تو یہ تو کوئی جرح نہیں۔ کتنی احادیث صحیحین میں موجود ہیں جو کہ صرف ایک صحابی سے مروی ہیں اور آگے ان سے روایت کرنے والا بھی صرف ایک ہی ہے۔ کسی صحیح حدیث کا متابع

....

نہ پایا جانا کوئی عیب و جرح نہیں ہے جیسا کہ ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں۔

اعتراض کا دوسرا حصہ:

ان (حضرت انس رضی اللہ عنہ) کے بعد آپ کے سینکڑوں شاگرد تھے۔ مگر یہ حدیث صرف ان کے ایک ہی شاگرد بتاتے ہیں۔ جن کا اسم گرامی ثابت بنانی ہے۔

جواب:

اگر واقعتاً ایسا ہی ہوتا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت صرف حضرت ثابت بنانی ہی روایت کرتے تو پھر بھی کچھ مضائقہ نہیں تھا کیونکہ حضرت ثابت بنانی زبردست ثقہ تابعی ہیں اور ثقہ کا تفرد مضر نہیں۔

لیکن یہاں تو معاملہ اس کے برعکس ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کرنے میں ثابت بنانی کے ساتھ عبدالعزیز (عندالبزار) اور ابوالملیح (عندالبیہقی) بھی موجود ہیں۔

ملاحظہ فرمائیں۔ امام بزار فرماتے ہیں:

حدثنا محمد بن عبدالرحمن بن المغفل الحرانی ،ثنا الحسن بن قتیبة المدائنی ثنا حماد بن سلمه عن عبد العزیز عن انس قال،قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الانبیاء احیاء یصلون فی قبورهم.

بسند مذکور، حضرت عبدالعزیز حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انبیاء کرام زندہ ہیں اور اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں۔

(کشف الاستار عن زوائد البزار ۱؍۳:۱۰۰ کتاب اعلام النبوۃ)

تو اس سند میں حضرت ثابت بنانی کے حضرت عبدالعزیز متابع ہیں۔

....

اور امام بیہقی نقل کرتے ہیں:

اخبرنا ابو عثمان الامام انبأ زاهر بن احمد انبأ ابو جعفر محمد بن معاذ المالینی ثنا الحسین بن الحسن ثنا مؤمل ثنا عبدالله بن ابی حمید الهذلی عن ابی الملیح عن انس بن مالک الانبیاء فی قبورهم احیاء یصلون	بسند مذکور۔ جناب ابوالملیح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انبیاء کرام قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں۔

(حیاۃ الانبیاء للبیہقی، ۱۷)

تو ثابت ہوا کہ یہ اعتراض بھی کم علمی تعصب کا نتیجہ ہے اور حقیقت کے ساتھ اس کو دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

تو جب یہ اعتراض ہی باطل ومردود ہے تو آگے یہ اعتراض کرنا کہ حضرت ثابت سے حجاج بن الاسود اور حجاج بن الاسود سے سوائے مستلم کے یہ روایت کسی نے بھی روایت نہیں کی اپنے آپ ہی ختم ہو جاتا ہے۔

اور پھر اس کے بعد یہ اعتراض کہ...........

مستلم کے شاگردوں میں سے صرف دو روایت کرتے ہیں جن میں سے ایک کا نام تو حسن بن قتیبہ خزاعی ہے جو کہ مجروح راوی ہے۔

اب مستلم بن سعید کا صرف ایک ہی شاگرد رہ گیا وہ ہے یحیٰ بن ابی بکیر پھر اس کا ایک ہی شاگرد ابوالجہم الازرق بن علی پھر اس کا شاگرد صاحب مسند ابویعلی موصلی ہے۔

یہ اعتراض.........بھی کوئی وقعت نہیں رکھتا بلکہ یہ اعتراض تو معترض کی علمی پستی پر ماتم

....

کر رہا ہے کہ اس کو اتنا بھی علم نہیں یحیی بن ابی بکیر سے صرف ابوالجہم الازرق بن علی ہی روایت نہیں کرتا بلکہ عبداللہ بن یحیٰی بن ابی اکبیر بھی یہ روایت کرتا ہے۔اور وہ ثقہ ہے جیسا کہ پچھلے صفحات میں ابونعیم کے حوالے سے گزر چکا ہے........

اعتراض:

اس صحیح حدیث پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ:

الغرض حضرت انس رضی اللہ عنہ سے لے کر ابو یعلی موصلی تک چار صدیوں میں گنتی کے کل ۶۔۷ آدمی ہیں۔اور اپنے اپنے استاد سے روایت کرنے میں سب متفرد ہیں۔

جواب:

اگر مسئلہ ایسے ہی ہوتا تو پھر بھی مضائقہ نہیں تھا کیونکہ یہ سب راوی ثقہ ہیں لیکن جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی متفرد نہیں ہے۔

(الحمدللہ رب العالمین)

تنبیہ:

اس حدیث پر 'منکر' کا اطلاق ہرگز جائز نہیں ہے کیونکہ منکر وہ روایت ہوتی ہے کہ جس میں کوئی ضعیف راوی ثقہ راویوں کے خلاف روایت کرے۔یا پھر بقول بعض کوئی ثقہ راوی اپنے سے اوثق راوی کی مخالفت کرے۔جبکہ اس حدیث میں نہ تو کوئی ضعیف راوی ہے کہ وہ ثقہ کی مخالفت کر رہا ہو اور نہ ہی ثقہ کسی اوثق کی مخالفت کر رہا ہے۔

اور جس حدیث کو اس کے مقابلے میں مقبول روایت قرار دیا جا رہا ہے وہ دراصل ایک اور روایت ہے بلکہ وہ روایت: مررت علی قبر موسیٰ وھو قائم یصلی فیہ :اس کی شاہد موید روایت ہے نہ کہ

....

اس کے مخالف جیسا کہ امام بیہقی فرماتے ہیں:

ولحیاۃ الانبیآء بعد موتھم صلوات اللہ علیھم.شواھد من الاحادیث الصحیحۃ منھا ....ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ الاسری بہ مَرعلی موسیٰ علیہ السلام وھو یصلی فی قبرہٖ.	اورانبیاءکرام علیہم السلام کی حیاۃ بعدازوفات پر صحیح احادیث میں سے شواہد موجود ہیں۔ان میں سے وہ حدیث ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام پرگزرے تو وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔

(حیاۃ الانبیاء:۱۹)

اور حضرت علامہ سخاوی اپنے شیخ علامہ ابن حجر عسقلانی سے نقل فرماتے ہیں:

وشاھذالحدیث الاول ماثبت فی صحیح مسلم من روایۃ حماد بن سلمۃ عن انس رفعہ مررت بموسیٰ لیلۃاسریٰ بی عند الکثیب الاحمروھو قائم یصلی فی قبرہٖ. (القول البدیع:۱۶۸)	پہلی حدیث (الانبیاءاحیاءفی قبورھم یصلون) کا شاہدومؤیدوہ حدیث ہے جوصحیح مسلم میں حماد بن سلمہ کی سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان ہوئی کہ میں موسیٰ پرگزرامعراج کی رات تو وہ ریت کے سرخ ٹیلے کے پاس اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

تو ثابت ہوا کہ یہ حدیث اس کی موید وشاہد ہے نہ کہ اس کی مخالف کہ ایک کورد کیا جائے تب دوسری کا اثبات ہوگا۔جب دونوں رواتیں صحیح ہیں اورایک دوسری کی مخالف نہیں ہیں تو دونوں کوصحیح مانا جائے گا۔

حدیث نمبر۳:

وقدروی من وجہ آخر عن انس بن مالک موقوفاً اخبرنا ابو عثمان الامام رحمہ اللہ أنبأزاھر بن احمد انبا ابو جعفر محمد بن معاذ المالینی ثنا الحسین بن الحسن ثنامومل ثناعبید اللہ بن ابی حمید الھذلی عن ابی الملیح عن انس بن مالک: الانبیاء فی قبو رھم احیاء یصلون

اور ایک اور سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ روایت موقوف بیان کی گئی ہے۔ بسند مذکور:

حضرت ابوالملیح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور وہ نماز پڑھتے ہیں۔

اس موقوف روایت میں حضرت ابوالملیح بن اسامہ الھذ لی حضرت امام ثابت بنانی کے متابع اور شاہد ہیں اور یہ موقوف روایت اس سے پہلی روایت مرفوع کی تائید کر رہی ہے۔ لہذا یہ کہنا کہ الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون کے الفاظ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سوائے ثابت بنانی کے اور کوئی راوی روایت نہیں کرتا۔ بالکل غلط ہے۔ جناب ابوالملیح تابعی اور ثقہ ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں تہذیب الکمال للمزی ۲۲: ۵۵، ۵۶۔

یہ روایت امام بیہقی نے چونکہ عن ثابت عن انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی تائید میں بیان کی ہے لھذا اگرچہ اس کا ایک راوی عبید اللہ بن ابی حمید ضعیف ہے پھر بھی اس کے پیش کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ کیونکہ متابع اور شواہد میں ضعیف راوی کی روایت بھی پیش کی جاسکتی ہے جیسا کہ محدثین حضرات نے بیان فرمایا ہے۔

حضرت امام سخاوی فرماتے ہیں:

لانحصار للمتابعات فی الثقة كذالک   متابعات کے لیے صرف ثقہ پر ہی انحصار نہیں کیا

....

الشواهد ولذاقال ابن الصلاح: واعلم أنه قديدخل فی باب المتابعات والا ستشهادواية من لایحتج بحدیثه وحده. بل یکون معدودًا فی الضعفاء. وفی کتابی البخاری ومسلم جماعة من الضعفاء ذکرھم فی المتابعات والشواھد.

(فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث ۱:۲۰۹)

جائے گا۔ اسی طرح شواہد میں چونکہ امام ابن الصلاح نے فرمایا کہ جان لینا چاہیئے کہ متابعات اور استشہاد کے باب میں ایسے راوی کی حدیث بھی پیش کی جاسکتی ہے کہ جس کی حدیث سے متفرد ہونے کی حالت میں احتجاج نہ کیا جائے بلکہ اس میں ضعفاء بھی شمار ہوں گے اور صحیح بخاری ومسلم میں ایک جماعت ضعیف راویوں کی ہے کہ ان کو متابعات وشواہد میں ذکر کیا گیا ہے۔

یہی اصول ابن الصلاح نے ''مقدمہ ابن الصلاح ''ص۱۱۰، امانووی نے کتاب الارشاد ''طلاب الحقائق الی معرفة سنن خیر الخلائق ۱:۲۲۳، ۲۲۴'' امام ابن ملقن نے المقنع فی علوم الحدیث ۱:۱۸۸، ۱۸۹'' امام ابو یحییٰ زکریا الانصاری نے ''فتح الباقی بشرح الفیۃ العراقی ص۱۸۱'' امام جلال الدین السیوطی نے ''تدریب الراوی ۱:۲۴۵ میں بیان فرمایا ہے۔

جناب مولوی ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

وفی تعلیق الحسن: الضعیف یکفی بلاعتضاد وفی موضع منه: الضعیف یصلح للتقویة

قواعد علوم الحدیث ۶۸

التعلیق الحسن میں ہے کہ ضعیف روایت تائید کے لیے کافی ہے اور اسی کتاب میں ایک جگہ لکھا ہے کہ ضعیف تقویت کی صلاحیت رکھتی ہے۔

تو یہ روایت اگرچہ موقوف ہونے کے ساتھ ساتھ ضعیف بھی ہو تو تائید اور متابع کے طور پر اس کو پیش کرنا جائز ہے۔ اسی لیے امام بیہقی نے اس روایت کو یہاں پیش کیا ہے۔

حدیث نمبر۴

وروی کما اخبرنا ابو عبدالله الحافظ ثنا ابوحامد بن علی الحسنوی املاءً ثنا ابوعبدالله محمد بن العباس الحمصی ثنا ابو الربیع الزهرانی ثنا اسماعیل بن طلحة بن یزید عن محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ عن ثابت عن انس عن النبی صلی الله علیه وسلم ،قال: ان الانبیاء لایُترکون فی قبورهم بعد اربعین لیلةً ولکنهم یصلون بین یدی الله عزوجل حتی یُنْفَخَ فِي الصُّورِ.

بسند مذکور:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ انبیاء کرام اپنی قبروں میں چالیس روز کے بعد نہیں چھوڑے جاتے مگر یہ کہ وہ اللہ عزوجل کے حضور صور پھونکنے تک (یعنی قیامت تک) نماز پڑھتے ہیں۔

اس حدیث کی امام دیلمی نے بھی تخریج کی ہے ملاحظہ ہو فردوس الاخبار ۱:۲۷۳ حاکم فی التاریخ کذافی کنزالعمال ۱۱:۴۷۴،۴۷۳۔

اس روایت میں ایک راوی محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ ہے جو کہ مختلف فیہ ہے۔محدثین کی اکثریت نے اس پر کلام کیا ہے۔لیکن بعض محدثین نے اس کی تعدیل بھی فرمائی ہے۔

امام عجلی فرماتے ہیں:

محمد بن عبدالرحمن بن ابیٰ لیلیٰ کوفی ،صدوق ثقة ......وکان فقیها، صاحب سنة.......وکان صدوق جائز الحدیث.	محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کوفی صدوق (سچا) اور ثقہ ہے۔وہ فقیہ اور صاحب سنہ تھا اور سچا اور جائز الحدیث ہے۔

(تاریخ الثقات،۴۰۷)

وھذان صح بھذااللفظ ،فالمرادبه والله اعلم لا یترکون الاھذا المقدار ثم یکونون مصلین فیما یدی الله عزوجل کما روینا فی الحدیث الاول،	یہ حدیث اگران الفاظ کے ساتھ صحیح ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اس مقدار (یعنی چالیس راتیں) چھوڑے جاتے ہیں۔ پھر اپنے رب کے حضور نمازیں پڑھتے ہیں جیسا کہ پہلی حدیث میں ہم نے روایت کیا۔

امام ابوحاتم الرازی فرماتے ہیں:

محله الصدق کان سیی الحفظ شغل بالقضاء فسأ حفظه لایتھم بشیئی من الکذب........وسئل ابوزرعه فقال ھوصالح لیس بالقوی مایکون. (تاریخ الثقات، ۴۰۷)	اس کا محل (مقام) صدوق (سچا) اور کمزور حافظے کا مالک، قضا کے معاملات میں مشغول رہا اس لیے اس کا حافظہ کمزور ہو گیا۔ امام ابوزرعہ سے اس کے بارے میں سوال ہوا تو انہوں نے کہا وہ صالح ہے اور اتنا قوی نہیں جتنا کہ ہونا چاہیئے۔

امام برذعی امام ابوزرعہ رازی سے نقل فرماتے ہیں:

سألت ابوزرعة عن محمدن بن عبد الرحمن بن ابی الیلی فقال: رجل شریف.	میں نے ابوزرعہ سے محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ شریف آدمی ہے۔

(اسئلۃ البرذعی عن ابی زرعۃ وکتاب الضعفا ۲: ۳۷۷)

شاید اسی وجہ سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

وبیھقی ازروایت انس می آرد صحیح می کند.	اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے جو روایت کی ہے، صحیح ہے۔

(جذب القلوب، ۱۹۹)

....

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

مراد آں بود کہ حیات ایشاں در قبر دائم و مستمر است ولیکن در مدت اربعین بحال نماز و عبادت ظاہر نبود.
(جذب القلوب الی دیار المحبوب ۱۹۹)

اس حدیث شریف سے مراد یہ ہے کہ قبر میں ان (انبیاء کرام) کی حیات دائمی اور ہمیشگی والی ہے لیکن چالیس دن تک ان سے نماز و عبادت کا ظہور نہیں ہوتا۔

حضرت امام زرقانی فرماتے ہیں:

فالمراد انهم لا يتركون يصلون الاهذا المقدار ويكون مصلين بين يدى الله .
(زرقانی شرح المواہب ۵:۳۳۵)

اس حدیث شریف سے مراد یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اس عرصہ معینہ کے بعد نماز پڑھنے سے چھوڑے نہیں جاتے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور خاص میں نماز پڑھتے ہیں۔

حضرت اماتقی الدین السبکی فرماتے ہیں:

فالمراد به والله اعلم لا يتركون لا يصلون الاهنا المقدار ثم يكونون ..... مصلين فيما بين يدى الله تعالىٰ: قال البيهقى ولحياة الانبياء بعدموتهم شواهد من الاحاديث الصحيحه
(شفا السقام، ۱۸۰)

پس اس حدیث کی مراد یہ ہے کہ نہیں چھوڑے جاتے یعنی نہیں نماز پڑھتے وہ مگر اس مقدار کے بعد وہ اللہ تعالیٰ کے حضور نمازیں پڑھتے ہیں اور امام بیہقی نے کہا کہ انبیاء کرام کی حیات بعد از وفات پر احادیثِ صحیحہ سے شواہد موجود ہیں۔

اور کم و بیش اسی طرح کی عبارت علامہ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی نے القول البدیع ص ۱۶۸ میں نقل فرمائی ہے۔

....

اس حدیث کی کئی شواہد ہیں جن میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں۔

شاہد اوّل

حدثنا محمد بن ابی زرعه الدمشقی ،ثنا هشام بن خالد ،ثنا الحسن بن یحیی الخشنی ،عن سعید بن عبدالعزیز ،عن یزید بن ابی مالک عن انس بن مالک قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما من نبی یموت فیقیم فی قبره الااربعین صباحا. (حتی ترد علیه الروح)

بسند مذکور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو نبی بھی وفات پاتا ہے تو چالیس دن تک اپنی قبر میں ٹھہرتا ہے۔ (حتی کہ اسکی طرف روح لوٹادی جاتی ہے)

هذه لزیادة عند ابن العراق فی تنزیه الشریعة ۱:۲۳۵

مسند الشامیین اللامام طبرانی ،۱:۱۹۴،۲:۴۲۰

الرسائل القشیریه،۱۳، حلیة الاولیاء لابی نعیم،۸:۳۳۳

کنزالعمال ۱۱:۴۷۵ ،ابن حبان فی المجروحین ۱:۲۳۵،۲۳۶

اس روایت کو امام ابن جوزی نے موضوعات میں شمار کیا ہے کیونکہ اس کی سند میں الحسن بن یحیی الخشنی منکرالحدیث ہے۔

لیکن امام سیوطی نے اس پر تعقب کیا اور کہا ہے کہ یہ حدیث موضوع نہیں ہے۔ ملاحظہ فرمائیں (التعقبات علی الموضوعات ،۵۳ باب المناقب)

امام ابوالحسن علی بن عراقی الکنانی فرماتے ہیں:

(تعقب)بان الخشنی من رجال ابن ماجه (تعقب) کیونکہ الخشنی (الحسن بن یحییٰ) ابن ماجہ

....

جعفر الاکثر ولم ینسب الی وضع ولا	کے رجال میں سے ہے۔ اکثر نے اس کی
کذب وقال دحیم و ابو داؤد لابأس به	تعفیف کی ہے لیکن کسی ایک نے بھی وضع اور
وقال ابو حاتم صدوق سیی الحفظ	جھوٹ کو اس کی طرف منسوب نہیں کیا۔ دحیم اور
وقال ابن عدی تحتمل روایاته ومن	ابوداؤد نے کہا کہ صدوق (سچا) مگر سیّی الحفظ
هذه حالته لایحکم علی حدیثه بالوضع	ہے۔ ابن عدی نے کہا کہ یہ اپنی روایات اٹھانے
و لحدیثه شواهد یر تقی بهاالی درجة	والا (یادرکھنے والا) ہے۔ تو اس حالت میں اس
الحسن وقال الحافظ ابن حجر فی	کی حدیث پر وضع کا حکم نہیں لگایا جا سکتا اور پھر
تخریج احادیث الرافعی قد الف	اس حدیث کے شواہد موجود ہیں جو کہ اس کو
البیهقی جزءً فی حیاة الانبیاء فی	حسن کے درجہ میں لے جاتے ہیں اور حافظ ابن
قبورهم واردفیه عدة احادیث تؤیده	حجر نے تلخیص الحبیر میں کہا۔ امام بیہقی نے حیات
هذا	الانبیاء میں ایک مستقل جزء تصنیف کیا اور کافی
(تنزیہ الشریعۃ المرفوعہ ۱:۳۳۵)	احادیث اس مسئلہ کی تائید میں پیش کی ہیں۔

علامہ جمال الدین المزی نقل فرماتے ہیں؛

وقال احمدبن سعد بن ابی مریم: سألت یحیی بن معین عن الحسن بن یحیی الخشنی فقال ثقة خراسانی.

یحییٰ بن معین نے فرمایا کہ یہ ثقہ ہے۔

(تھذیب الکمال ۴:۴۳۵)

ان دلائل وحوالہ جات سے ثابت ہوا کہ یہ روایت بطور تائید پیش کی جا سکتی ہے۔

دوسرا شاہد

وقد یحتمل ان یکون المراد به رفع اجساد مع ارواحھم۔[1]

اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے یہ مراد ہو کہ انکے اجساد روحوں سمیت اٹھ جاتے ہوں۔

اس حدیث کا ایک اور شاہد ہے جس کو امام دیلمی نے روایت کیا ہے۔

عشرۃ لا یترکون فی قبورھم ولکنھم یصلون بین یدی اللہ عزوجل حتی ینفخ فی الصوز. الانبیاء.........الخ.

دس شخصیات ہیں کہ ان کو قبور میں نہیں چھوڑا جاتا مگر اس حالت میں کہ وہ اللہ کے حضور صور پھونکنے تک نمازیں پڑھتے ہیں۔ ان میں سے انبیاء ہیں۔

(فردوس الاخبار،۲:۶۴)

ان شواہد کے ساتھ حدیث شریف: ان الانبیآء لایترکون فی قبورھم کم از کم حسن لغیرہ ہے۔ اور یہ تمام احادیث مل کی حدیث الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون کے شواہد ومتابعات بنتی ہیں جس سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ یہ حدیث بالکل صحیح اور قابل اعتماد ہے۔

(وللہ الحمد علی ذلک)

---

[1] اگر تو اس سے مراد یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام قبور مقدسہ کو چھوڑ کر کسی اور جگہ تشریف لے جاتے ہیں تو یہ تمام احادیثِ صحیحہ اور اجماعِ امت کے خلاف ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ کبھی کبھی تصرف فرمانے کے لیے کہیں تشریف لیجائیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے جیسا کہ آگے چل کر تفصیلاً بیان ہوگا۔(انشاءاللہ المولی) کیونکہ حضرات انبیاء کرام اگر اجسام مع الارواح اٹھ جاتے اور قبور خالی رہ جاتیں تو پھر قبور کی زیارت کا کیا فائدہ تھا۔؟ اور آئندہ آنے والی تمام احادیث مہمل قرار پاتیں۔اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں سے اٹھ جانے سے مراد صرف یہ ہے جیسے آدمی بیدار ہوجائے۔اس طرح وہ حضرات عبادت کے لیے بیدار ہوجاتے ہیں اور اللہ کے حضور عبادت کرنے میں مشغول ہوجاتے ہیں۔

حدیث نمبر ۵

فقدروی سفیان الثوری فی "الجامع" قال شیخ لنا عن سعید بن المسیّب قال: ما مکث نبی فی قبرہ اکثر من اربعین لیلۃ حتی یرفع.

امام سفیان ثوری نے اپنی: "جامع" میں روایت کی ہے کہ ہمارے شیخ نے حضرت سعید بن المسیّب سے روایت بیان کی ہے انہوں نے کہا کہ کوئی نبی اپنی قبر میں چالیس راتوں سے زیادہ نہیں ٹھہرتا۔ حتّٰی کہ اس کو اٹھالیا جاتا ہے۔

یہ الفاظ ان معنوں میں صحیح نہیں ہیں:

اولاً تو یہ حضرت سعید بن المسیّب کے الفاظ ہیں۔ یہ کوئی حدیث مرفوع نہیں ہے جبکہ انبیاء کرام علیہ السلام کا اپنی اپنی قبور مقدسہ میں تشریف فرمانا اور نمازیں پڑھنا صحیح مرفوع احادیث میں موجود ہے۔

ثانیاً حضرت سعید بن مسیّب سے اس کے برعکس روایت موجود ہے جو کہ دارمی وابونعیم وغیرھما نے ان سے نقل فرمائی ہے کہ ایامِ حرۃ میں وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منورہ سے اذان واقامت کی آواز سنا کرتے تھے۔ جیسا کہ آگے تفصیلاً آئے گا۔ ثالثاً ان الفاظ کا وہ مطلب ہرگز نہیں ہے جو کہ بعض حضرات نے کشید کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرات انبیاء کرام اب قبور مقدسہ میں نہیں ہیں۔ کیونکہ امام بیہقی کے اس کے ساتھ ملحق آنے والے الفاظ اس کی تائید نہیں کرتے۔ بلکہ امام بیہقی کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں لیکن بعض اوقات جہاں چاہیں اللہ کے حکم سے تشریف لے جائیں۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کہ قبر میں نماز پڑھتے ہیں اور بیت المقدس میں پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال بھی کرتے ہیں اور آسمانوں میں بھی تشریف فرما ہیں۔

ایک پیش کردہ روایت کا تجزیہ

....

ان الفاظ کی تائید میں ایک روایت امام رافعی اور امام غزالی سے یوں پیش کی جاتی ہے۔

انا اکرم علی ربی من ان یترکنی قبری بعد ثلاث.

کہ میں اپنے رب کے نزدیک اس سے بہتر ہوں کہ وہ مجھے تین دن کے بعد قبر میں چھوڑے۔

اس سے بھی بعض حضرات یہ اخذ کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اب اگر زندہ بھی ہیں تو قبر میں نہیں ہیں بلکہ جنت یا کسی اور جگہ ہیں۔

یہ روایت موضوع ہے:

یہ روایت ثابت نہیں ہے بلکہ موضوع ہے۔ اس لیے نہ تو اس کو دلیل بنایا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس کو تائیداً پیش کیا جا سکتا ہے۔

اس کے بارے میں محدثین کی رائے ملاحظہ کیجئے۔

ا۔ حضرت امام سخاوی فرماتے ہیں:

وذکر الغزالی ثم الرافعی حدیثا مرفوعًا انا اکرم علی ربی من ان یترکنی فی قبری بعد ثلاث لا اصل له.

القول البدیع ۱۶۸

اور ذکر کیا امام غزالی اور پھر رافعی نے مرفوعًا کہ میں اپنے رب کے نزدیک اس سے زیادہ بہتر ہوں کہ وہ مجھے تین دن کے بعد میری قبر میں چھوڑے۔ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے۔

۲۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

ومحققین اهل حدیث وشراح آں بر آنند که حدیث ....انا اکرم علی ربی الی آخرها بصحت نرسیده اندوبه

اور محققین محدثین وشارحین حدیث نے فرمایا ہے کہ حدیث انا اکرم علی ربی (آخر تک) درجہ صحت کو نہیں پہنچتی۔ اس کے راویوں میں بعض سوئے

....

ثبوت نہ پیوستہ و درراویاں کسی هست حفظ بلکه زیادہ ازاں که بسوی حفظ بلکه زیادہ ازاں منسوب است واگر صحیح باشند تا و یلش آنست که مراد ترک ست بی اشتغال بعمل و عبادت مولی و بعد از معفی مدت هم درقبراند مشغول بصلوۃ و طاعت حق........

(جذب القلوب الی دیار المحبوب، ۱۸۸)

بلکہ اس سے بھی زیادہ جرح کی طرف منسوب ہیں اور اگر بالفرض صحیح بھی ثابت ہو جائے تو اس کی تاویل یہ ہوگی کہ بغیر عبادت کے نہیں چھوڑے جاتے۔ بلکہ تین روز کے بعد قبر میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور نماز میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

۳۔ حضرت شہاب الدین محمود آلوسی بغدادی فرماتے ہیں:

وهو علی هذا لایدل علی انه بعد الاربعین لا یقیم فی قبره بل یخرج منه و انما یدل علی انه لایبقی فی القبر میتا کسائر الا موات .اکثر من اربعین صبا حا بل ترد الیه روحه ویکون حیا و این هذا من دعوی الخروج من القبر بعد الاربعین .

(تفسیر روح المعانی ۲۲:۳۸)

اور یہ اس پر دلالت نہیں کرتی کہ وہ اپنی قبر میں چالیس دن کے بعد مقیم نہیں رہتے بلکہ وہاں سے چلے جاتے ہیں بلکہ یہ تو اس پر دلالت کرتی ہے کہ انبیاء اپنی قبور میں عام مردوں کی طرح نہیں رہتے بلکہ ان کی روح ان کی طرف لوٹا دی جاتی ہے اور وہ زندہ ہوتے ہیں۔ چالیس دن کے بعد قبر سے نکل کر چلے جانے کے دعوے سے اس کا کیا تعلق!

....

آپ صلی اللہ علیہ وسلم گنبد خضرا میں یا جنت میں !

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبور میں بحیات حقیقی زندہ ہیں جیسا کہ پچھلے صفحات میں تفصیلاً گزر چکا ہے۔

قبور ان حضرات کے لیے کوئی قید خانہ نہیں ہیں بلکہ دنیا میں جہاں چاہیں تصرف فرمائیں کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ آپ کو قبر میں زندہ ماننے کی بجائے جنت میں مانا جائے تو یہ زیادہ آپ کی عزت کے لائق ہے اور قبر میں زندہ ماننا ایک قسم کی گستاخی ہے۔ (معاذ اللہ) ہم کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منورہ کئی جنتوں کی جنت ہے اس لیے آپ کا اس میں تشریف رکھنا آپ کی گستاخی نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر منورہ میں زندہ ہونے پر ہم مختصراً عرض کرتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

اما آنکہ قونوی تفصیل وترجیح دادہ بودن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در بہشت اعلیٰ استمرار در قبر شریف۔ جواب وے آنست کہ قبر احاد مومنین روضہ است از ریاض جنت پس قبر شریف سید المرسلین افضل ریاض جنت باشد وتواند بود کہ وے صلی اللہ علیہ وسلم ہم در قبر از تصرف ونفوذ حالتی بود کہ از سمٰوت وارض وجنان حجاب مرتفع بالشد بے تجاوز وانتقال زیرا کہ امورِ آخرت

اور علامہ قونوی نے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر انور میں ہونے پر جنت میں ہونے کو ترجیح وفضیلت دی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب عام مومنین کی قبر میں جنت کے باغیچے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور ان سب میں افضل ترین جنت کا باغ ہوگی اور ہوسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر منورہ میں ایسا تصرف دیا گیا ہو اور ایسی حالت عطا فرمائی گئی ہو

....

واحوال برزخ را بر احوال دنیا کہ مقید و مضیق حدود و جہات است قیاس نتواں کرد۔
(جذب القلوب الی دیار المحبوب ص ۱۸۸)

کہ آسمانوں و زمین اور جنت سب کے حجابات اٹھا دیئے گئے ہوں۔ بغیر اس کے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مقام سے آگے جائیں یا کہیں منتقل ہوں۔ اس لیے کہ امورِ آخرت اور احوال برزخ کا قیاس اور اس دنیا کے احوال پر نہیں کیا جا سکتا جو مقید ہے اور جس کی حدود اور جہات نہایت تنگ ہیں۔

حضرت غزالی زماں رازیٔ دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ محقق کی مندرجہ بالا عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اس عبارت سے بہت سے اشکال رفع ہو گئے اور احادیث کے درمیان تطبیق ہو گئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مقام میں جلوہ گر ہیں اور بغیر اس کے کہ اپنے مقام شریف سے تجاوز (جسمی) فرمائیں یا کہیں منتقل ہوں، زمینوں اور آسمانوں اور قبر انور جمیع امکنہ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مساوی نسبت ہے اور ایک جگہ ہونے کے باوجود ہر جگہ موجود ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس حجاب کو اٹھا دیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر جگہ ہونے میں رکاوٹ کو موجب ہو،

رہا یہ امر کہ دنیا میں یہ بات ناممکن ہے کہ ایک ہی وجود کئی جگہ یکساں موجود ہو۔ تو اس کا جواب حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح دیا کہ دنیا کی حدود جہات بہت ہی تنگ واقع ہوئی ہیں اور عالم دنیا قیود کے ساتھ مقید ہے اس لیے عالم آخرت اور برزخ کا قیاس اس دنیا پر نہیں کیا جا سکتا اور اس میں شک نہیں کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بجا اور درست

....

فرمایا۔ کیسے ہوسکتا ہے کہ مقید پر غیر مقید کا قیاس کرلیا جائے۔ کسی کوتاہ اور تنگ نظر کو فراخ اور وسیع شئی کی طرح تسلیم کرلیا جائے۔

خلاصہ یہ کہ قبر انور میں بھی ہیں اور جنت اعلیٰ میں بھی۔ لہٰذا کوئی تعارض اور اشکال باقی نہ رہا۔ (حیات النبی، ۱۰۶، ۱۰۷)

جناب ابن القیم حنبلی شاگرد ابن تیمیہ نے لکھا:

ومعلوم بالضرورة ان جسده صلى الله عليه وسلم فى الارض طرى مطرا. و قدسأله الصحابة : كيف تعرض صلاتنا عليک وقد ارمت؟ فقال: ان الله حرم على الارض ان تاكل اجسادالانبياء. و لولم يكن جسده فى ضريحة لما اجاب بهذا الجواب. وقد صح عنه ان خرج بين ابى بكر وعمر رضى الله عنهما. و قال هكذا نبعث.

(کتاب الروح ص ۷۳)

بلاشبہ آپ کا جسم مبارک قبر میں تر وتازہ اور نرم ہے۔ ایک دفعہ صحابہ نے آپ سے پوچھا کہ آپ کے بوسیدہ ہونے کے بعد آپ پر ہمارا درود و سلام کیسے پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا۔ اللہ نے مٹی پر حرام کردیا ہے کہ انبیاء کے اجسام کو کھائے۔ اگر آپ قبر انور میں موجود نہ ہوتے تو یہ جواب غلط ہوجاتا ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ حق تعالیٰ نے آپ کی قبر پر فرشتے مقرر فرمادیئے ہیں جو آپ کو آپ کی امت کا سلام پہنچاتے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت ابوبکر وعمر کے درمیان باہر نکلے اور فرمایا اس طرح ہم قبر سے اٹھائے جائینگے۔

تو اس سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر شریف میں موجود ہیں اور آپ کا جسم اقدس اسی طرح تر وتازہ ہے جس طرح اس دنیا میں تھا اور اس میں روحِ مبارکہ موجود ہے۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ آپ کے جسدِ انور کو تو ہم بھی قبر میں مانتے ہیں اور تر وتازہ بھی

....

مانتے ہیں لیکن ہم کہتے ہیں کہ آپ کی روحِ مبارکہ جنت میں ہے کیونکہ آپ کی روحِ مبارکہ کو جنت میں ماننا ہی ادب اور آپ کی شان کے لائق ہے۔

جواب

ہم پہلے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھ آئے ہیں کہ آپ کی قبر منورہ جنت ہی ہے کیونکہ ایک مومن کی قبر کے بارے میں یہ ارشاد ہے۔

القبر روضة من رياض الجنة اوحفرة من حفر النار. قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

نقله ملا علی القاری وقال حسنه الترمذی فرائد القلائد ص ۳۵ بیروت

الترغیب والترهیب للاصبهانی عن علی ابن ابیطالب ۱/۴۱۱

کنزالعمال ۱۵/۶۹۹ حدیث نمبر ۴۲۷۹۷

اور پھر آپ کی روح مبارکہ کا آپ کے جسم اقدس میں موجود ہونا اس پر بے شمار احادیث دلالت کرتی ہیں جیسا کہ اس کتاب کے متن وشرح میں آگے آرہا ہے۔

اور اللہ جل مجدہ الکریم کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ ہے:

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى. (الضحی ۴) اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لیے ہر آنے والی گھڑی پچھلی گھڑی سے بہتر ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کوئی ایسا وقت نہیں آئے گا کہ جس میں آپ کی کوئی فضیلت پہلے سے کم ہو جائے۔ بلکہ ہر آنے والی گھڑی میں حضور کی فضیلتوں میں پہلے سے زیادہ اضافہ ہو رہا ہے۔ روح اقدس کا استقرار اگر جسم اقدس کے علاوہ کسی اور مقام میں ہو تو وللاخرة خیر لک من الاولی کے خلاف لازم آئے گا۔ اس لیے کہ جسم اقدس سے روحِ

مبارک کے قبض ہونے کے بعد اسے کوئی ایسی جگہ نہیں مل سکتی جو کہ جسم سے زیادہ فضیلت والی ہو۔ زیادہ تو درکنار تمام کائنات میں کوئی جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اقدس کے برابر بھی فضیلت نہیں رکھتی۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ آپ تو دعا کرتے تھے اللھم الرفیق الاعلیٰ۔ تو ہم عرض کریں گے کہ یہ تو طے شدہ بات ہے کہ مقام اعلیٰ مخلوق ہے اور جنت بھی مخلوق ہے جبکہ آپ کا جسم اقدس بھی مخلوق ہے تو پھر روح کو ان میں سے سب سے اعلیٰ وافضل جگہ میں ہونا چاہیئے اور آپ کے جسم اقدس سے اعلیٰ مخلوق اللہ نے پیدا ہی نہیں فرمائی اس لیے روحِ اقدس کا جسم اقدس میں رہنا ہی سب سے افضل مقام ہے۔

اور پھر علماء نے تو اجماع نقل فرمایا ہے کہ آپ کی قبر منورہ کا وہ حصہ جہاں آپ کا جسدِ اقدس مس کر رہا ہے وہ جنت تو کیا عرش اعلیٰ سے بھی افضل واعلیٰ ہے۔

معراج کا سماں ہے کہاں پہنچے ہو زائرد
کرسی سے اونچی کرسی اس پاک در کی ہے۔

قبر منورہ کا عرشِ عظیم سے افضل ہونا:۔

امام اہل سنت مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تربت اطہر یعنی وہ زمین کہ جسمِ انور سے متصل ہے کہ کعبہ معظّمہ بلکہ عرش سے بھی افضل ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ص ۶۸۷/۴)

اس حوالے کے بعد کسی اور حوالے کی ضرورت تو نہیں مگر منکرین شانِ رسالت کا ناطقہ بند کرنے کے لیے اختصار کے طور پر چند حوالے مزید دیے جاتے ہیں۔

....

حضرت امام مالک بن انس فرماتے ہیں:

قال مالک بن انس: ان الارض الملاصق لجسدالنبی صلی اللہ علیہ وسلم المبارک اعلی وافضل من کل شیئ حتی من العرش والکرسی.

حضرت مالک بن انس فرماتے ہیں کہ بے شک وہ زمین جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پاک کو چھو رہی ہے وہ ہر چیز سے افضل ہے حتی کہ عرش وکرسی بھی افضل ہے۔

(عرف الشذی للانور شاہ الکشمیری ص ۱۴۱)

امام ابوالیمن ابن عساکر فرماتے ہیں:

وقع الاجماع علی تفضیل ما ضم الاعضاء الشریفة حتی علی الکعبه.

اس بات پر اجماع ہے کہ جو حصہ جسم کے ساتھ ملا ہوا ہے وہ ہر چیز سے افضل ہے حتی کہ کعبہ معظمہ سے بھی افضل ہے۔

(جواھر البحار ۲: ۲۴۹ اللنبھانی وسبل الھدی والرشاد ۳: ۳۱۵ للشامی)

حضرت امام غزالی فرماتے ہیں:

ان تربة لصقت بجسده من الفراش اعلیٰ تربة من العرش.

بے شک جو مٹی آپ کے جسم کے ساتھ ملی ہوئی ہے بستر کے طور پر وہ عرش سے بھی اعلیٰ ہے۔

(الزبدة العمدة شرح قصیدہ البردہ للملا علی القاری، ۶۸)

حضرت شیخ امام ابن عقیل حنبلی استادِ محترم حضرت شیخ غوث اعظم عبدالقادر جیلانی وحضرت علامہ سیوطی وملا علی قاری کا عقیدہ

حضرت علامہ امام جلال الدین سیوطی، حضرت ملا علی القاری اور علامہ نبھانی نے امام ابن عقیل سے نقل فرمایا ہے کہ:

....

قال العلماء محل الخلاف فی التفضیل بین مکة والمدینة فی غیر قبرہ صلی اللہ علیه وسلم ام ھو فاضل البقاع بالاجماع بل ھو افضل من الکعبة بل ذکر ابن عقیل الحنبلی انه افضل من العرش.

علماء میں جو اختلاف ہے وہ شہر مکہ ومدینہ میں افضلیت کے بارے میں ہے لیکن جہاں تک قبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق ہے پس وہ بالاجماع افضل ہے حتی کہ کعبہ سے بھی افضل ہے بلکہ ابن عقیل حنبلی نے تو ذکر کیا ہے کہ بے شک وہ عرش سے بھی افضل ہے۔

(الخصائص الکبریٰ ۲:۲۰۳ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۲:۱۹۰)

حضرت امام قاضی عیاض صاحب شفا شریف کا عقیدہ:

لاخلاف ان موضع قبرہ صلی اللہ علیه وسلم افضل بقاع الارض.

اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ بے شک آپ ﷺ کی قبر کی جگہ زمین کا سب سے افضل حصہ ہے۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ۲:۷۵)

حضرت امام احمد شہاب الدین الخفاجی فرماتے ہیں:

بل ھی افضل من السمٰوات والعرش والکعبة کما نقله السبکی.

بلکہ یہ آسمانوں، عرش اور کعبہ سے بھی افضل ہے۔ جیسا علامہ سبکی نے اس کو نقل کیا ہے۔

(نسیم الریاض شرح الشفا القاضی عیاض ۳:۵۳۱)

حضرت ابوعبداللہ محمد بن رزین الحیری الشافعی فرماتے ہیں:

ولاشک ان القبر اشرف موضع من الارض والسبع السمٰوات طرّةِ

واشرف من عرش الملیک ولیس فی. مقالی خلاف عند اھل الحقیقة

(بلاشک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منورہ سب جگہوں سے افضل ہے زمین اور ساتوں آسمان کی اور

....

عرش رب کریم سے بھی افضل ہے اوراس میں اہل حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں ہے)

امام ابن الحاج المالکی فرماتے ہیں:

الاترى الى ما وقع من الاجماع على ان افضل البقاع الموضع الذى ضم اعضاء ه الكريمة صلوات الله عليه وسلامه.

کیا تو نہیں جانتا کہ اجماع واقع ہوا ہے کہ جس جگہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسدِ اقدس مس ہے وہ تمام کائنات کی جگہوں سے افضل ہے۔

(المدخل، ۱: ۲۵۷)

حضرت امام علامہ زین الدین ابوبکر بن حسین المراغی م۔۸۱۶ھ فرماتے ہیں:

واجمعو اعلى ان الموضع الذى ضم اعضاء الرسول المصطفىٰ صلى الله عليه وسلم المشرفة افضل بقاع الارض حتى موضع الكعبة كما قاله القاضى عياض وابن عساكر.

اس پر اجماع ہے کہ وہ جگہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء کے ساتھ مس ہے وہ تمام زمین سے افضل ہے حتی کہ کعبہ سے بھی جیسا کہ امام قاضی عیاض اور ابن عسا کر نے کہا ہے۔

(تحقیق النصرۃ بتلخیص معالم دار الهجرۃ ص ۱۰۴)

حضرت امام نورالدین بن برھان الدین حلبی فرماتے ہیں:

قام الاجماع ان هذاالموضع الذى ضم اعضاء الشريفة صلى الله عليه وسلم افضل بقاع الارض حتى موضع الكعبة الشريفة قال بعضهم وافضل من بقاع السموٰات حتى من العرش.

اس پر اجماع قائم ہو چکا ہے کہ وہ جگہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اقدس سے مس ہے وہ تمام زمین سے افضل ہے حتی کعبہ معظمہ سے بھی افضل بلکہ بعض نے کہا کہ یہ مبارک جگہ ساتوں آسمانوں بلکہ عرش معلیٰ سے بھی افضل ہے۔

....

(سیرت حلبیہ، ۳:۳۶۶)

عارف باللہ شیخ الامام محمد المھدی الفاسی فرماتے ہیں:

السماء افضل من الارض الابقعة فی الارض ضمت اعضاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فھی افضل منھا حتی من العرش والکرسی.

آسمان زمین سے افضل ہے سوائے اس ٹکڑا مبارکہ کے کہ جس کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء مبارک مس ہیں پس وہ آسمان سے افضل ہے حتی کہ عرش وکرسی سے بھی افضل ہے۔

(مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات ص ۱۹۱)

حضرت علامہ علاؤالدین بغدادی اور حضرت امام سید احمد بن عابدین شامی فرماتے ہیں:

مکۃ افضل منھا علی الراجح الاماضم اعضاء علیہ السلام فانہ افضل مطلقا حتی من الکعبہ والعرش والکرسی.

(ردمختار مع شامی، ۱:۶۲۶)

مکہ مدینہ سے افضل ہے اور یہی راجح ہے مگر وہ جگہ کہ جس کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء مس ہیں وہ مطلقا افضل ہے بلکہ کعبہ اور عرش وکرسی سب سے افضل ہے۔

حضرت علامہ بدرالدین آلوسی بغدادی فرماتے ہیں:

البقعۃ التی ضمتہ صلی اللہ علیہ و سلم فانھا افضل البقاع الارضیۃ و السماویۃ حتی قیل وبہ اقول انھاافضل من العرش.

وہ ٹکڑا زمین جو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مس ہے وہ زمین آسمان کی تمام جگہوں سے افضل ہے حتی کہ یہ بھی کہا گیا ہے اور میں بھی یہی کہتا ہوں کہ یہ عرش معلی سے بھی افضل ہے۔

(تفسیر روح المعانی پارہ ۲۵/۱۱۳)

حضرت علامہ عمر بن احمد الخرپوتی فرماتے ہیں:

....

ان تربة قبره افضل من البيت والمسجد الاقصى والعرش والكرسى.

بلاشک وشبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منورہ کعبہ بیت المقدس عرش اور کرسی سے افضل ہے

(شرح الخرپوتی ص ۱۱۰)

حضرت علامہ علاؤالدین م ۱۰۸۸ھ فرماتے ہیں:

وما ضم اعضاء الشريفة افضل البقاع على الاطلاق حتى من الكعبة ومن الكرسى وعرش الرحمن .

اور جو جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء شریفہ سے متصل ہے وہ علی الاطلاق افضل ہے حتی کہ کعبہ کرسی اور اللہ کے عرش سے بھی افضل ہے۔

(الدر المنتقی شرح الملتقی برحاشیہ مجمع الانھر ،۱: ۳۱۲)

حضرت مولانا عبد العلی محمد بحر العلوم فرماتے ہیں:

ان موضع قبر رسول الله صلى الله عليه وسلم افضل من كل ارض وسماء كماان رسول الله صلى الله عليه وسلم افضل الكائنات كذلك قبره صلى الله عليه وسلم افضل البقاع و الاماكن قال الشيخ عبدالحق بعد الاجماع ثم بعده الكعبة افضل البقاع سوى قبر موضع رسول الله صلى الله عليه وسلم هذا.

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی جگہ تمام زمین وآسمان سے افضل ہے جیسا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام کائنات سے افضل ہیں ایسے ہی آپ کی قبر زمین کے تمام ٹکڑوں اور اماکن سے افضل ہے۔ شیخ عبدالحق محدث نے کہا کہ اس پر اجماع ہے اس کے بعد کعبہ شریف افضل ہے تمام زمین سے سوائے قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

(بیان الارکان، ۲۸۲)

حضرت مولانا شاہ فضل رسول قادری بدایونی فرماتے ہیں:

....

ولاخلاف ان موضع قبره افضل من بقاع الارض حتی موضع الکعبة وقال غیر واحد بل من بقاع السموات ایضاً ۔ حتی العرش .

اور اس میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منورہ کی جگہ تمام زمین سے افضل ہے حتی کہ کعبہ شریف سے اور بے شمار علماء نے فرمایا کہ تمام آسمانوں سے بھی افضل ہے حتی کہ عرش معلی سے بھی۔

(سیف الجبار المسلول علی اعداء للا برار ص ۱۱۴، مکتبہ رضویہ انجن شیڈ لاہور)

علماء دیوبند کا متفق علیہ فتویٰ:

ان البقعة الشریفة والرحبة المنیفة التی ضم اعضاء ہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل مطلقا حتی من الکعبة ومن فقهاء نا .

وہ بقعہ شریفہ جو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء مبارکہ سے مس کیے ہوئے ہے علی الاطلاق افضل ہے یہاں تک کہ کعبہ شریف اور عرش وکرسی سے بھی افضل ہے۔

(المھند ....)

اسی طرح علمائے دیو بند میں سے مولوی شبیر احمد عثانی نے: فتح الملھم، جلد سوم میں، مولوی منظور احمد نعمانی سیف یمانی ص ۱۲۰ میں، مولوی اشرف علی تھانوی نے امداد الفتاویٰ، ۶: ۱۱۳ جناب مولوی زکریا سہارنپوری صاحب نے فضائل حج ص ۱۴۸ میں اور جناب زاہد الحسینی نے رحمت کائنات ص ۳۴۴ میں بیان کیا۔

تو ان تمام حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منورہ، دینا و کائنات کی تمام اشیاء سے افضل ہے لہٰذا آپ کی روحِ مقدسہ کو اسی افضل ترین مقام پر ہی ہونا چاہیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ مبارکہ ہے کہ: وللاخرة خیر لک من الاولی .

فعلی هذا یصیرون کسائر الاحیاء یکونون، حیث ینزلهم الله(تعالیٰ)عزوجل .

پس اس طرح تمام انبیاء کرام علیہم السلام عام زندہ لوگوں کی طرح زندہ ہو جاتے ہیں اور جہاں اللہ تعالیٰ ان کو رکھے وہاں تشریف رکھتے ہیں۔

امام بیہقی کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام حقیقی دنیاوی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں اور یہی امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا مبارک مسلک ہے اور کیوں نہ ہو کہ احادیث معتبرہ وصحیحہ اس عقیدہ پر واضح طور پر دلالت کر رہی ہیں اور اسی طرح امت کی اکثریت کا یہی مسلک ہے جیسا کہ پچھلے صفحات میں گزر چکا اور کچھ آئندہ صفحات میں بدلائل آرہا ہے۔ (انشاءاللہ تعالیٰ المولیٰ)

....

ہشت مسئلہ

ازافادات

محدث کبیر حضرت علامہ مفتی محمد عباس صاحب رضوی مدظلہ العالی

تدوین وترتیب واضافہ جات

خادم مناظر اسلام قاری محمد ارشد مسعود اشرف چشتی

كما روينا فى حديث المعراج ان النبى صلى الله عليه وسلم راى موسىٰ عليه السلام قائماً يصلى فى قبره ثم راه مع سائر الانبياء عليهم السلام فى بيت المقدس ثم رآهم فى السمٰوات والله تبارک وتعالیٰ فعال لما یرید.

جیسا کہ ہم نے حدیث معراج وغیرہ میں روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ کو اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھتے دیکھا پھر دیگر تمام انبیاء کرام کے ساتھ بیت المقدس میں دیکھا۔ پھر آسمانوں میں ملاحظہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

امام بیہقی کی اس عبارت اور دیگر آنے والی احادیث سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام علیہ السلام زندہ ہیں اور جہاں چاہیں تشریف لے جا سکتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ میں نے قبر میں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جسد کو دیکھا اور بیت المقدس اور آسمانوں میں روح کو دیکھا بلکہ آپ نے یہی فرمایا کہ قبر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا جبکہ بیت المقدس اور آسمانوں میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہی دیکھا ہے۔ اور یہ احادیث و واقعاتِ معراج بخاری و مسلم میں موجود ہیں۔

حضرت امام عبدالوہاب الشعرانی فرماتے ہیں:

ومنها شهود الجسم الواحد فى مكانين فى ان واحد كما راى محمد صلى الله عليه وسلم نفسه فى اشخاص بنى آدم السعداء حين اجتمع به فى السماء الاولى كما مرو كذلک آدم وموسىٰ وغيرهما فانهم فى قبورهم فى الارض حال كونهم ساكنين فى السماء فانه

اور معراج کے فوائد میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ ایک جسم ایک وقت میں دو مکانوں میں حاضر ہو سکتا ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اولادِ آدم کے نیک بختوں میں اپنے آپ کو ملاحظہ فرمایا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم کے ساتھ پہلے آسمان پر ملے تھے۔ جیسا کہ گزرا اور اسی طرح حضرت آدم و موسیٰ علیہما

....

قال رایت آدم رایت موسیٰ رایت ابراهیم واطلق وما قال رایت روح آدم والا روح موسیٰ فراجع صلی الله علیه وسلم موسیٰ فی السماء و هو بعینہٖ فی قبره فی الارض قائما یصلی کماوردفیها من یقول ان الجسم الواحد لایکون فی مکانین کیف یکون ایمانک بهذا الحدیث فان کنت مومنا فقلد وان کنت عالما فلا تعترض فان العلم یمنعک ولیس لک الاختبار فانه لا یختبر الاالله ولیس لک ان تتاول ان الذی فی الارض غیر الذی فی السماء لقوله علیه السلام رایت موسیٰ واطلق وکذلک سائر من راه من الانبیاء هناک فالمسمیٰ موسیٰ ان لم یکن عینه فالاخبار عنه کذب انه موسیٰ هذا.

(الیواقیت والجواھر فی بیان عقائد الاکابر ۲/۳۶)

السلام اوران کے علاوہ دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ حالانکہ بلاشک وشبہ وہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام زمین میں اپنی قبروں کے اندر ہیں دراں حالیکہ وہ آسمانوں میں بھی سکونت رکھتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً اس طرح فرمایا کہ میں نے آدم کو دیکھا موسیٰ علیہم السلام کو دیکھا ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا۔ روح کی قید کے ساتھ مقید فرما کر۔ یہ نہیں فرمایا کہ میں نے آدم علیہ السلام کی روح کو دیکھا اور نہ یوں فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کی روح کو دیکھا (جس سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعینہٖ ان انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ہی دیکھا نہ کہ صرف ان کی ارواح یا مثال کو) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھٹے آسمان پر موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ گفتگو فرمائی۔ حالانکہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر کے اندر کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔ جیسا کہ مسلم کی حدیث میں وارد ہوا ہے انتہائی افسوس اور تعجب اس کہنے والے پر جو یہ کہتا ہے کہ ایک جسم بیک وقت دو مکانوں میں نہیں ہو

سکتا۔(اے کہنے والے) ذرا یہ تو بتا کہ اس قول کے
ہوتے ہوئے تیرا ایمان اس حدیث پر
کیسے ہوسکتا ہے؟ اگر تو مومن ہے تو تجھے مان لینا
چاہیے اور اگر تو عالم ہے تو پھر اعتراض نہ کر اس
لیے کہ علم تجھے اس اعتراض سے روکتا ہے اور
تجھے حقیقت حال کا علم ہی نہیں اس لیے کہ یہ علم
حقیقۃً اللہ تعالیٰ کو ہی ہے اور تیرے لیے یہ بات
جائز نہیں ہے کہ تو اس حدیث میں یہ تاویل
کرے کہ جو انبیاء کرام زمین میں ہیں وہ ان کے
غیر ہیں جنہیں آپ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے
آسمانوں میں دیکھا۔ اس لیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے رأیت موسیٰ کہ میں نے موسیٰ کو دیکھا
، مطلقاً فرمایا ہے اسی طرح باقی انبیاء کرام کے
متعلق جنہیں آپ نے (صلی اللہ علیہ وسلم)
آسمانوں میں دیکھا (یہ نہیں فرمایا کہ آسمانوں
میں ان کے غیر کو دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے جن کو موسیٰ فرمایا اگر وہ بعینہٖ موسیٰ نہ ہوتو ان
کے متعلق یہ خبر دینا کہ وہ موسیٰ ہیں جھوٹ ہوگا۔
(العیاذ باللہ تعالیٰ)

ولحیاۃ الانبیاء بعد موتھم. صلوات اللہ علیھم. شواھد من الاحادیث الصحیحۃ منھا.

اور انبیاء کرام صلوات علیہم کی وفات کے بعد حیات کے صحیح احادیث میں شواہد ہیں ان میں سے

تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام حقیقی طور پر ایک ہی وقت میں اپنی اپنی قبور مقدسہ میں اور مسجد اقصیٰ میں اور آسمانوں میں بھی موجود ہیں اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت وقدرت ہے۔

فضائل شب برات ولیلۃ القدر

حضرت ملا علی قاری کے رسالہ کا ترجمہ اور تخریج نہایت ہی قابل مطالعہ کتاب ہے

از قلم

محدث کبیر حضرت علامہ مفتی محمد عباس صاحب رضوی مدظلہ العالی

منکرین کے اعتراضات کے مسکت جوابات

حدیث نمبر٦:

مااخبرنا ابو الحسین علی بن محمد بن عبدالله بن بُشران ببغداد انبأنا اسماعیل بن محمد الصَّفَّار ثنا محمد بن عبدالملک الدّقیقی ثنا یزید بن ہارون ،ثناسلمان التَّیمی عن انس بن مالک ان بعض اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم اخبره أن النبی صلی الله علیه وسلم لیلة اسری به مرعلی موسیٰ علیه السلام وهو یصلی فی قبره.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں انہوں نے خبر دی کہ بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔

اس حدیث شریف کی سند سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت انس بن مالک نے یہ حدیث براہِ راست نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنی بلکہ کسی اور صحابی سے سنی ہے اس طرح یہ حدیث مرسل ہوئی لیکن صحابہ میں سے ہے جو کہ بالا تفاق قابل قبول ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

حضرت امام حافظ ابوالفضل زین الدین عبدالرحیم بن الحسین العراقی فرماتے ہیں:

واماالذی ارسله الصحابی فحکمه الوصل علی الصواب

اور وہ حدیث جس کو صحابی مرسل بیان کرے وہ موصول کے حکم میں ہے یہی صحیح وصواب ہے۔

حضرت امام شیخ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی فرماتے ہیں:

بل اهل الحدیث وان سموه مرسلاً لا خلاف بینهم فی احتجاج به.

بلکہ محدثین کے نزدیک اگرچہ اس کا نام مرسل ہے لیکن اس کے ساتھ احتجاج میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں ہے۔

....

(فتح المغیث ،۱:۱۵۳)

حضرت امام محی الدین ابی زکریا یحیی بن شرف النووی فرماتے ہیں:

وهذا كله فی غير مرسل الصحابة واما مرسلهم و هو مارواه ابن عباس وابن زبير و شبههما من احداث الصحابة عن رسول الله صلى الله على وسلم ممالم يسمعوه منه فحكمه حكم المتصل. لان الظاهر روايتهم ذلك عن الصحابة والصحابة كلهم عدول ....و الصواب: المشهور: انه يحتجج به مطلقا	اور یہ تمام اختلاف غیر صحابہ کی مراسیل میں ہے اور جہاں تک مراسیل صحابہ کا تعلق ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس وعبداللہ بن زبیر اور ان جیسے دیگر کم عمر صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کریں اگرچہ صحابی کا نام نہ لیں تو یہ متصل کے حکم میں ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ ان کی روایات صحابہ سے ہی ہیں اور صحابہ تمام کے تمام عدول ہیں اور صحیح اور مشہور..........ہے کہ یہ مطلقاً قابل قبول ہے۔

(کتاب الارشاد طلاب الحقائق للنووی ،۱:۱۷۳ تا ۱۷۵)

اور اسی طرح دیگر بے شمار محدثین وعلمائے اصول نے بیان فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو!

الكفاية فی علم الرواية للخطيب بغدادی ص۴۲۴

كتاب المجموع ،۱:۱۰۶ جامع التحصيل ص۳۱

التقييد والايضاح شرح مقدمه ابن الصلاح للعراقی ص۷۵

التدريب الراوی ،۱:۲۰۷ المتصفی ،۱:۱۷

القنع فی علوم الحديث للابن الملقن ۱:۱۳۸

فتح الباقی بشرح الفية العراقی ۱۴۸،۱۴۹ وغیرہم

....

تو ثابت ہوا کہ یہ حدیث اگر صرف مرسل ہی ہوتی تب بھی بالاتفاق قابلِ قبول تھی لیکن یہ روایت تو موصول بھی ثابت ہے جیسا کہ صحیح مسلم شریف میں موجود ہے اوراس متن میں ابھی اگلی روایت بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے موصول ہی آ رہی ہے۔

صلاۃ التسبیح

مصنف

علامہ عبدالحی لکھنوی

مترجم

محدث کبیر حضرت علامہ مفتی محمد عباس صاحب رضوی مدظلہ العالی

تخریج واضافہ

خادم مناظر اسلام قاری محمد ارشد مسعود اشرف چشتی

صلاۃ التسبیح کی حدیث پر منکرین کے اعتراضات کے مدلل جوابات

حدیث نمبر ۷:

واخبرنا ابو الحسین بن بشران انبأ اسماعیل انبأ احمد بن منصور بن سیّار الرمادی ثنا یزید بن ابی حکیم ثنا سفیان یعنی الثوری ثنا سلیمان التیمی عن أنس ابن مالک قال :قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :

مَررتُ علی مُوسیٰ وَهُوَ قَائمُ یُصَلِّیْ فِیْ قَبرِہٖ.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر پر سے گزرا تو وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

یہ روایت سند کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے۔ دراصل حضرت امام بیہقی یہ حدیث لا کر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حدیث شریف ''انبیاء احیاء فی قبورھم یصلون معنوی لحاظ سے بھی صحیح ہے کیونکہ یہ کام یعنی قبر میں نماز پڑھنا تو واقع ہو چکا اور اس کی خبر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشاہدہ فرما کر ہم کو دی، لہٰذا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قبر میں نماز پڑھنا ثابت ہے اور اس میں کسی منکر کو بھی گنجائش انکار نہیں ہے تو دیگر حضرات انبیاء کرام کے نماز پڑھنے میں کونسا استحالہ ہے وہ اپنی اپنی قبور میں نماز کیوں نہیں پڑھ سکتے۔

امام مسلم نے اس روایت کو ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مررت لیلۃ اسری بی علی موسیٰ علیہ السلام قائما یصلی فی قبرہ.

(صحیح مسلم ۲:۲۶۸)

اور اس روایت کو کم وبیش انہی الفاظ کے ساتھ مندرجہ ذیل محدثین نے بھی روایت کیا ہے۔

۱۔ مسند امام احمد، ۳:۱۴۸، ۵/۳۴۸:۵۹ امام احمد بن حنبل

....

۲۔	مصنف عبدالرزاق،۳:۵۷۷	امام عبدالرزاق
۳۔	مسندابی یعلی،۶:۷۱	امام ابویعلی الموصلی
۴۔	صحیح ابن حبان،۱:۱۳۹	امام ابن حبان
۵۔	حلیۃ الاولیاء،۶:۳۵۳،۸:۳۳۳	امام ابونعیم اصبہانی
۶۔	فردوس الاخبار،۴:۲۵۶	امادیلمی
۷۔	سیرت ابن اسحاق،۱:۲۹۷	ابن اسحاق
۸۔	شرح السنۃ،۱۳:۳۵۱	امام بغوی
۹۔	سنن نسائی،۱:۲۴۲۔۲۴۳	امام نسائی
۱۰۔	تاریخ جرجان للسھمی،۲۷۳	امام سہمی
۱۱۔	مسندالشامیین،۱:۱۹۴،۲:۴۲۰	امام طبرانی
۱۲۔	الرسائل القشیریہ،۱۸	ابوالحسن قشیری
۱۳۔	السنن الکبریٰ،۱:۴۱۹	امام نسائی
۱۴۔	تاریخ اصبھان،۲:۲۲۸	ابونعیم اصبھانی
۱۵۔	کتاب الزھد،۹۵	امام احمد
۱۶۔	المعجم الکبیر،۱۱:۹۱	امام طبرانی
۱۷۔	نوادرالاصول،۴۰۹	حکیم ترمذی

کتاب الافراد۲/۳۳۳امام دارقطنی

یہ حدیث الحمد اللہ صحیح السند والمتن ہے اس لیے اس کے مویدات کی خاص ضرورت تو نہیں لیکن اتمام حجت کے لیے چندروایات اس کی تائید میں پیش کرتے ہیں تا کہ ماننے والوں کے

....

دل باغ باغ اور منکرین کی ناک خاک آلود ہو۔

(حدیث نمبرا) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ

عن ابن عباس رضی الله عنه قال سمعت رسول الله صلی الله علیه و سلم مررت علی موسیٰ وهو قائم یصلی فی قبره.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر گزرا تو وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے

(المعجم الکبیر للطبرانی ۱۱:۹۲، مسند احمد ،۱:۲۸۵،۲۹۰، فوائد التمام الرازی ،۴:۲۵۸ (باب ماجاء فی موسیٰ) ذکر اخبار اصبهان لابی نعیم ،۲:۱۴۵)

(حدیث نمبر۲) حضرت ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ

عن ابی سعید قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم (أیت موسیٰ (صلی الله علیه وسلم) عند الکثیب الاحمر یصلی فی قبره.

حضرت ابوسعید الخذری رضی اللہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ سرخ ٹیلے کے پاس اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔

(کشف الاستار عن زوائد البزار ،۳:۱۰۴)

(ابن مردویہ بحوالہ الخصائص الکبریٰ ،۱:۱۶۹)

(حدیث نمبر۳) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لما اسری بی الی السمآء رایت موسیٰ یصلی فی قبره.

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معراج کی رات میں نے حضرت موسیٰ کو

....

دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ (ابن عساکر بحوالہ کنز العمال، ۱۱:۵۱۱)

(ابن مردویہ بحوالہ الخصائص الکبریٰ، ۱:۱۷۶)

تحقیق مسئلہ رفع یدین

از قلم

محدث کبیر حضرت علامہ مفتی محمد عباس صاحب رضوی مدظلہ العالی

عام طور پر جن چند فروعی مسائل میں غیر مقلدین ہر وقت لوگوں کو پریشان کرتے رہتے ہیں ان میں مسئلہ رفع یدین بھی ہے محدث کبیر، نے علامہ ہاشم بن عبدالغفور سندھی کے رسالہ، کشف الرین فی مسئلۃ رفع الیدین کا نہ صرف ترجمہ کیا بلکہ اس پر نہایت علمی و تحقیقی حاشیہ بھی لکھا جس نے اس کو اور بھی انمول بنا دیا۔

حدیث نمبر ۸:

اخبرنا ابو عبدالله الحافظ ثنا ابو العباس محمدابن یعقوب ثنا محمد بن عبدالله بن المنادی ثنا یونس بن محمد المودّب ثنا حمادبن سلمة ثنا سلیمان التیمی وثابت البنانی عن انس ابن مالک ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال : أَتَیْتُ مُوْسیٰ لیلة أسرِی بِیْ عِنْدَ الکُثیب الاحمر وهو قائم یصلی فی قبره.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس رات مجھے معراج کرائی گئی میں حضرت موسیٰ کے پاس سرخ ٹیلے کے قریب آیا تو وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

علامہ ابن قیم فرماتے ہیں:

وقد صحح عنه انه رای موسیٰ علیه السلام قائما یصلی فی قبره لیلةالاسراء (کتاب الروح ص ۴۷)

اور یہ صحیح ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معراج کی رات دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔

حضرت علامہ احمد بن السید محمد مکی الحسینی الحموی الحنفی م ۱۰۹۸ فرماتے ہیں:

وصح ان النبی صلی الله علیه وسلم رأی موسیٰ قائماً یصلی فیْ قبره لیلة الاسراء .

اور یہ حدیث صحیح ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے

(رسالہ کرامات اولیاء ص ۴ طبع ترکی ملحق بہ الدرر السنیۃ)

حضرت امام تقی الدین السبکی فرماتے ہیں:

....

وقال البيهقي في دلائل النبوة وفي الحديث الصحيح عن سليمان التيمي وثابت عن انس بن مالك..........

(شفاء السقام ص۱۸۳)

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اس حدیث کے متعلق کہا جو کہ سلیمان التیمی اور ثابت بنانی حضرت انس رضی اللہ نے روایت کیا ہے کہ یہ صحیح حدیث ہے۔

امام بیہقی کی یہ عبارت دلائل النبوۃ ۲: ۳۸۷ پر ہے:

(ش)عن انس وهو صحيح

حضرت انس سے یہ روایت مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے جو کہ صحیح ہے۔

فوائدِ حدیثیہ

حضرت امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

قال الشيخ بدرالدين بن الصاحب في مولف له في حياة الانبياء: هذا صريح في اثبات الحياة لموسى في قبره فانه وصفه بالصلوٰة وانه قائم: ومثل ذلك لا يوصف به الروح وانما يوصف به الجسد وفي تخصيصه بالقبر دليل على هذا فانه لو كان من اوصاف الروح لم يحتج ....لتخصيصه بالقبر.

(زھر الربی شرح سنن النسائی المجتبی ۱: ۲۴۳ قدیمی کتبخانہ کراچی)

شیخ بدرالدین بن صاحب نے اپنے رسالہ حیاۃ الانبیاء میں فرمایا کہ یہ حدیث شریف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیاۃ فی القبر میں صریح ہے کیونکہ اس میں ان کی صفت نماز بیان کی گئی ہے کہ وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور یہ صرف روح کی صفت نہیں ہو سکتی۔ بے شک یہ تو جسد کا کام ہے (یعنی آپ حقیقی حیاۃ کے ساتھ متصف ہیں) اور قبر کی تخصیص بھی اس پر دلیل ہے کہ اگر یہ صرف روح کے اوصاف میں سے ہوتا تو قبر کی تخصیص کے ساتھ احتجاج نہ کیا جاتا۔

....

حضرت علامہ داؤ بن سلیمان بغدادی نقشبندی فرماتے ہیں:

والصلاۃ ذات رکوع وسجود وھی تستدعی جسدا حیا کما قالوافی صلاۃ موسیٰ فی قبرہ.

اور نماز رکوع وسجود والی ہے اور یہ زندہ جسم کو چاہتی ہے جیسا کہ ''حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نماز اپنی قبر میں'' کے بارے میں علماء نے فرمایا ہے۔

حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی فرماتے ہیں:

قال العلامة جمال الدین محمود بن جملة: وھذا الحدیث صریح فی اثبات الحیاۃ لموسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم. فانه وصفه بالصلوٰۃ وذکر انه کان قائما و مثل ھذا لا یوصف به الروح فقط ، و انمایوصف به مع الجسد فانه لا یقوم یصلی ال بعودۃ الروح الیه فتلک کرامة عظیمة فانه یفسح له فی قبرہ فیکون عمله فی العبادۃ متصل بعد وفاته وھذہ الرؤیة رؤیۃُ عین لان مذھب اھل السنةان الاسراء کان بالجسد.

(سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد ۱۲: ۲۶۷)

الباب الثانی عشر فی صلاتہ فی قبرہ۔

حضرت علامہ جمال الدین محمود بن جملہ فرماتے ہیں! یہ حدیث حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیاۃ فی القبر میں واضح اور صریح ہے کیونکہ آپ کی نماز کا بیان کیا گیا ہے کہ وہ کھڑے تھے اور یہ صفت فقط روح کی صفت نہیں ہوسکتی۔ یہ روح مع الجسد کی صفت ہے کیونکہ کھڑے ہوکر نماز نہیں پڑھ سکتے مگر یہ کہ ان میں روح واپس لوٹا دی گئی ہے تو یہ آپ کی ایک بہت بڑی عزت وکرامت ہے کیونکہ آپ کی قبر وسیع کردی گئی ہے اور یہ عبادت کا عمل وفات کے فوراً بعد متصل ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت موسیٰ کو دیکھنا ظاہری آنکھوں سے دیکھنا ہے کیونکہ اہل سنت کے نزدیک معراج جسد کو ہوئی تھی نہ کہ فقط روح کو۔

حضرت امام تقی الدین السبکی فرماتے ہیں:

وقد ذکرناه عن جماعة من العلماء و شهد له صلاة موسیٰ علیه السلام فی قبره فان الصلاة تستدعی جسدا حیا و کذالک الصفات المذکورة فی الانبیاء لیلة کلها صفات الاجسام ولایلزم من کونها حیاة حقیقیة ان تکون الابدان معها کما کانت فی لادنیا من الاحتیاج الی الطعام والشراب........فلیس فی العقل ما یمنع من اثبات الحیاة الحقیقیة واما الادراکات کالعلم والسماع فلاشک ان ذلک ثابت.

(شفاء السقام، ۱۹۱، ۱۹۲)

اور ہم نے علماء کی ایک پوری جماعت سے حیات الانبیاء کا بیان کیا ہے اور اس کا شاہد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا ہے اور نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے اور ایسی دیگر وہ صفات جو کہ انبیاء میں ذکر کی گئیں معراج کی رات کو تو یہ تمام صفات اجسام کی ہیں اور قبر میں حقیقی حیات ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ ان کے بدنوں کو جیسے دنیا میں کھانے پینے کی احتیاج تھی وہ قبروں میں بھی ہو اور عقل بھی قبروں میں حقیقی حیات کے اثبات کی نفی نہیں کرتی اور جہاں تک ادراکات یعنی علم اور سماعت کا تعلق ہے تو وہ ان کے لیے ثابت ہیں اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

حضرت علامہ سیدی محمد بن قاسم جسّوس تحریر فرماتے ہیں:

ویشهدله صلاة موسیٰ فی قبره فان الصلوٰة تستدعی جسد احیاء وکذلک صفات الانبیاء المذکورة لیلة الاسراء کلها صفات الاجساد ولا امتناع من انها حیاة حقیقیة وان لم تحتج الی نحو طعام واما نحو العلم والسماع فثابت

حیاۃ الانبیاء کا شاہد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا ہے اور نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے اور ایسے ہی وہ تمام صفات جو کہ معراج کی رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کرام کی بیان فرمائیں وہ سب اجساد کو چاہتی ہیں اور ان کی حیاۃ حقیقی ہونے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے

....

لھم بل لسائر الموتی بلا شک.

(الفوائد الجلیلۃ البھیۃ علی شمائل نبویہ ص ۲۳۶)

لیکن یہ حیاۃ حقیقیہ ہونے کے باوجود ان کو طعام وغیرہ کی حاجت نہیں ہے اور جہاں تک علم اور سماعت کا تعلق ہے تو وہ انبیاء کرام کے لیے ثابت ہے بلکہ وہ تو عام موتی کے لیے بھی ثابت ہے۔

یہاں منکرین شان انبیاء کی ایک نئی توجیہ وتحقیق بھی ملاحظہ فرمائیں۔ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے۔

دیوبندی انوکھی تحقیق

مولوی محمد حسین نیلوی دیوبندی مماتی نے لکھا ہے۔

''جس طرح حیاتِ دنیا میں ارواح وابدان عنصریہ کے ذریعے متحرک ہوتی ہیں اور تمام اعمال وتصرفات بجالاتی ہیں اسی طرح انبیاء علیہم السلام اور بعض کاملین کی ارواح وفات کے بعد عالم برزخ میں مثال اور برزخی اجسام کے ذریعے حرکت کرتی ہیں اور نماز پڑھتی ہیں۔تلاوت قرآن، حج اور کئی دوسرے اعمال بجالاتی ہیں۔'' (ندائے حق،۱:۵۵۷)

یعنی مولوی مذکور کا حضرات انبیاء کرام علیھم السلام کے بارے میں اور بالخصوص حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ عقیدہ ہے کہ قبر میں ان کا مثالی جسم نماز پڑھ رہا تھا۔اصل جسم قبر میں بلاحرکت وجنبش موجود تھا:بلفظہ:

اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مثالی جسم دیکھا تھا اور اصلی جسم پاس بلاحرکت وجنبش پڑا ہوا تھا۔اس پر مولوی صاحب کے پاس کون سی دلیل ہے واضح کریں۔

....

تو ثابت ہوا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام قبور مقدسہ میں حقیقی حیاۃ کے ساتھ زندہ ہیں اور نمازیں ادا فرماتے ہیں۔ کیا انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ بھی کوئی شخص اپنی قبر میں نماز پڑھتا ہے یا کہ نہیں اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل روایات قابل مطالعہ ہیں:۔

امام ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں روایت نقل فرمائی ہے کہ

یوسف بن عطیة قال سمعت ثابت النبانی یقول لحمید الطویل هل بلغک یاابا عبیدالله ان احدا یصلی فی قبره الاالانبیاء قال لاقال ثابت اللّٰهم ان اذنت لاحد ان یصلی فی قبره فاذن لثابت ان یصلی فی قبره.

(حلیۃ الاولیآء لابی نعیم ۲:۳۱۹، شرح الصدور ۲۵۶، سبل الھدیٰ والرشاد ۱۲:۳۶۷، شعب الایمان للبیہقی بسند آخر ۳:۱۵۶، مصنف ابن ابی شیبہ عن حماد قال ثابت ۱۴:۵۰ (کتاب الزھد) طبقات ابن سعد ۷/۲۳۳ (مختصرا)

جناب یوسف بن عطیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ثابت سے سنا کہ انہوں نے حمید الطویل سے فرمایا کہ اے ابوعبید کیا تجھے کوئی ایسی حدیث پہنچی ہے کہ حضرات انبیاء کرام کے علاوہ بھی کوئی شخص قبر میں نماز پڑھتا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ نہیں تو حضرت ثابت نے دعا مانگی اے اللہ اگر تو کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی توفیق واجازت دیتا ہے تو ثابت کو اجازت دینا کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھے۔

یعنی جناب حمید الطویل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں کوئی ایسی مرفوع روایت نہیں ملی کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے سوا بھی کوئی شخص قبر میں نماز پڑھتا ہے یا کہ نہیں اور اگر حضرات انبیاء کرام بھی قبر میں نماز نہ پڑھتے ہوتے تو پہلے نمبر پر تو حضرت بنانی جو کہ مشہور ثقہ تابعی ہیں اور جنہوں نے حضرت عبداللہ بن (مسلم) حضرت عبداللہ بن مغفل (نسائی) حضرت عبداللہ بن زبیر (بخاری) حضرت ابو برزہ اسلمی اور حضرت عمر بن ابی سلمہ مخزومی ربیب النبی صلی اللہ

....

علیہ وسلم (ترمذی نسائی) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ کرام سے روایت لی ہے۔اور اپنے وقت کے اولیاء کرام میں تھے۔یہ سوال نہ کرتے اور اگر کر ہی دیا تھا تو جناب حضرت حمید الطویل ہی اس سوال کو رد کردیتے کہ انبیاء کے سوا کیا انبیاء بھی تو قبور میں نماز نہیں پڑھتے۔حضرت امام ثابت بنانی کا سوال کرنا اور حمید الطویل کا اس کو رد نہ کرنا بتاتا ہے کہ حضرات تابعین عظام کا یہ عقیدہ تھا کہ حضرات انبیاء کرام علیہ السلام اپنی اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔اب دیکھتے ہیں کہ کیا حضرات انبیاء کرام علیہ السلام کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ نے یہ کسی کو فضیلت بخشی ہے یا کہ نہیں۔

اولیاء کرام کا قبور میں نماز پڑھنا

حضرت ثابت بنانی ان خوش نصیب اولیاء میں سے ہیں جو کہ اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہیں اور قرآن کی تلاوت بھی فرماتے ہیں۔

شیبان بن جسر عن ابیه قال: انا و الله الذی لااله الاهو ادخلت ثابت البنانی لحده ومعی حمید الطویل او رجل غیره شک محمد قال فلما سوینا علیه اللبن سقطت لبنة فاذا انا به یصلی فی قبره فقلت للذی معی الاترى. قال: اسکت فلما سوینا علیه وفرغنا أتینا ابنته فقلنا لهاما کان عمل ابیک ثابت؟ فقالت ومارایتم فاخبرناها فقالت کان یقوم

شیبان بن جسر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے کہ میں حضرت ثابت بنانی کی لحد میں داخل ہوا اور میرے ساتھ حمید الطویل یا کوئی دوسرا شخص (راوی محمد کو شک ہوا) بھی تھا جب ہم نے لحد پر اینٹیں لگا کر برابر کر دیا تو ایک اینٹ گر گئی، دیکھا کہ حضرت ثابت قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں۔میں نے اس شخص سے جو کہ میرے ساتھ تھا کہا کیا تو نے دیکھا اس نے

....

اللیل خمسین سنة فاذا کان السحر، قال فی دعائه اللّٰھم ان کنت اعطیت احدًا من خلقک الصلوٰة فی قبره فاعطینها فما کان الله لیرد ذلک الدعا.

(حلیۃ الاولیاء، ۳۱۹/۲) احوال القبور واحوال اھلھا الی النشور لابن رجب حنبلی ص ۳۶۔ اقامۃ الحجۃ از مولانا عبدالحی لکھنوی ص ۷۰ تحقیق عبدالفتاح ابوغدہ مکتبۃ المطبوعات الاسلامیہ حلب عیون الاخبار لابن قتیبہ ۲ / ۳۴۳ کتاب الزھد)

کہا کہ خاموش رہو جب ہم قبر کو بنانے کے بعد فارغ ہوئے تو حضرت ثابت کی بیٹی کے پاس آئے اور اس سے ہم نے پوچھا کہ تمہارے والد کیا عمل کیا کرتے تھے اس نے کہا کہ تم نے کیا دیکھا ہے۔ ہم نے بیان کیا تو اس نے کہا کہ انہوں نے پچاس سال تک رات کو قیام کیا۔ جب صبح ہوتی تو وہ دعا کرتے اور کہتے اے میرے اللہ اگر تو اپنی مخلوق میں سے کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت دیتا ہے تو مجھے بھی یہ توفیق عطا فرما۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اس دعا کو رد نہیں کیا۔

تو الحمد اللہ ثابت ہوا کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام کے اولیاء بھی قبر میں نماز پڑھتے ہیں اور راوی نے اپنی روایت کردہ حدیث: ''انبیاء احیاء فی قبورھم یصلون کو ہر لحاظ سے ثابت کر دیا ہے۔ یہ واقعہ حضرت ثابت بنانی سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے جیسا کہ علماء نے تصریح کی ہے۔

امام تقی الدین السبکی فرماتے ہیں:

وقد صح عن ثابت البنانی التابعی انه قال اللّٰھم ان کنت اعطیت احدا ان یصلی فی قبره فاعطنی ذلک فری بعد

اور حضرت ثابت بنانی تابعی سے یہ صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ انہوں نے دعا مانگی اے اللہ اگر تو کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت دیتا ہے

....

موته يصلى فى قبره.
(شفاء السقام ۱۸۷)

تو مجھے بھی اجازت دینا تو ان کی وفات کے بعد ان کو دیکھا گیا کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔

حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی تلمیذ امام سیوطی فرماتے ہیں۔
آپ امام ابونعیم والی سابقہ روایت بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

وجاء ت هذه الحكايت من غير وجه.
(سبل الھدیٰ والرشاد،۱۲: ۳۶۷)

یہ حکایت کہ حضرت ثابت بنانی اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہیں ایک اور سند سے بھی مروی ہے۔

حضرت امام ذہبی فرماتے ہیں:

عفان عن حماد بن سلمة قال: كان ثابت يقول اللّهم ان كنت اعطيت احدًا الصلوٰة فى قبره فاعطنى الصلوة فى قبرى فيقال ان هذه الدعوة: استجيبت وانه رُئِ بعد موته يصلى فى قبره فيماقيل.
(سیر اعلام النبلا،۵: ۲۲۲)

حماد بن سلمہ سے روایت ہے کہ حضرت ثابت بنانی کہا کرتے تھے کہ اے اللہ اگر تو کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی سعادت بخشتا ہے تو مجھے بھی میری قبر میں نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرما تو کہتے ہیں کہ یہ دعا قبول ہوئی اور آپ کو وفات کے بعد دیکھا گیا کہ آپ قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں۔

اسی سند اور انہی الفاظ کے ساتھ اس حکایت کو حضرت امام حافظ جمال الدین ابی الحجاج یوسف المزی نے بھی روایت کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ (تھذیب الکمال،۳: ۲۲۷ طبع دارالفکر، بیروت)

اور اسی طرح ''مرشد الزوار الی قبور الابرار جلد ا صفحہ ۹۷ پر، عن حسین بن شیبان عن ابیہ کی سند سے بھی ایک روایت موجود ہے۔

حضرت امام عبدالوہاب الشعرانی فرماتے ہیں:

....

وکان رضی اللہ عنہ یقوم اللیل خمسین سنۃ فاذا کان السحر یقول فی دعائہ اللّٰھم ان کنت اعطیت احدًا من خلقک الصلوٰۃ فی قبرہ فاعطنیھا فلمامات و سودا علیہ اللبن وقعت علیہ لسبنۃ فاذا ھو قائم یصلی فی قبرہ.

(الطبقات الکبریٰ السماۃ بلواقع الانوار فی طبقات الاخبار، ۱:۳۶ (الحلبی مصر)

اور آپ رضی اللہ عنہ پچاس سال تک رات کو قیام کرتے رہے جب صبح ہوتی تو دعا مانگتے کہ اے اللہ اگر تو کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت دیتا ہے تو مجھے بھی عطا فرما۔ پس جب آپ فوت ہوئے اور آپ کی قبر کو برابر کیا گیا تو ایک اینٹ گر پڑی تو اس وقت آپ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

حضرت شیخ موسیٰ بن ماھین الزولی کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا

حضرت ثابت بنانی کے واقعہ مبارکہ سے ملتا جلتا ایک واقعہ حضرت شیخ موسیٰ بن ماھین الزولی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بھی آتا ہے جیسا کہ حضرت امام عبدالوہاب شعرانی نے نقل فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

استوطن رضی اللہ عنہ ماردبن و بھا مات رحمہ اللہ تعالیٰ وقد کبر سنہ وقبر بھا ظاھر یزار. ولما وضعوہ فی لحدہ نھض قائما یصلی واتسع لہ القبر واغمی علی من کان نزل قبرہ.

(الطبقات الکبریٰ، ۱:۱۴۰)

آپ رضی اللہ عنہ ماردبن میں رہتے تھے اور وہیں فوت ہوئے ان کی وہاں قبر ظاہر ہے اور لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں۔ جب ان کو لحد میں رکھا گیا تو وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اور ان کی قبر وسیع ہوگئی اور جو شخص آپ کی لحد میں اترا تھا وہ یہ دیکھ کر بے ہوش ہوگیا۔

اولیاء کرام رحمھم اللہ تعالیٰ علیھم کے اس جیسے واقعات اتنی کثرت سے ہیں کہ ان کا شمار

اخرجه ابو الحسین مسلم بن الحجاج النیشاپوری رحمہ اللہ من حدیث حماد بن سلمۃ عنہما ،واخرجہ من حدیث الثوری وعیسی بن یونس وجریر بن عبدالحمید عن التیمی. [1]

اس حدیث کو امام مسلم الحجاج النیشاپوری نے حماد بن سلمہ سے اور انہوں نے ان دونوں (سلیمان التیمی اور ثابت) سے روایت کیا اور ثوری کی حدیث اور عیسی بن یونس وجریر بن عبدالحمید نے التیمی سے اس کو روایت کیا ہے۔

مشکل ہے لیکن چونکہ یہ ہمارا موضوع نہیں اس لیے انہی حوالوں پر اختصار کرتے ہوئے اس کو ختم کرتے ہیں۔ان حوالوں سے مقصود صرف یہ ہے کہ جب اولیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں تو پھر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا تو زیادہ حق بنتا ہے کہ وہ اپنی قبور مقدسہ میں نمازیں پڑھیں

....

[1] اس حدیث شریف کی تخریج پچھلے صفحات میں گزر چکی ہے۔اور اس کی شرح بھی پچھلے صفحات میں ہو چکی ہے۔

حدیث نمبر۹:

اخبرنا احمد بن علی الحرشی ثنا حاجب بن احمد ثنا محمد بن یحیی ثنا احمد بن خالد الوھبی ثنا عبدالعزیز بن ابی سلمة عن عبد اللہ بن الفضل الھاشمی عن ابی سلمة بن عبدالرحمن عن ابی ھریرة قال رضی اللہ تعالی عنہ : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقدرأیتنی فی الحجر وانا اخبر قریشاعن مسرای فسألونی عن اشیآء من بیت المقدس لم اُثْبِتْھَا فَکُرِبْتُ کَرْباً ماکَرُبْتُ مِثْلَہٗ قَطُّ .فَرَ فَعَہُ اللہ لِیْ اَنْظُرُ اِلَیْہِ مَا یَسْأَ لُوْ نِیْ عَنْ شَیْیءٍ اِلَّا اَنْبَأْتُھُمْ بِہٖ.

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے آپ کو حطیم میں دیکھا (اس وقت میں قریش کو سفر معراج کی تفصیل بتارہا تھا۔قریش نے بیت المقدس کی بعض ایسی اشیاء کا مجھ سے پوچھا جو اس وقت میرے ذہن میں نہ تھیں۔ مجھے اس وقت اتنی پریشانی ہوئی کہ اس سے پہلے کبھی ایسی پریشانی نہ ہوئی تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اٹھا کر میرے سامنے کر دیا۔ میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا اور لوگوں کے سوالوں کے جوابات دے رہا تھا۔

اس حدیث شریف اور دیگر واقعہ معراج کے متعلق مروی احادیث میں پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقات کا ذکر ہے جس سے مصنف یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ تمام انبیاء کرام اپنی اپنی قبور میں زندہ ہیں اور جہاں چاہیں باذن اللہ تشریف لے جائیں کیونکہ وہ اپنی قبروں میں بھی تھے۔ بیت المقدس میں بھی جیسا کہ مذکورہ حدیث میں واضح ہے اور آسمانوں میں بھی تھے اس لیے ثابت ہوا کہ ان کی زندگی تو متحقق ہے ان احادیث سے ان کا طراف عالم میں تصرف بھی ثابت ہو رہا ہے۔

وَقَدْرَأَيْتَنِيْ فِيْ جَمَاعَةٍ مِنَ الْاَنْبِيَآءِ فَاِذَامُوْسٰى قَائِمٌ يُصَلِّي فَاِذَا رَجُل ضَرْب جَعْدٌ كَاَنَّهٗ مِنْ رِجَال وَاِذَا عِيْسَى بْنِ مَرْيَم قَائِمٌ يُصَلِّي أَقْرَبَ النَّاسِ بِهٖ شَبَهًا عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدِا لثَقَفِيْ وَاِذَا اِبْرَاهِيْمُ قَائِمٌ يُصَلِّيْ اَشْبَهُ النَّاسِ بِهٖ صَاحِبُكُمْ. يعنى نَفْسَهٗ فَحَانَت الصَّلٰوةُ فَأَمَمْتُهُم فَلَمَّا فَرَغْتُ مِن الصَّلٰوةِ قَالَ لِي قَائِلٌ: يَامُحَمَّدُ! هٰذَامَالِكَ صَاحِبُ النَّارِ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَالْتَفت اِلَيْهِ فَبَدأَنِيْ بِالسَّلَامِ.

اخرجه مسلم فی صحیح من حدیث عبدالعزیز۔

بیت المقدس میں انبیاء علیہم السلام کی جماعت کے ساتھ تھا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ یہ کم گوشت والے اور گھنگریالے بالوں والے تھے گویا قبیلہ شنوہ سے ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ بھی کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اور وہ عردہ بن مسعود ثقفی کے مشابہ تھے اور یہ بھی دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں جو کہ تمہارے آقا یعنی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔ آخر نماز کھڑی ہوئی اور میں نے ان کی امامت کروائی۔ جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو ایک کہنے والے نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ مالک جہنم کے داروغہ ہیں اسے سلام کیجئے۔ میں اس کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے سلام کرنے میں پہل کی۔ اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں عبدالعزیز کی سند سے بیان کیا۔

حضرت امام تقی الدین السبکی ان تمام روایات کو جمع فرما کر لکھتے ہیں:

هذه الاحاديث كلها فى الصحيح. یہ تمام احادیث صحیح کے حکم میں ہیں۔

(شفاء السقام ۱۸۵)

انبیاء کرام کا کائنات عالم میں تصرف فرمانا

اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں عبدالعزیز کی سند سے بیان فرمایا:

یہاں ہم چند احادیث ایسی نقل کرتے ہیں کہ جس سے معلوم ہو کہ حضرات انبیاء کرام

....

اپنی قبور میں قید نہیں بلکہ آزاد ہیں۔ جہاں چاہیں تشریف لے جائیں۔ حج وغیرہ کریں

ایک حدیث شریف جو کہ امام مسلم نے روایت کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

لقیت موسیٰ علیه السلام فاذا رجل جسته قال مضطرب رجل رأس کانه من رجال شنوء ة ویقیمت عیسیٰ فاذا رَبعة احمرا کانما خرج من دیماس یعنی حماما ورأیت ابراهیم وانا اشبه ولده به

(مسلم، ۱:۹۵،! باب الایمان وباب الاسراء برسول الله، بخاری، ۱:۴۸۹ باب واذکر فی الکتاب مریم)

میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا ان کے بال شریف پریشان تھے گویا کہ وہ آل شنوء ة کے آدمی ہیں اور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملا سرخ وسفید رنگ کے خوبصورت آدمی تھے ایسے لگتے تھے کہ ابھی ابھی حمام سے نکل کر آئے ہیں اور میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا وہ بالکل میری طرح کے تھے۔

اس حدیث شریف کے الفاظ اس طرح ہیں:

ارانی لیلة عند الکعبة فرأیت رجلا آدم کا حسن ما انت رأمن الرجال من آدم الرجال له لِمَة کا حسن ما انت رائ من اللحم قد رجلها فهی تقطر ماء مَتِکئًا علیٰ رجلین اوعلی عواتق رجلین یطوف بالبیت فسالت من هذا فقیل هذا المسیح بن مریم.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے ایک رات خانہ کعبہ میں ایک نہایت خوبصورت آدمی کو دیکھا کہ پانی کے قطرے موتیوں کی طرح اس کے پاؤں یا ایڑیوں پر گر رہے تھے۔ یہ شخص نہایت عقیدت سے بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے تو کہا گیا کہ یہ عیسیٰ بن مریم ہیں۔

(مسلم شریف، ۱:۹۵۔ باب الایمان وذکر المسیح بخاری، ۱:۴۸۹ باب واذکر فی الکتاب مریم کتاب الایمان لابن منده ۲:۷۴۳ ، ۲:۷۳۰)

وفی حدیث سعید ابن المسیب وغیر أنه لقیهم فی مسجد بیت المقدس وفی حدیث ابی ذر ومالک بن صعصعة فی قصة المعراج انه لقیهم فی جماعة الانبیآء فی السموات وکلمهم وکلموه.

اور حضرت سعید بن المسیب وغیرہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ ان انبیاء کرام علیہم السلام سے مسجد اقصیٰ میں ملے تھے اور حدیث ابی ذر اور مالک بن صعصہ کی حدیث میں واقعہ معراج میں ہے کہ آپ انبیآء کرام علیہم السلام کی جماعت سے آسمانوں میں ملے تھے آپ نے ان سے کلام کیا اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کیا۔

ایک حدیث شریف میں یہ الفاظ ہیں:

کانی انظر الی موسیٰ راضعًا اصبعیه فی اذنیه.

میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں گویا کہ انہوں نے دونوں کانوں میں انگلیاں دی ہوئی ہیں۔

(مسلم، ۱:۹۵ کتاب الایمان وکتاب الایمان لابن منده، ۲:۷۳۷)

ان روایات سے یہ صاف طور پر ظاہر ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام ظاہری زندگی کے بعد بھی زندہ ہیں اور جہاں چاہیں تشریف لے جا سکتے ہیں جیسا کہ ابھی متن میں امام بیہقی کا فرمان آرہا ہے۔

مزید دلائل ملاحظہ فرمائیں:

عن عبدالله بن مسعود رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم کانی انظر الی موسیٰ بن عمران فی هذاالوادی محرما بین قطونیتین.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گویا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں اس وادی میں احرام باندھے ہوئے ہیں قطونیتین کے درمیان۔

....

(مسند ابی یعلی موصلی، ۵:۵۶ بتحقیق الاثری المعجم الکبیر للطبرانی، ۱۰:۱۶۵ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم، ۴:۱۸۹)

عن ابن عباس :ان رسول الله صلی الله علیه وسلم مر بوادی الازرق فقال ای واد هذا فقالو ا هذا وادی الازرق قال کأنی انظر الیٰ موسیٰ هابطا من الثنیة وله جوار الی الله با لتلبیة ثم اتی علی ثنیة هر شافقال ای ثنیة قالو اهذا ثنیة هرشا قال کانی انظر الی یونس بن متی علی ناقة حمراء جعدة علیه جبة منصوف خطام ناقته خلبة وهو یُلَبِّیْ.

(مسلم شریف، ۱:۹۴ کتاب الایمان مسند ابی یعلی ۴:۸۳، شعب الایمان، ۳:۴۴۰)

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وادی ازرق سے گزرے تو فرمایا یہ کونسی وادی ہے۔عرض کیا گیا وادی ازرق فرمایا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلندی سے اترتے ہوئے دیکھ رہا ہوں وہ بلند آواز میں تلبیہ کہہ رہے ہیں پھر آپ ہرشی کی وادی پر آئے۔ آپ نے پوچھا یہ کون سی وادی ہے لوگوں نے کہا یہ ہرشی کی وادی ہے۔آپ نے فرمایا گویا میں یونس بن متی کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ ایک طاقت ور سرخ اونٹنی پر سوار ہیں۔انہوں نے ایک اونی جبہ پہنا ہوا ہے۔اونٹنی کی تکمیل کھجور کی چھال کی ہے اور وہ تلبیہ کرر ہے ہیں۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام علیھم السلام حج کرتے ہیں کبھی پیدل اور کبھی سواری پر تو ظاہر ہے کہ حج اپنی قبور مقدسہ سے نکل کر ہی کرتے ہیں۔سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا وادیٔ ازرق میں اور سیدنا یونس علیہ السلام کا وادیٔ ہرشا میں تلبیہ پڑھتے ہوئے آنا اور پھر اونٹنی پر سوار ہونا یقیناً یہ اجسام کی صفت ہے کیونکہ ارواح کو تو اونٹنی پر سواری کی حاجت ہی نہیں ہے اور یہ واقعہ بھی بیداری کا ہے جبکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی ساتھ تھے۔لیکن یہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دیکھنے کا ذکر نہیں ہے۔عین ممکن ہے کہ کوئی منکر یہ کہہ دے کہ یہ تمام واقعات خواب کی حالت کے ہیں اس لیے ایک ایسا واقعہ پیش کرتے ہیں کہ جس میں یہ تمام شبہات خود ہی ختم ہو جائیں گے۔

....

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں:

قال بینا نحن مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأینا بردا وید افقلنا یارسول اللہ ماھذا ابرد الذی رأینا والید ؟قال : و قد رأیتموہ؟قلنا نعم:قال ذلک عیسیٰ بن مریم سلم علی .

(الکامل لابن عدی، ۵: ۱۲۵۷۸ ابن عساکر بسند آخر خصائص الکبری، ۲: ۹۱ نوریہ رضویہ سکھر)

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے کہ ایک چادراور ایک ہاتھ دیکھا تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سردی کیسی ہے جو ہمیں محسوس ہوئی اور یہ ہاتھ کیسا ہے جو ہم نے دیکھا۔ آپ نے فرمایا کیا تم نے اس ہاتھ کو دیکھا ہم نے عرض کیا: ہاں۔ فرمایا: یہ عیسیٰ بن مریم ہیں جنہوں نے مجھے سلام کیا تھا۔

اس حدیث شریف سے صاف واضح ہو گیا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام جہاں چاہیں تشریف لے جائیں اور ان کی زیارت غیر انبیاء کے لیے بھی ممکن ہے۔

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ انبیاء کرام علیہم السلام حج کرتے ہیں۔ تلبیہ پڑھتے ہیں اور نماز ادا فرماتے ہیں۔ حالانکہ یہ لوگ بظاہر دنیا سے تشریف لے جا چکے ہیں اور وہ دار الجزاء میں نہ کہ دار العمل میں اور یہ اعمال تو دار العمل کے ساتھ خاص ہیں نہ کہ دار الجزاء کے ساتھ تو اس کا جواب امام نووی و تقی الدین سبکی نے امام قاضی عیاض سے نقل فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں:

فاعلم: ان للمشائخ وفیما ظھر لنا عن ھذا جوبۃ احدھا انھم کالشھداء بل افضل منھم والشھداء احیاء عند ربھم فلا یبعدان یحجوا ویصلوا کما ورد فی الحدیث الآخر.

جاننا چاہیئے کہ مشائخ کے کلام سے جو ہمارے لیے ظاہر ہوا اس کے کئی جواب ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام شہداء کی طرح ہیں بلکہ ان سے بہت زیادہ افضل ہیں اور شھدآء اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں تو یہ بعید نہیں

....

(شرح مسلم للنووی ۱:۹۴، شفاء السقام، ۱۸۶) کہ وہ حج کریں اور نمازیں پڑھیں۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں اس کی صراحت موجود ہے۔

ویسے بھی چونکہ یہ دنیا تو عام آدمی کے لیے بھی قید خانہ کی حیثیت رکھتی ہے تو جب آدمی قید خانہ سے چھوٹے تو وہ آزاد ہوتا ہے جہاں چاہے جائے جیسا کہ احادیث مبارکہ میں وارد ہے۔

ملاحظہ فرمائیں پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارکہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الدنیا جنة الکافر وسجن المومن وانمامثل المومن حین تخرج نفسه کمثل رجل کان فی سجن فاخرج منه فجعل یتقلب فی الارض ویتفسح فیها.

بے شک دنیا کافر کے لیے جنت اور مومن کے لیے قید خانہ ہے۔ جب مومن کی جان نکلتی ہے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص قید میں تھا اب اس کو آزاد کر دیا گیا پھر زمین میں گشت کرنے اور بافراغت چلنے پھرنے لگا۔

تخریج حدیث

۱۔ کتاب الزھد لابن مبارک (عن عبداللہ بن عمرو)، ۲۱۱ طبع دارلکتب العلمیہ بیروت

۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ " ۱۳:۳۳۵ ادارۃ لقرآن کراچی

۳۔ مسند امام احمد " ۲:۱۹۷ المکتب الاسلامی بیروت

۴۔ مسند امام احمد (عن ابی ھریرۃ) ۲:۳۲۳، ۲:۳۸۹ " " " " "

۵۔ کتاب الزھد للامام احمد " " " ۳۷ دارلکتب العلمیہ بیروت

۶۔ حلیۃ الاولیاء " " " " ۱:۱۹۹ " "

....

۷۔	حلیۃ الاولیاء	(عن عبدالرحمٰن بن عمر)	۸:۱۷۷،۸:۱۸۵	" " "
۸۔	الکامل لابن عدی	(عن ابی ھریرہ)،	۳:۸۸۹،۴/۱۶۳۸	المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ھل
۹۔	فردوس الاخبار للدیلمی	ابن عمر	۵:۴۱۶ برقم ۸۳۳۳	
۱۰۔	مستدرک للامام حاکم	عن سلیمان	۳:۶۰۴	دارالمعرفۃ بیروت
۱۱۔	" " "	عبداللہ بن عمرو	۴:۳۱۵	"
۱۲۔	الزھد الکبیر للبیھقی		۱۸۹	دارالقلم کویت
۱۳۔	"	عبداللہ بن عمرو	۶۱۸،۲۲۳	"
۱۴۔	المعجم الکبیر للطبرانی		۶:۲۶۹،۲۳۶	بغداد
۱۵۔	المعجم الاوسط "		۳:۳۸۶	مکتبۃ المعارف ریاض
۱۶۔	شرح السنۃ للامام بغوی	ابی ھریرہ	۱۴:۲۹۷	المکتب الاسلامی بیروت
۱۷۔	مسند الشھاب للقضاعی	ابن عمر	۱:۱۱۸	موسسہ الرسالہ بیروت
۱۸۔	صحیح ابن حبان		۲:۳۸	دارالفکر بیروت
۱۹۔	المنتخب لعبد بن حمید	ابن عمر	۱:۳۰۷	مکتبہ ابن حجر مکۃ المکرمہ
۲۰۔	نوادر الاصول للامام حکیم ترمذی		۳۵،۸۰،۳۹۰	المکتبۃ العلمیہ مدینہ منورہ
۲۱۔	فردوس الاخبار للدیلمی	ابی ھریرہ	۲:۳۵۲	المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ھل
۲۲۔	کشف الاستار عن زوائد البزار	ابن عمر	۴:۲۴۸	موسسۃ الرسالہ بیروت
۲۳۔	معجم السفر لابی طاہر احمد بن محمد السلفی	ابی ھریرۃ	۲۵۷	اسلام آباد
۲۴۔	شعب الایمان للبیھقی "		۷:۳۲۴	دارالکتب الاسلامیہ بیروت
۲۵۔	القند فی ذکر علماء سمرقند		۳۱۳	مکتبۃ الکوثر سعودی عرب

....

۲۶۔ تہذیب تاریخ دمشق ۲:۴۰۹، ۱:۴۱۵ بیروت

۲۷۔ مسند ابی یعلی ابی ھریرہ ۶:۶۴، ۸۰ تحقیق الاثری سعودی عرب

۲۸۔ صحیح مسلم " ۲:۲۰۷ کتاب الزھد کراچی

۲۹۔ ترمذی " ۲:۵۸ " "

۳۰۔ ابن ماجہ " ۳۰۳ " "

۳۱۔ الجوع لابن ابی الدنیا سلیمان فارسی ۲۶ برقم ۳ " دار ابن بیروت

۳۲۔ الضعفاء الکبیر للعقیلی ۳/۳۶۰ برقم ۱۳۹۳

۳۳۔ طبقات العرفیہ

۳۴۔ بھجۃ المجالس وانس المجالس ابن عبدالبر القرطبی ۲/۱۰۶، ۲/۲۷۸

۳۵۔ المعجم الکبیر للطبرانی عن قتادہ بن النعمان بن زید ۱۹:۱۵

۳۶۔ مجمع الزوائد ۱۰:۲۸۸ دار الکتاب العربی بیروت

۳۷۔ التذکرہ فی الاحادیث المشتھرہ للزرکشی ۱۳۳ دار الکتب العلمیہ بیروت

۳۸۔ کتاب الزھد لابی داؤد السجستانی ابن عمرو ۲۷۷ دار السلفیہ بمبئی

۳۹۔ ذم الدنیا لابن ابی الدنیا " ۵۹ موسسۃ الکتب الثقافیہ بیروت

۴۰۔ تاریخ بغداد " ۱۱:۳۴۸ دار الکتب العلمیہ بیروت

۴۱۔ " ابن عمر ۶:۴۰۱، ۱۲:۴۳۲ " "

۴۲۔ الترغیب والترتیب للاصبھانی ابی ھریرہ ۲:۲۰۷ دار الحدیث قاھرہ

۴۳۔ ذم الدنیا لابن ابی الدنیا سلیمان فارسی ۱۲ بیروت

۴۴۔ اعلام النبوۃ للماوردی ۲۶۷ باب جوامع القلم دار احیاء ۔

....

العلوم بیروت

۴۵۔	تاریخ اصبہان لابی نعیم	۱:۳۴۰	ایران
۴۶۔	المقاصد الحسنۃ لسخاوی	۳۵۰	دار الکتب العربی بیروت
۴۷۔	موضع اوھام الجمع والتفریق	اللامام خطیب بغدادی	انس بن مالک ۱:۴۴۲

ابن شیبہ کے الفاظ یوں ہیں:

فاذا مات المومن یخلی به یسرح حیث شاء. جب مومن فوت ہوتا ہے تو اس کی راہ کھول دیجاتی ہے کہ جہاں چاہے جائے

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱۳:۳۵۵)

اس سے بڑھ کر صحابہ کرام کا عقیدہ دیکھیں کہ آدمی اس جہاں سے چلے جانے کے بعد بالکل آزاد ہے جہاں چاہے اللہ کے حکم سے جائے اور سیر کرے۔

حضرت امام عبداللہ بن مبارک کے یہاں اس کی سند اس طرح ہے

اخبرنا سفیان بن عیینة عن یحی بن سعید وعلی بن زید بن جدعان عن سعید بن المسیب.

اس سند میں پہلا راوی سفیان بن عیینہ ہے جو کے زبردست ثقہ ہے اور حجت ہیں ملاحظہ فرمائیں۔ (تزکرہ الحفاظ للذھبی، ۱:۲۶۲ تا ۲۶۵)

دوسرا راوی۔یحی بن سعید ہے۔ یہ راوی بھی زبردست ثقہ ہے اور کسی نے بھی اس پر جرح نہیں کی۔ یہ بالا اتفاق ثقہ حجت ہے ملاحظہ ہو۔ (تذکرہ الحفاظ، ۱:۱۳۷ تا ۱:۱۳۹)

اور تیسرے راوی حضرت سعید بن المسیب ہیں۔ یہ بہت بڑے تابعی ہیں۔ حضرت عمر وعثمان وزید بن ثابت، حضرت عائشہ، حضرت سعد وابو ہریرہ رضی اللہ عنھم اور دیگر بے شمار صحابہ

....

سے سماع ثابت ہے زبردست ثقہ ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں (تزکرہ الحفاظ:۱:۵۴۔۵۶)

اور پھر امام سفیان بن عیینہ کا متابع امام عبداللہ بن مبارک اور عباد بن العوام اور یحی بن سعید کا متابع علی بن زید بن جدعان ہے۔ (عند عبداللہ بن مبارک فی الزھد)

اور سفیان بن عیینہ کا متابع جریر بھی ہے (عند ابی الدنیا)

حضرت سعید بن میتب سے روایت ہے حضرت سلیمان فارسی اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہما باہم ملے تو ایک دوسرے سے کہا کہ اگر تم مجھ سے پہلے وفات پاگئے تو مجھے خبر دینا وہاں برزخ میں کیا پیش آتا ہے

تو دوسرے نے کہا زندے اور مردے بھی باہم مل سکتے ہیں تو پہلے نے جواب دیا

نعم ان ارواح المو منین فی برزخ من الارض تذھب حیث شاء ت. ہاں کیوں نہیں مومنوں کی روحیں تو جنت میں ہوتی ہیں انہیں اختیار رہوتا ہے جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں

۱۔ (الزھد لابن المبارک ص۱۴۴ برقم ۴۲۹ ولفظ لہ ص ۱۴۴)

۲۔ التوکل علی اللہ لابن ابی دنیا محدث ص ۵۱

۳۔ المنامات لابن ابی دنیا ص ۲۳

۴۔ احوال القبور لابن رجب حنبلی ۱۱۶

۵۔ شرح الصدور للسیوطی ۳۵۶

۶۔ کتاب الروح لابن قیم ۳۳

۷۔ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم عن المغیرہ بن عبدالرحمٰن ۱:۲۰۵

۸۔ احیاء العلوم ۴/۵۲۷ تو اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ارواح مومنین برزخ زمین

....

میں ہیں جہاں چاہتی ہیں تشریف لے جاتی ہیں۔

حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت

ان ارواح المومنین فی برزخ من الا رض تذ ھب حیث شاء ت و نفس الکافر فی سجین	مومنین کی روحیں زمینی برزخ میں ہوتی ہیں اور جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں اور کفار کی روحیں قید عذاب میں ہوتی ہیں

(کتاب الزھد لا بن المبارک، ۴۴ او ابن مندہ نقلہ ابن رجب حنبلی فی احوال القبور ۱۱۶)

حضرت شیخ علامہ علی بن احمد بن محمد ابراہیم العزیزی م۔۱۰۷۰ھ فرماتے ہیں:

فاذا فارق الدنیا فارق السجن والسنة وانتقل الی نفساخ و دیار السرور والا فراح.	جب دنیا سے جدا ہو گیا تو وہ قید سے چھوٹ گیا اور فراخی اور کشادگی اور سرور و فرحت کی طرف منتقل ہو گیا۔

(السراج المنیر شرح الجامع الصغیر، ۳:۱۶۲)

حضرت امام ولی کامل قطب وقت امام صدر الدین القونوی فرماتے ہیں:

وذلک انهم غیر محصورین فی الجنة و غیرھا	اس کے ساتھ ساتھ وہ (انبیاء و اولیاء) جنت اور قبور میں محصور نہیں ہیں (بلکہ جہاں چاہیں تشریف لیجائیں وہ آزاد ہیں

(رسالۃ النصوص، ۶۶ للامام قونوی)

حضرت علامہ عبدالروف مناوی فرماتے ہیں:

ان الروح اذا انخلعت من هذاالھیکل وانفقت من القیود بالموت تعول الی حیث شاء ت	بے شک روح جب اس قالب سے جدا اور موت کے سبب دیگر قیدوں سے آزاد ہو جاتی ہے تو

....

(التیسیر شرح الجامع الصغیر) جہاں چاہتی ہے چلتی پھرتی ہے

حضرت علامہ ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں

ان اللہ تعالیٰ یعطی لارواحھم قوۃ الاجساد فیذھبون من الارض والسماء والجنۃ حیث یشاؤن و ینصرون اولیاء ھم یدمرون اعداء ھم.

اللہ تعالیٰ (انبیاء واولیاء) کی ارواح کو اجساد کی قوت عطا فرما دیتا ہے۔ لہٰذا وہ زمین و آسمان اور جنت میں جہاں چاہتے ہیں تشریف لے جاتے ہیں اور اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں اور اور دشمنوں کو ہلاک و ذلیل و خوار کرتے ہیں۔

(تفسیر مظہری زیر آیہ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات،۱:۱۵۲،۱۵۳)

حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب ہی دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

حق تعالیٰ درحق شھداء میفر ماید (......بل احیاء عند ربھم ......) اقول مراد شاید آں باشد کہ حق تعالیٰ ارواح شان راقوت اجساد میدھد ھر جاکہ خواھند سیر کنندوایں حکم مخصوص بشھداء نیست انبیاء و صدیقین ازشھداافضل اندواولیا ء ھم درحکم شھدااند کہ جھاد بالنفس کردہ اند کہ جھاد اکبراست (رجعنامن الجھاد الاصغرالی الجھاد الاکبر) ازاں

اللہ تعالیٰ شہدا کے حق میں فرماتا ہے۔ (بلکہ وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں) میں کہتا ہوں کہ اس سے مراد شائد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ان کی روحوں کو جسموں کی سی طاقت عطا فرماتا ہے وہ جہاں چاہتا ہے سیر کرتے ہیں اور یہ حکم شہداء کے لیے خاص نہیں ہے بلکہ انبیاء کرام اور صدیقین شہداء کے حکم میں ہیں کیونکہ انہوں نے نفس کے ساتھ جہاد کیا ہے جو کہ جہاد اکبر ہے (ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹے) اس پر دلیل کافی۔ اسی لیے اولیاء اللہ نے فرمایا (ہماری

....

کنایت است ولهذااولیاء الله گفته اند (ارواحنااجسادناواجسادنا ارواحنا) یعنی ارواح ، کاراجساد می کنندو گا هی اجساد ازغایت لطافت برنگ ارواح می برآید ومی گویند که رسول خدارا سایه نبودصلی الله علیه وسلم ارواح ایشاں وزمین وآسمان وبهشت هر جا که خواهندمیروندد دوستاں و معتقدان رادردنیاو آخرت مددگاری میفرمایند ودشمنان را هلاک مینمایند وازارواح شان بطریق اویسیه فیض باطنی میرسد وبسبب همیں حیات اجساد آنهارا ادر قبر خاک نمی خورد بلکه کفن هم میماند.

روحیں ہمارے جسم اور ہمارے جسم ہماری روحیں ہیں) ہماری روحیں جسموں کا کام کرتی ہیں اور کبھی ہمارے جسم نہایت لطافت کے سبب برنگ ارواح ظاہر ہوتے ہیں۔اسی لیے کہتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس کا سایہ نہ تھا۔ان کی روحیں زمین وآسمان اور جنت میں جہاں چاہیں تشریف لے جاتی ہیں اور دنیا وآخرت میں اپنے دوستوں اور چاہنے والوں (امتیوں اور مریدوں) کی مدد کرتی ہیں اور دشمنوں (منکروں) کو ہلاک کرتی ہیں اور ان سے بطریق اویسیہ فیض باطنی پہنچتا ہے اور یہی سبب ہے کہ ان کے جسم زندہ رہتے ہیں اور خاک ان کو کھاتی نہیں ہے بلکہ ان کے کفن بھی اسی طرح تروتازہ اور نئے رہتے ہیں۔

(تذکرۃ الموتی والقبور، ۴۱۔۴۲ طبع استنبول، ترکی)

حضرت شاہ رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

ثمره آں اتصال بآں بزرگاں است در قبروحشر امداد ایشاں ایں طالب را وقتاًبعد وقت.

فائدہ اس بیعت کا یہ ہے کہ قبر وحشر میں بیعت کرنے والوں کو ایک قسم کا اتصال ورشتہ قائم ہو جاتا ہے اور طالب یعنی مرید کو وقتاً فوقتاً اس سے

....

امداد ملتی رہتی ہے۔

(رسالہ بعیت در مجموعہ رسائل مطبوعہ احمدی دہلی، ۲۷ طبع نصرت العلوم گوجرانوالہ، ۱:۵۶)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

فکذالک الانسان قدیکون فی حیاته الدنیا مشغولا بشهوة الطعام والشراب والغلمة وغیرها من مقتضیات الطبیة والرسم لکنه قریب الماخذمن الملاء السافل قوی الانجذاب الیهم فاذامات انقطعت الصلاقات ورجع الی مزاجه ملوق بالملائکة وصارفیهم والیهم کالهامهم وسعی فیها یسعون فیه.

(حجۃ اللہ البالغہ ۳۵ باب اختلافا حوال الناس)

بالکل اسی طرح انسان کا حال ہے کہ وہ اپنی دنیاوی زندگی کھانے پینے اور شہواتِ نفسانی اور اسی طرح دیگر طبعی تقاضوں کو پورا کرنے اور زندگی کے مختلف مراسم ومعاملات میں مصروف رہتا ہے لیکن اس کا تعلق ملائکہ سافل سے ہوتا ہے اور انہی کی جانب اس کو زیادہ میلان وکشش ہوتی ہے لہٰذا جب وہ فوت ہوجاتا ہے تو اس کے تمام جسمانی علائق اور تعلق ٹوٹ جاتے ہیں اور وہ اپنی اصل طبیعت کی طرح عود کرتا ہے اور پھر ملائکہ سے مل کر انہی کا ہوجاتا ہے اور انہی کے سے الہام اس کو بھی ہوتے ہیں اور انہی کی طرح وہ بھی تصرف کرتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں:

وبالجمله بعدازاں که ثابت شد که روح باقی داورا تعلقے خاص باجزاء بدن بعد مفارقت ازدی وتغیر کیفیت

اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب یہ ثابت ہو چکا کہ روح باقی ہے اور اس کا ایک خاص تعلق اجزائے بدن کے ساتھ اس سے مفارقت تغیر کیفیت کے

....

ای نیز باقیست که بدان علم وشعور بزائران قبر واحوال ایشان دارد و ارواح کمل که درحین حیات ایشان بسبب مکانت ومنزلت ازرب العزت کرامات تصرف وامدادداشتند بعداز ممات چوں بهمان قرب باقی اندنیز تصرفات دارند چنانچه درحین تعلق کلی بجسدداشتند یابیشترازاں انکار استمد ادر وجهی صحیح نم نمائد مگر آنکه ازاول امرمنکر شوند ای تعلق روح راشدن بالکلیه وجمیع وجوه بعد مفارقت وزوال علاقه حیاتی وآں خلاف منصوص است وبرایں تقدیرزیارت درفتن بقبورهمه لغووبے معنی گردد.

(فتاویٰ عزیزیہ ۱۰۷ تا ۱۰۸ ادارالاشاعت العربیہ کوئٹہ)

بعد بھی باقی ہے کہ اس تعلق کی وجہ سے ان میں علم اور شعور پیدا ہوتا ہے جس سے قبر کی زیارت کرنے والوں اوران کے احوال سے آگاہی ہوتی ہے اور کامل لوگوں کی ارواح جن کو اللہ تعالیٰ کے ہاں زندگی میں قدرومنزلت حاصل تھی اور کرامات وتصرفات اورلوگوں کی امداد کرتے تھے ان کو بعدازوفات بھی یہ تصرف حاصل ہوتا ہے اوراسی طرح تصرف حاصل کرتے ہیں جس طرح کہ وہ اس وقت کرتے جب ان کے بدنوں کے ساتھ روح کا کلی تعلق حاصل تھا (زندہ تھے) بلکہ اس سے بھی بڑھ کر تصرف کرتے ہیں اوران سے استمد اد کا انکار کرنے کی کوئی صحیح وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ مگر یہ کہ پہلی بات کا انکار کردیا جائے اور یہ کہا جائے کہ روح کا بدن کے ساتھ بالکل ہی تعلق نہیں ہے اور بدن سے مفارقت کے بعد تمام وجوہ سے زندگی کا تعلق ہو چکا ہے اور یہ کہنا تو نصوص کیخلاف ہے اوراس طرح تو قبروں کی زیارت اور وہاں جانا سب لغو بیکار وبے معنی ہوجائیگا۔

وكل ذلك صحيح لايخالف بعضه بعضا فقد يرى موسىٰ عليه السلام قائم "يصلى فى قبره" ثم يسرى بموسىٰ وغيره الىٰ بيت المقدس كما اسرى بنبينا صلى الله عليه وسلم فيراهم فيه ثم يعرج بهم الى السموت كما عرج بنبيناصلى الله عليه وسلم فيراهم فيها كمااخبره كما اخبر ،وصلاتهم فى اوقات بمواضع مختلفات جائز فى العقل كما ورد به خبر الصادق وفى كل ذلك دلالة على حياتهم ومما يدل على ذلك .

یہ تمام روایات صحیح ہیں۔ان میں کوئی حدیث دوسری کے خلاف نہیں ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی یقیناً ان کی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔پھر حضرت موسیٰ وغیرہ نے بیت المقدس کی طرف رات کو سفر کیا جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو سفر کیا۔چنانچہ وہاں بھی انہیں دیکھا۔آپ موسیٰ علیہ السلام ان (انبیاء) کے ساتھ آسمانوں پر چڑھے جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اوپر تشریف لے گئے چنانچہ وہاں بھی انہیں دیکھا جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی اور مختلف اوقات میں ان کا نماز پڑھنا یہ عقلی لحاظ سے بھی جائز ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے۔یہ تمام احادیث انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات پر دلالت کرتی ہیں۔

جناب شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا کلام پڑھیں اور سوچیں کہ اب علمائے دیوبند تو خانوادۂ شاہ ولی اللہ کا نام جپتے ہیں لیکن عقائد ان کے بالکل برعکس اپنائے ہوئے ہیں۔وہ تو فرماتے ہیں کہ حضرات انبیاء واولیاء سے استمداد کا انکار کرنے کی کوئی صحیح وجہ معلوم نہیں ہوتی لیکن شاید اب علمائے دیوبند نے وہ صحیح وجہ معلوم کر لی ہے اور اس وجہ سے بے دریغ امت محمدیہ کو مشرک قرار دے رہے ہیں۔

یہ نومولود فرقہ مختلف ناموں سے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے اور لوگوں کو علمائے

....

حق اہلسنت سے متنفر کرنے کی ناکام سعی میں لگا ہوا ہے۔اس کے نومولود ہونے کا ثبوت حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی زبان مبارک سے ملاحظہ فرمائیں۔

آپ فرماتے ہیں:

انما اطلنا الکلام فی هذا المقام رغما لانف المنکرین فانه قد حدث فی زماننا شرذمه ینکرون الاستمداد من الاولیاء ویقولون ما یقولون وما لهم علی ذلک من علم ان هم الایخرصون.	ہم نے اس مقام پر کلام کو طول دیا منکروں کی ناک خاک آلود کرنے کے لیے کہ ہمارے زمانے میں معدودے چند ایسے پیدا ہوئے کہ حضرات اولیاء کرام سے استمداد کے منکر ہیں اور اول فول بکتے ہیں اور انہیں اس پر کچھ علم نہیں۔یونہی انکل پچو لگاتے ہیں۔

(لمعات التنقیح شرح مشکوۃ المصابیح بحوالہ حیات الاموات فی بیان سماع الاموات ص ۱۳۸، طبع لاہور حامد اینڈ کمپنی)

پچھلے صفحات میں دیئے گئے حوالوں سے یہ ثابت ہوا کہ حضرات انبیاء واولیاء کرام اپنی اپنی قبور میں زندہ ہیں اور تصرف فرماتے ہیں۔جہاں چاہیں اللہ کے فضل وکرم سے تشریف لے جاتے ہیں جیسا کہ مصنف کتاب کی مذکورہ بالا عبارت سے بھی ظاہر ہو رہا ہے۔

اور واقعہ معراج کے فوائد میں سے علامہ شعرانی کا حوالہ پیچھے گزر چکا ہے کہ ایک شخص بیک وقت کئی مقامات پر ہو سکتا ہے۔اور یہ امر کاملین سے کچھ بعید نہیں ہے۔اس سلسلہ میں چند نصوص ملاحظہ کریں۔

حضرت امام بدرالدین آلوسی بغدادی فرماتے ہیں:

ان جبرائیل علیه السلام مع ظهورة بین یدی النبی علیه السلام فی صورة دحیه	بے شک جبرائیل علیہ السلام حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ

....

کلبی وغیرہ لم یفارق سدرۃ المنتھی. وسلم کے سامنے ظاہر ہونے کے باوجود سدرۃ المنتہیٰ سے جدانہیں ہوتے۔
(روح المعانی ۱۲: ۴۷، طبع ملتان)

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ارواح طیبات تو ارواح ملائکہ سے کہیں زیادہ قوت وتصرف کی صفت سے متصف ہیں بالخصوص ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ اقدس تو روح الارواح ہے اور انبیاء کرام کے اجسام بھی ارواح کی طرح تصرفات فرماتے ہیں جیسا کہ معراج کی رات کو مشاہدہ میں آیا۔ تو ان کے لیے کونسی بڑی بات ہوگی کہ وہ قبروں میں ہونے کے باوجود آسمانوں اور بیت المقدس میں بھی ہوں بلکہ ایک وقت میں ہزاروں بلکہ لاکھوں مقامات پر جلوہ گر ہوں اور یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ہی وقت میں لاکھوں لوگ مختلف مقامات میں زیارت کر سکتے ہیں جیسا کہ حضرات علماءِ کرام کی اس پر تصریحات موجود ہیں۔

حضرت علامہ بدالدین محمود آلوسی بغدادی تحریر فرماتے ہیں:

وقد اثبت غیر واحد تمثل النفس وتطورہ النبینا صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفاتہ وادعیٰ انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام قد یری فی عدۃ مواضع فی وقت واحد مع کونہ فی قبرہ الشریف یصلی .
(روح المعانی ۱۲، ۱۴، پارہ ۲۳)

اور کئی حضرات نے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وصال شریف کے بعد کئی صورتوں میں متشکل ہو کر تشریف لانا ثابت کیا ہے چنانچہ ایک ہی وقت میں کئی مقامات پر آپ کو دیکھا گیا ہے باوجود یہ کہ آپ اپنی قبر شریف میں نماز بھی پڑھ رہے ہوتے ہیں۔

اور مزید ایک مقام پر فرماتے ہیں:

ولا یحسن منی ان اقول کل ما یحکی عن الصوفیۃ من ذلک کذب لا اصل لہ

اور یہ بات مجھے کسی طرح بھی زیب نہیں دیتی کہ میں کہہ دوں تمام واقعات جو حضور علیہ السلام کے

....

لكثرة حاكيه وجلالة مدعية .

(روح المعانی ۱۲: ۳۹ پارہ ۲۲ طبع مکتبہ امدادیہ ملتان)

ظاہر و باہر تشریف لانے کے متعلق صوفیاء کرام سے منقول ہیں وہ سب جھوٹ ہیں اور ان کی کوئی اصل نہیں حالانکہ اس کو بیان کرنے والے بہت سارے ہیں اور اس کا دعویٰ کرنے والے جلیل القدر ہیں۔

حضرت امام غزالی فرماتے ہیں:

وقال الامام الغزالی رحمه الله تعالیٰ و الرسول علیه السلام له الخیار فی طواف العوالم مع ارواح الصحابة رضی الله عنهم لقدراٰه کثیر من الاولیاء

(تفسیر روح البیان آخر سورۃ الملک ۱۰: ۹۹)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارواح صحابہ کے ساتھ عالم کا طواف وتصرف کرنے کا اختیار حاصل ہے اور بے شمار اولیاء کرام نے آپ کو دیکھا ہے۔

حضرت امام نورالدین حلبی فرماتے ہیں:

ویدل لذلک ما رویناه من انه صلی الله علیه وسلم لیلة الاسراء رای اخاه موسیٰ یصلی فی قبره وجاء الی بیت المقدس فراه ایضاً وصلی موسیٰ خلفه اسوة الانبیاء صلوات الله علیه وعلیهم ثم فارقه وصعد صلی الله علی وسلم الی السمآء سادسة فوجده فیها و

اور جو ہم نے بیان کیا کہ انبیاء کرام (جہاں چاہیں تشریف لے جائیں) اس پر وہ دلالت کرتا ہے جو کہ ہم نے روایت کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور جب آپ بیت المقدس تشریف لے گئے تو ان کو وہاں بھی دیکھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کے پیچھے تمام انبیاء

....

كذلك آدم وعيسىٰ ويحيىٰ ويوسف وادريس وهارون وابراهيم صلى بهم صلى الله عليه وسلم فى بيت المقدس وجسدهم فى السمٰوات وهم دونه فى الفضل فهواولى منهم بكونه موجودا فى كل مكان و مقيما فى قبره صلى الله عليه وسلم.

(تعریف اھل الاسلام والایمان بان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم لایخلو منہ مکان والازمان) بحوالہ سعادۃ الدارین (۴۵۹:

کے ساتھ نماز پڑھی پھر آپ ان سے جدا ہوئے اور آسمانوں کی طرف چڑھے تو چھٹے آسمان پر پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پایا اور اس طرح دیگر انبیائے کرام جیسے حضرت آدم وعیسیٰ و یحیٰ و یوسف و ادریس و ہارون و ابراہیم علیھم السلام کو دیکھا کہ ان تمام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیت المقدس میں نماز پڑھی تھی اور اس وقت ان کے اجساد آسمانوں میں تھے حالانکہ یہ تمام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فضیلت میں کم ہیں تو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ان سے زیادہ حقدار ہیں کہ اپنی قبر میں مقیم ہونے کے ساتھ ساتھ ہر جگہ موجود ہوں۔

آپ مزید فرماتے ہیں:

ان الانبياء يسيرون فى الكون باشباحهم وارواحهم ويحجون ويعتمرون متى اذن الله تعالىٰ لهم فى ذلك كما كانوا احياء وان النبى صلى الله عليه وسلم ملاء العوالم العلويه والسفليه لانه افضل عباد الله تعالىٰ.

بے شک حضرات انبیاء کرام علیھم السلام دنیا میں سیر کرتے ہیں اپنی ارواح اشباح کے ساتھ حج وعمرے کرتے ہیں جب اللہ تعالیٰ ان کو اذن عطا فرماتا ہے۔ اور وہ اس عمل میں بالکل زندوں کی طرح زندہ ہیں اور بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام جہان علویہ سفلیہ بھرے پڑے ہیں

....

(رسالہ مذکورہ بحوالہ سعادۃ الدارین ص ۴۶۱)

(یعنی آپ سے کوئی جگہ خالی نہیں ہے آپ ہر جگہ حاضر وناظر ہیں) کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے تمام بندوں سے افضل ہیں۔

حضرت قاضی ابوبکر بن العربی فرماتے ہیں:

رویۃالنبی صلی اللہ علیہ وسلم بصفتہ المعلومۃ ادراک علی الحقیقۃ ورؤیتہ علی غیر صفتہ ادراک للمثال.....ولا یمتنع رویۃ ذاتہ الشریفۃ بجسدہ و روحہ وذلک لانہ صلی اللہ علیہ وسلم وسائر الانبیاء احیاء ردت الیھم ارواحھم بعد ما قبضوا واذن لھم بالخروج من قبورھم والتصرف فی الملکوت العلوی والسفلی ولا من یراہ کثیرون فی وقت واحد لانہ کالشمس.

(الحاوی للفتاوی، ۲: ۲۶۳ للسیوطی) الفتاوی الحدیثیہ ۳۰۰، لابن حجر مکی الھیتمی)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت اگر تو صفت معلومہ پر ہو تو یہ حقیقی آپ کی زیارت ہے اور غیر صفت معلومہ پر ہو تو یہ آپ کی مثال کی زیارت ہوگی اور آپ کی ذات شریفہ کا دیدار جسد اور روح کے ساتھ یہ محال نہیں ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں ان کی ارواح قبض کرنے کے بعد واپس ان کی طرف لوٹا دی گئی ہیں اور ان کو اپنی قبور سے نکلنے اور کائنات علوی وسفلی میں تصرف کرنے کی عام اجازت ہے اور اس سے بھی کوئی چیز مانع نہیں کہ آپ کی ایک ہی وقت میں کئی لوگ زیارت کریں کیونکہ آپ سورج کی طرح ہیں۔

حضرت علامہ ابن العربی کی عبارت سے ذات اور مثال کا مسئلہ بھی حل ہو گیا کیونکہ آپ فرماتے ہیں کہ اگر زیارت کرنے والا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس صفت میں ملاحظہ کرتا ہے جو کہ عام احادیث مبارکہ میں آئی ہے تو چاہئے ایک وقت میں کروڑوں اشخاص زیارت کریں۔ وہ آپ کی

ذات کی زیارت کریں گے نہ کہ آپ کی مثال کی۔

اور پھر قبروں سے نکل کر تصرف فرمانا بھی ظاہر ہو گیا۔ ان کی یہ عبارت علامہ سیوطی اور علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اپنی کتب میں نقل فرمائیں جیسا کہ اوپر حوالہ گزرا اور انہوں نے اس کی تائید فرمائی تردید نہیں فرمائی جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کا بھی یہی عقیدہ ہے۔

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

فحصل من مجموع هذه النقول والاحاديث ان النبی صلی الله علیه وسلم حیی بجسده وروحه انه یتصرف ویسیر حیث شاء فی اقطار الارض وفی الملکوت وهو بهیئته التی کان علیها قبل وفاته لم یتبدل منه شیی وانه مغیب عن الابصار کما غیبت الملئکة مع کونهم احیاء باجساد هم فاذا اراد الله رفع الحجاب عمن اراد اکرامه برویته علی هیئته التی هو علیها.

(الحاوی للفتاوی ۲/۲۶۵)

ان تمام دلائل اور احادیث سے یہ حاصل ہوا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسد انور اور روح پاک کے ساتھ زندہ ہیں اور زمین کے اقطار اور ملکوت علویہ وسفلیہ میں جہاں چاہیں سیر کرتے اور تصرف فرماتے ہیں اور آپ کی ہئیتِ مبارکہ ظاہرہ زندگی جیسی ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اور وہ آنکھوں سے اوجھل ہیں جس طرح کہ فرشتے اپنے اجساد کے ساتھ زندہ ہونے کے باوجود آنکھوں سے اوجھل ہیں۔ پس جب اللہ ارادہ فرماتا ہے کہ ان کی زیارت کروائے تو پردے اٹھا دیتا ہے تو ان کی اسی ہئیت یعنی ذات شریفہ کی زیارت ہو جاتی ہے۔

حضرت ولی کامل عمر بن سعید الفوتی الطوری الکروئی فرماتے ہیں:

....

ان الاولیاء یرون النبی صلی اللہ علیہ و سلم یقظة وانه صلی اللہ علیہ وسلم یحضر کل مجلس اومکان ارادبجسده وروحه وانه یتصرف ویسیر حیث شاء فی اقطار الارض وفی الملکوت وهو بهیئته التی کان علیها قبل وفاته لم یتبدل منه شی وانه مغیب عن الابصار کماغیبت الملائکة مع کونهم احیاء باجسادهم

(رماح حزب الرحیم علی نحور حزب الرجیم، ۱:۲۱۹۔ طبع دارالکتاب العربی بیروت، الفصل الحاوی ولعشرون)

بے شک حضرات اولیاء کرام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری کی حالت میں دیکھتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مجلس میں جہاں چاہیں اپنی روح وجسد کے ساتھ تشریف فرما ہوتے ہیں اور وہ زمین اور ملکوت میں جہاں چاہتے ہیں تصرف فرماتے ہیں اور سیر کرتے ہیں اور اسی حالت مبارکہ پر ہیں جس پر ظاہر زندگی میں تھے اور ان میں کچھ بھی تبدیلی نہیں آئی اور وہ ہماری آنکھوں سے اوجھل ہیں جیسے کہ فرشتے غیب ہیں حالانکہ وہ اپنے جسموں کے ساتھ زندہ ہیں۔

آپ مزید فرماتے ہیں:

لانه صلی اللہ علیہ وسلم وسائر الانبیاء احیاء ردت الیهم ارواحهم بعد ما قبضوا واذن لهم فی الخروج من القبور والتصرف فی الملکوت العلوی و السفلی.

(رماح حزب الرحیم علی نحور حزب الرجیم، ۱:۲۲۸)

کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام زندہ ہیں ان کی روحیں قبض کرنے کے بعد ان کی طرف لوٹا دی گئی ہیں اور ان کو قبور سے نکل کر ملکوت علوی وسفلی میں تصرف کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔

حضرت صاحب الفضیلة الشیخ مصطفیٰ ابو یوسف الحمامی (من علماء الازهر

....

وخطیب المسجد الزینبی) فرماتے ہیں:

وھذا الحدیث وما قبله یثبتان ان الانبیاء صلی الله علیه وسلم یخرجون من قبور ھم بابدانھم الحقیقیة لابسین الثیاب ماشین اوراکبین ویذھبون الی حیث یحجون ویلبون ویراھم یعینه من کشف الله عن بصیرته من العباد.

(غوث العباد بیان الرشاد ص ۷۷ الطبع مکتبہ ایشق استنبول)

یہ اور اس سے پہلی حدیث ثابت کرتی ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنے حقیقی بدنوں کے ساتھ لباس زیب تن کئے ہوئے پیدل یا سوار ہوکر اپنی قبور مقدسہ سے باہر تشریف لاتے ہیں اور جہاں چاہیں تشریف لے جاتے ہیں۔ حج کرتے اور تلبیہ پڑھتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں سے جس کی بصارت کے پردے اٹھاتے ہیں وہ ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں

یاد رہے کہ اس کتاب پر مندرجہ ذیل اپنے وقت کے بڑے بڑے علماء محدثین کی تقاریز ہیں:

الشیخ محمد الببلاوی خطیب المسجد الحسینی ونقیب الاشراف بالدیار المصریہ۔

الشیخ محمود ابودقیقہ مدرس تخصیص الازھر۔

الشیخ محمد عبدالفتاح العنانی المدرس بکلیۃ الشریعۃ الاسلامیہ

الشیخ محمد البحیر من علماء الازھر الشافعیہ بالقسم الثانوی

السید محمد بن محمد زبارہ الیمنی امیر القصر السعید صنعا یمن

محمد حبیب اللہ الشنقیطی خادم العلم بالحرمین شریفین

الشیخ محمد زاہد الکوثری وکیل المشیخۃ الاسلامیہ بالآستانہ

محمد حفنی بلال وکیل الحرم الزینبی واحد علماء المالکیہ۔

....

اولیاءاللہ کا بیک وقت کئی مقامات پر تشریف فرما ہونا

حضرت انبیاء کرام علیہم السلام تو بڑی شان والے، مقام والے ہیں۔ان کے غلام اولیاء کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہ شان عطا فرمائی ہے کہ وہ بیک وقت کئی مقامات پر جلوہ گر ہو سکتے ہیں اور اس کی تائید میں حضرت علامہ جلال الدین السیوطی نے ایک مستقل کتاب بعنوان ''المنجلی فی تطور الولی'' لکھی ہے جو کہ آپ کے ''الحاوی للفتاویٰ ۱/ ۲۱۷ تا ۱/ ۲۲۲ میں موجود ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہر گاہ جنیاں را بتقدیر اللہ سبحانہ، ایں قدرت بود کہ شکل باشکال گشتہ اعمال غریبہ بوقوع آرند ارواح کمل را اگر ایں قدرت عطا فرمایند چہ محل تعجب است و چہ احتیاج بدن دیگر ازیں قبیل است آنچہ از بعضے اولیاء اللہ نقل می کنند کہ در یک آن در امکنہ متعددہ حاضری گردند و افعال متباینہ بوقوع آرند۔

(مکتوبات شریف مکتوب ۱۸، جلد دوئم)

جب جنوں کو قدرت الٰہی سے یہ طاقت حاصل ہے کہ وہ مختلف شکلوں میں متشکل ہو کر عجیب وغریب کام سرانجام دیتے ہیں تو اگر اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو یہ طاقت عنایت فرمادے تو کونسی تعجب کی بات ہے اور ان کو دوسرے مثالی بدنوں کی کیا ضرورت ہے۔اسی طرح بعض اولیاء اللہ سے منقول ہے کہ وہ آنِ واحد میں متعدد مقامات پر حاضر ہوتے ہیں اور ان سے مختلف اقسام کے کام وقوع پذیر ہوتے ہیں۔

حضرت مجدد پاک نے تو اپنے اس مکتوب شریف میں یہ بات بھی واضح فرمادی کہ ان کے متعدد مقامات پر ہونے کے لیے مثالی اجسام کی بھی ضرورت نہیں وہ اپنے اصلی جسموں کے ساتھ بیک وقت متعدد مقامات پر تشریف فرما ہو سکتے ہیں۔

حضرت علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وکذلک یجعل لنفوس بعض اولیاء الله فانهم یظهرون انشاء الله تعالیٰ فی آن واحد فی امکنة شتی باجسادهم (تفسیر مظہری، ۳: ۲۷۷)	یونہی خدا تعالیٰ اپنے بعض ولیوں کو یہ طاقت عطا فرماتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے ایک آن سے متعدد مقامات میں اپنے جسموں کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا حقی فرماتے ہیں:

قال الشعرانی واخبرنی من صحب الشیخ محمد الخضرمی انه خطب فی خمسین بلدة فی یوم واحد خطبة وصلی بهم اماماً. (تفسیر روح البیان ج۹ ص۲۱۶)	امام شعرانی نے فرمایا مجھے اس شخص نے خبر دی جو کہ شیخ محمد خضرمی کی خدمت میں رہا کرتا تھا کہ حضرت شیخ خضرمی نے ایک ہی دن میں ایک ہی وقت میں پچاس مختلف شہروں میں خطبہ جمعہ دیا اور نماز کی امامت فرمائی۔

اور اب دیوبندی حکیم الامت جناب اشرف علی تھانوی کی بھی سنیئے:

حضرت محمد خضرمی کی کرامتوں میں سے یہ ہے کہ آپ نے ایک دفعہ تیس شہروں میں خطبہ اور نماز جمعہ بیک وقت پڑھائی اور کئی کئی شہروں میں ایک ہی رات شب باش ہوئے ہیں۔

(جمال الاولیاء ۱۸۸، مکتبہ اسلامیہ بلال گنج لاہور)

ان تمام حوالوں سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ حضرات انبیاء کرام کی شان وراء الوراء ہے۔ ان کے غلام اولیاء کرام بھی ایک وقت میں کئی مقامات پر موجود ہو سکتے ہیں

؎ یہ تو حال ہے خدمت گاروں کا سردار کا عالم کیا ہوگا

ہمارے آقا و مولا نا سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی حیات کی ایک بین دلیل یہ بھی ہے کہ آپ کو بیداری میں دیکھا جا سکتا ہے۔

بیداری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول من رانی فی المنام فسیرانی فی الیقظة ولا یتمثل الشیطان بی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا عنقریب وہ مجھے بیداری میں بھی دیکھے گا اور شیطان میرا ہمشکل نہیں ہوسکتا۔

تخریج حدیث

۱۔صحیح بخاری	۲:۱۰۳۵	کتاب التعبیر	طبع کراچی
۲۔صحیح مسلم	۲:۲۴۲		ء
۳۔ابوداؤد شریف	۲:۳۲۹		ء
۴۔مسند ابی یعلی	۱:۴۰۴		بیروت
۵۔المعجم الکبیر عن ابی جحیفہ	۲۲:۹۷		بغداد
۶۔مسند امام احمد عن ابی ہریرہ	۱:۴۰۰		بیروت
۷۔شرح السنۃ . . .	۱۲:۲۲۷		.
۸۔الکامل لابن عدی . ابی بکرہ	۲:۶۲۷		سانگلہ ہل
۹۔فردوس الاخبار للدیلمی . ابی ہریرہ حدیث نمبر ۵۹۸۹			.

....

۱۰۔تاریخ بغداد ۱۰:۲۸۴ بیروت

۱۱۔مسند البزار کمافی کشف الاستار ۳:۱۷ باب فیمارای النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۲۔سنن ابن ماجہ ۲۷۸ رویۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کراچی

۱۳۔مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ۷:۱۸۱ بیروت

۱۴۔صحیح ابن حبان ۷:۶۱۸ بتحقیق یوسف کمال حوت

امام آلوسی فرماتے ہیں:

فقد وقعت رویته صلی الله علیه وسلم بعد و فاته لغیر واحد من الکاملین من هذه الامةوالا خذمنه یقظة

(روح المعانی ۱۲:۳۵ پارہ نمبر ۲۲ مکتبہ امدادیہ ملتان)

بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا آپ کی وفات کے بعد اور بیداری میں آپ سے اخذ فیض امت محمدیہ کے لیے بکثرت کاملین واقع ہو چکا ہے۔

علامہ آلوسی ہی مزید فرماتے ہیں:

کان کثیرا لرویة لرسول الله علیه الصلٰوة والسلام یقظةومناما.

(ایضاً)

حضرت شیخ خلیفہ بن موسیٰ سوتے جاگتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کثرت سے دیکھنے والے تھے

حضرت امام عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں:

لا یمنع رویة ذاته علیه السلام بجسده وروحه .

(زرقانی علی المواہب ۱:۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جسد وروح کے ساتھ دیکھنا محال نہیں۔

حضرت ولی کامل سیدی عمر بن سعید الفوتی فرماتے ہیں:

....

ممن يراه يقظة من السلف الشيخ ابو مدين المغربی شيخ الجماعة وشيخ عبدالرحيم القناوی والشيخ موسیٰ الزوادی والشيخ ابوالحسن الشاذلی و الشيخ ابوالعباس المرسی والشيخ السعودبن ابی العشائر وسيدی ابراهيم المتبولی والشيخ جلال الدين السيوطی وكان يقول رايت النبی صلی الله عليه وسلم واجتمعت به يقظة ينفا وسبعين مرة واما سيدی ابراهيم المتبولی فلايحصٰی اجتماعه به لانه يجتمع به احواله كلها........وكان ابو العباس المرسی يقول لو احتجب عنی رسول الله صلی الله عليه وسلم ساعة ماعددت نفسی من المسلمين .

اسلاف میں جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری میں دیکھا ہے ان میں سے شیخ ابومدین مغربی شیخ الجماعۃ وشیخ عبدالرحیم القناوی وشیخ موسیٰ الزوادی شیخ ابوالحسن شاذلی وشیخ ابوالعباس المرسی وشیخ سعود بن ابی العشائر سیدی ابراہیم متبولی وشیخ جلال الدین سیوطی اور وہ کہا کرتے تھے کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری میں ستر سے زیادہ مرتبہ دیکھا اور ان کی مجلس کی ہے۔ اور سیدی ابراہیم متبولی نے تو جتنی بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں زیارت ومجلس کی ہے اس کا شمار ہی نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ تو ہر وقت مشاہدہ میں رہتے تھے اور شیخ ابوالعباس المرسی کہتے ہیں کہ اگر ایک لحظہ کے لیے مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوجھل ہو جائیں تو میں اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار نہ کروں۔

(رماح حزب الرحیم علی نحور حزب الرجیم ھامش علی جواھر المعانی ۱:۲۱۹ الفصل الحاوی والثلاثون : دار الکتاب العربی، بیروت ۱۹۷۳ء)

دیوبندی جماعت کے ابن حجر ثانی مولوی انور شاہ کشمیری نے لکھا ہے:

ويمكن عندی رويته صلی الله عليه

اور میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جاگتے

....

وسلم يقظة لمن رزقه الله سبحانه كما نقل عن السيوطي اثنين وعشرين مرة وساله عن احاديث صححها بعد لصحيحه صلى الله عليه وسلم.
(فيض الباری شرح صحیح بخاری ص ۱/۲۰۴)

ہوئے بیداری کی حالت میں دیکھنا ممکن ہے جس کو اللہ یہ نعمت عطا فرمائے۔ جیسے کہ سیوطی سے منقول ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بائیس ۲۲ مرتبہ بیداری میں دیکھا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض احادیث کے متعلق سوال کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصحیح کے بعد سیوطی نے ان احادیث کو صحیح کہا۔

اس عبارت سے دو چیزیں ظاہر ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری میں دیکھنا حق ہے جو کہ آپ کی حیاۃ حقیقی اور حاضر و ناظر ہونے پر دلیل ہے دوسری اس عبارت سے حضرت علامہ سیوطی کی عزت و شان کا بھی پتہ چلا کہ آپ کیسی شخصیت ہیں۔ حالانکہ کشمیری صاحب نے اس میں بھی بخل سے کام لیا ہے کہ صرف بائیس مرتبہ لکھا ہے حالانکہ آپ کو بہتر مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بیداری کی حالت میں ہوئی ہے۔ جیسا کہ امام شعرانی نے کہا کہ شیخ صالح عطیہ

ابناسی، شیخ قاسم مغربی اور قاضی زکریا نے امام سیوطی سے سنا:

یقول رأیت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقظة بضعا وسبعين مرة
(الیواقیت والجواھر ۱/۱۳۳)

فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ستر سے زیادہ مرتبہ بیداری کی حالت میں دیکھا ہے۔

یہ شان ہے حضرت علامہ جلال الدین سیوطی کی جو عاشق رسول ﷺ ہیں لیکن افسوس صد افسوس کہ آجکل کے مردہ دل اور عشق رسول ﷺ سے خالی ابن تیمیہ اور ابن عبدالوہاب کے پیروکاروں نے ایسے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصحیح کو ناقابل قبول بنا رکھا ہے۔ کہ وہ یعنی علامہ

سیوطی متساہل ہیں۔ کیا تمہارا ایمان ناقص نہیں؟ نہ جانے ان عقل کے اندھوں کو کیا ہوگیا ہے جبکہ انہی کا ابن حجر ثانی مولوی انور شاہ کشمیری تو کہے کہ علامہ سیوطی نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث کی تصحیح کرانے کے بعد ان احادیث کو صحیح کہا ہے لیکن یہ اپنے باطل عقائد کا بھرم رکھنے کے لیے کہہ رہے ہیں کہ علامہ سیوطی متساہل ہیں ان کی تصحیح کردہ حدیث کو ہم نہیں مانتے۔ اس سے بڑی بدبختی اور بدقسمتی اور کیا ہوسکتی ہے کہ ایسے آدمی کو متساہل قرار دیا جائے جو اپنی زندگی میں چلتے پھرتے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے مسائل دریافت کرتا ہو۔ ہوسکتا ہے کہ جس حدیث کو تم نے علامہ سیوطی کے متساہل ہونے کی وجہ ٹھکرا دیا ہو اسی حدیث کی تصحیح علامہ نے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے کروائی ہو۔

؎ کیا جواب جرم دو گے تم خدا کے سامنے

یہاں نجدی ذہنیت کے لوگ کہتے ہیں کہ آپ کو چاہے خواب میں دیکھا جائے یا بیداری میں (اگر کوئی مجبوراً بیداری والی روایت کو تسلیم کرلے تو) آپ کی مثال نظر آتی ہے آپ خود نظر نہیں آتے۔ اس پر کچھ بحث تو گزر چکی ہے مختصراً یہاں عرض کرتے ہیں۔

حضرت العلام علامہ نورالدین حلبی فرماتے ہیں:

فمتی کان کذالک منامًا کان فی عالم الخیال والمثال ومتی کان یقظة کا الصفتی الجمال والا جلال علی غایة الکمال کما قال القائل. لیس علی الله بمستنکران یجتمع العالم فی واحد.

(بحوالہ سعادۃ الدرین للنبھانی ۴۵۸۔ ۴۵۹ طبع مصر)

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں ہوتی ہے تو عالم خیال اور عالم مثال میں ہوتی ہے اور جب آپ کی زیارت بیداری میں ہوتی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صفت جمال واجلال اور پورے کمال کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ کسی قائل نے کیا خوب کہا ہے کہ خدا تعالیٰ پر محال نہیں

....

کہ وہ ایک ذات میں سارا جہاں جمع کر دے۔

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

واذا اراد الله رفع الحجاب عمن اراد اکرامه برویته صلی الله علیه وسلم راه علی هیئته التی هو علیها لامانع من ذلک ولاداعی التخصیص برویة مثاله الحاوی للفتاوی ۲/۲۷۵)

جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو اپنے حبیب علیہ السلام کی زیارت سے مشرف کرنا چاہتا ہے تو حجاب اٹھادیتا ہے اور زیارت کرنے والا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی حالت میں دیکھتا ہے جس حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم حیات ظاہری میں جلوہ افروز تھے۔اس پر نہ کوئی استحالہ ہے اور نہ ہی کوئی وجہ اس تخصیص کی ہے کہ حضور کی مثالی صورت نظر آتی ہے (بلکہ آپ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس نظر آتے ہیں۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور جہاں چاہیں تشریف لے جا سکتے ہیں اور خوش قسمت لوگ آپ کی زیارت بھی کر سکتے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۰:

ما اخبرنا محمد بن عبدالله الحافظ ثنا ابو العباس محمد بن يعقوب ثنا ابوجعفر احمد بن عبدالحميد الحارثی ثنا الحسين بن علی الجعفی ثناعبد الرحمن بن يزيد بن جابر عن ابی الأ شعث الصنعانی عن اوس بن اوس قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم :افضل ايامكم الجمعة ؛فيه خلق آدم وفيه قبض وفيه النفخة ،وفيه الصعقه ، فاكثر واعلی من الصلوٰة فيه فان صلاتكم معروضة علی:قالوا: وكيف تعرض صلاتنا عليک وقد ارمت يقولون بليت .فقال.ان الله قد حرم علی الارض ان تاكل اجساد الانبياء عليهم السلام اخرجه ابو داود السجستانی فی كتاب السنن ،وله شواهد منها

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہارے دنوں میں افضل دن جمعہ کا ہے اس دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی دن انہوں نے انتقال فرمایا اور اسی دن صور پھونکا جائے گا۔اسی دن دوبارہ اٹھنا ہے۔اس لیے اس روز مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو اس لیے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔صحابہ نے عرض کیا ہمارا درود آپ پر کیسے پیش ہوگا؟ حالانکہ آپ تو ختم ہو چکے ہوں گے (جیسا کہ کہتے ہیں کہ وہ بوسیدہ ہوگیا) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یقیناً اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کو کھائے۔

اس کو ابوداؤد سجستانی نے سنن ابی داؤد میں روایت کیا ہے اور اس کے کئی شواہد ہیں۔

تخریج حدیث

۱۔ابوداؤد ۱/ ۱۵۷

۲۔نسائی فی المجتبیٰ ۱:۲۰۳

۳۔ابن ماجہ ۶ ۷ کتاب فرض الجمعہ ۹ اباب ذکر وفات ودفنہ صلی اللہ علیہ وسلم

....

۴۔ابن ابی شیبہ ۲:۵۱۶

۵۔کتاب الصلوٰۃ ابن ابی عاصم ص ۵۰ برقم ۶۳

۶۔مسند امام احمد ۴:۸

۷۔مستدرک امام حاکم ۴:۵۴

۸۔صحیح ابن خزیمہ ۳:۱۱۸

۱۰۔صحیح ابن حبان ۳:۷۸

۱۱۔سنن دارمی ۱:۳۰۷ باب فی فضل الجمعۃ

۱۲۔السنن الکبریٰ للبیھقی ۳:۲۴۸ کتاب الجمعۃ

۱۳۔السنن الصغیر ۱:۲۳۵ باب فضل الجمعۃ

۱۴۔شعب الایمان ۲:۱۱۰

۱۵۔دلائل النبوۃ ۲/۵۶۷ برقم ۵۰۹ (لابی نعیم)

۱۶۔معرفۃ الصحابہ ۲:۳۵۴ (لابی نعیم)

۱۷۔تہذیب تاریخ دمشق لابن عساکر ۳:۱۵۷

۱۸۔نوادر الاصول حکیم ترمذی ۳۸۶

۱۹۔فضل الصلوٰۃ للقاضی اسماعیل ۱۱

۲۰۔السنن الکبریٰ للنسائی ۱:۵۱۹ا المعجم الکبیر (للطبرانی) ۲۱۷ برقم ۵۸۹

یہ صحیح روایت بھی حیاۃ الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام پر واضح دلیل ہے اور اس روایت کی تصحیح کرنے والے محدثین بھی بے شمار ہیں جن میں کچھ کا ذکر ہم یہاں کرتے ہیں۔

حضرت شیخ مجد الدین محمد یعقوب الفیروزآبادی صاحب قاموس ارشاد فرماتے ہیں م: ۸۱۷ھ

....

و نص علی صحته جماعة من الحفاظ

اور اس صحبت پر محدثین کی ایک پوری جماعت نے نص فرمائی ہے۔

(الصلات والبشر ۴۷)

مزید فرماتے ہیں:

وامثال ذلک دلائل قاطعة علی انهم احیاء بأ جسادهم و منها ماتقدم من حدیث اوس بن اوس ان الله حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء وفیه دلیل واضح وقدذهب الی ماذکرنا دلیله واوضحنا حجته جماعات اهل العلم و صرحوابه الامام البیهقی منهم والا ستاذابو القاسم القشیری .والامام ابو حاتم بن حبان و ابو طاهر الحسین بن علی الا زدستانی وصرح به ایضاً الشیخ تقی الدین ابو عمر وبن الصلاح والشیخ محی الدین النووی والحا فظ محب الدین الطبری وغیر هم

(الصلات والبشر فی الصلاۃ علی خیر البشر ص ۱۸۴)

اور یہ اس طرح کی مثالیں (معراج کی رات مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ ملاقات) دلائل ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنے جسموں کے ساتھ زندہ ہیں اور ان حیات کی دلیلوں میں سے ایک دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت اوس بن اوس سے مروی ہے جو کہ گزر چکی ہے کہ اللہ نے زمین پر انبیاء کے اجسام حرام کر دیئے ہیں اور اس میں حیاۃ الانبیاء کی واضح دلیل ہے۔ اور اس کی دلیل کہ ہم نے بیان کیا اس کو محدثین کی جماعت نے بہت وضاحت سے بیان کیا ہے ان میں سے جنہوں نے اس کی صراحت کی ہے امام بیہقی ،استاد ابوالقاسم القشیری ،امام ابوحاتم ،ابن حبان وابوطاہر حسین بن علی ازدستانی اور اس کے ساتھ صراحت کی شیخ ابوعمرو بن الصلاح اور شیخ محی الدین نووی اور محب الدین طبری ودیگر نے

....

شمار آئمہ کرام نے بھی فرمائی ہے۔

امام حاکم فرماتے ہیں:

هذا حديث صحيح على شرط البخاری ولم يخرجاه. یہ حدیث امام بخاری کی شرط پر صحیح ہے اور انھوں نے اس کی تخریج نہیں کی۔

(مستدرک علی الصحیحین، ۱: ۲۷۸)

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه. یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ انہوں نے اس تخریج نہیں کی۔

(مستدرک ۴: ۵۶۰)

امام ذہبی نے تلخیص مستدرک میں دونوں مقامات کی تصحیح کو قائم رکھا اور فرمایا:
علی شرط (خ) یعنی یہ بخاری کی شرط پر صحیح ہے:
(تلخیص المستدرک علی المستدرک، ۱: ۲۷۸)

امام عبدالغنی:

وقال الحافظ عبدالغنى انه حسن صحيح. یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

علامہ عزیزی فرماتے ہیں:

قال الشيخ وهو حديث صحيح. شیخ نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(السراج المنیر شرح الجامع الصغیر ۲: ۱۴۱)

....

امام نووی فرماتے ہیں:

ورُوینا فی سنن ابی داؤد والنسائی و ابن ماجه بالاسائید الصحیحه. ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے اس کو صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(کتاب الاذکار ۱۰۶)

حضرت ملاعلی القاری (مرقات ۳: ۲۳۸ طبع ملتان) میں اس کو صحیح تسلیم کرتے ہیں۔

حضرت علامہ شہاب الدین احمد خفاجی فرماتے ہیں:

وهذا الحدیث رواه ابو داؤد والنسائی واحمد فی مسنده والبیهقی وغیرهم وصححوه. اس حدیث کو ابوداؤد نسائی اور امام احمد نے مسند میں اور امام بیہقی وغیرھم نے روایت کیا اور تمام نے اس کی تصحیح کی ہے۔

(نسیم الریاض ۳: ۵۰۲ فصل فی تخصیصہ صلی اللہ علیہ وسلم بتبلیغ صلاۃ)

قطب وقت حضرت مولانا الحاج فقیر اللہ جلال آبادی فرماتے ہیں:

رواه احمد وابوداؤدو النسائی وقد صح هذا الحدیث ابن خزیمة وابن حبان و الدار قطنی. اس کو امام احمد۔ امام ابوداؤد اور امام نسائی نے روایت کیا اور اس حدیث کو امام ابن خزیمہ امام ابن حبان اور امام دار قطنی نے صحیح کہا ہے۔

قطب الارشاد ۳۷۹

امام اہل سنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

رواه احمد ،ابوداود ونسائی وابن ماجه ابن خزیمه و ابن حبان و الحاکم والدار اس کو روایت کیا امام احمد امام ابوداؤد امام نسائی امام ابن ماجہ امام ابن خزیمہ امام ابن حبان امام حاکم

....

قطنی وابونعیم وصححه ابن خزیمه وابن حبان والحاکم والدار قطنی وابن دحیة وحسنه عبدالغنی وابن دحیة والمنذری وغیر ھم۔

امام دارقطنی اور امام ابونعیم نے اور اس کو امام ابن خزیمہ امام ابن حبان امام حاکم امام دارقطنی ابن دحیہ نے صحیح کہا اور حافظ عبدالغنی وامام منذری اور ان کے سوا دیگر حضرات نے حسن کہا ہے۔

الفتاوے الرضویۃ ۳۵۴/۴

ان تمام مختصر حوالوں سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث بالکل صحیح ہے اور حضرات انبیاء کرام علیھم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ان کے اجساد مبارکہ تروتازہ ہیں اور ان پر ہمارا درود وسلام پیش کیا جاتا ہے۔

اعتراض

اس حدیث شریف پر ایک اعتراض کیا جاتا ہے جو کہ حضرت امام بخاری اور ابی حاتم وغیرہ کی طرف سے وارد کیا گیا ہے اور آج کل کے منکرین حیات الانبیاء اس کو بڑے شدومد سے بیان کرتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں کہ انبیاء کرام کے اجسام اس طریقے سے صحیح سالم نہیں اور نہ ہی ان میں ارواح ہیں **(العیاذ باللہ تعالیٰ)**

اعتراض یہ ہے کہ اس روایت میں عبدالرحمن بن یزید بن جابر نہیں بلکہ عبدالرحمن بن یزید بن تمیم ہے اور راوی حدیث حسین جعفی نے غلطی سے تمیم کی بجائے جابر کہہ دیا۔جبکہ حسین جعفی کا ابن جعفر سے سماع ہی ثابت نہیں۔لہٰذا یہ حدیث منکر ہے۔

(اقامتہ البرھان از سجاد بخاری ص ۲۲۸ ،توحید خالص از مسعود الدین عثمانی ۲:۳ تا ۷، تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی از اسماعیل سلفی ۱۱،۱۴ وغیرہم)

....

جواب

یہ علّت کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتی بلا شک امام بخاری وابن ابی حاتم اس فن کے امام ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی معصوم نہیں ہے کہ اس سے غلطی نہ ہو سکے۔ لہٰذا یہاں بھی ان کو سہو ہو گیا اور ان کی بیان کردہ علّت کا ملت اسلامیہ کے بے شمار مایہ ناز محققین نے پرزور طریقے سے رد کیا ہے۔

ابن تمیمیہ کے شاگردِ خاص جناب علامہ ابن القیم نے تحریر کیا ہے:

وجواب هذا التعليل من وجوه: احد ها ان حسين بن على الجعفى قد صرح بسماعه له من عبدالرحمن ابن يزيد بن جابر قال ابن حبان فى صحيحه حد ثنا ابن خزيمة حدثنا ابو كريب حد ثنا حسين بن على حد ثنا عبدالرحمن بن يزيد بن جابر فصرح بالسما ع منه. وقولهم انه ظن ابن جابر و انماهو ابن تميم فغلط فى اسم جده. بعيد فانه لم يكن يشتبه على حسين هذا بهذا مع نقده وعلمه بهما و سما عه منهما.

(جلاء الافہام ۳۶۔۳۷)

اور اس علت کا جواب کئی وجوہ سے دیا گیا ہے۔ اول یہ کہ حسین بن علی الجعفی نے عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے سماع کی صراحت کی ہے۔ ابن حبان نے اپنی صحیح میں کہا۔ ہم کو حدیث بیان کی ابن خزیمہ نے ان سے بیان کی ابوکریب نے انہوں نے کہا ہمیں بیان کی حسین بن علی نے انہوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر نے پس ان سے سماع کی صراحت ہے اور معترضین کا یہ کہنا کہ یہاں ابن جابر نہیں بلکہ ابن تمیم ہے اور راوی کو غلطی لگی کہ اس نے ابن جابر کا گمان کیا یہ بات بہت بعید ہے کیونکہ حسین جیسے نقاد و متبحر فن پر باوجود دونوں (ابن جابر و ابن تمیم) سے سماع حاصل ہونے کا

....

اس کا مشتبہ رہنا عقل سے دور ہے۔

حضرت امام مجدالدین فیروز آبادی فرماتے ہیں:

والاولی ان یذهب الی ما ذهب الیه ابو داؤد والنسائی فان شانهم اعلی وهم علموا حال اسناده وله شواهد تقویة من عند ابن حبان وغیره.

(الصلات والبشر فی الصلوٰۃ علی خیر البشر، ص ۷، المجد الدین فیروز آبادی طبع مکتبہ اشاعۃ القرآن، لاہور)

(القرآن، لاہور)

بہتر یہ ہے کہ وہی موقف اختیار کیا جائے جو کہ امام ابوداؤد اور امام نسائی نے اختیار کیا ہے کیونکہ ان کی شان بلند ہے اور وہ اسناد کے حال کو معترضین سے بہتر جانتے ہیں اور اس کے شواہد بھی موجود ہیں (کہ ابن جابر سے حسین کا سماع ثابت ہے) امام ابن حبان وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے۔

حضرت محدث جلیل امام احمد بن حجر الھیتمی المکی فرماتے ہیں:

وفی روایة اخری صحیحة خلافالمن طعن فیها فقد اخرجها ابنا خزیمة و حبان والحاکم فی صحاحهم وقال هذا حدیث حسن صحیح علی شرط البخاری ولم یخرجاه ومن صححه ایضا النووی فی اذکاره وحسنه عبد الغنی المنذری وقال ابن دحیة انه صحیح محفوظ بنقل العدل عن العدل ومن قال انه منکر اوغریب لعلة خفیة

اور دوسری صحیح روایت میں ہے اس شخص کے خلاف کہ جس نے اس میں طعن کیا ہے کہ جس کا ابن خزیمہ وابن حبان اور حاکم نے اپنی اپنی صحیح میں اخراج کیا ہے اور امام حاکم نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور امام بخاری کی شرط پر ہے لیکن انہوں نے اس کا اخراج نہیں کیا اور امام نووی نے اذکار میں اس کو صحیح کہا اور منذری نے اس کو حسن کہا اور امام ابن دحیہ نے کہا کہ یہ صحیح ہے اور محفوظ ہے۔ عادل عادل سے روایت کر رہا ہے اور جس نے

....

فقد استروح لان الدار قطنی ردها.
(الجوہر المنظم فی زیارۃ القبر الشریف النبوی المکرم ص۲۰ الفصل الثانی فی فضل الزیارۃ)

کہا کہ یہ منکر یا غریب ہے خفیہ علت کے سبب سے تو اس نے بے کار کلام کیا ہے کیونکہ اس کو دار قطنی نے رد کیا ہے۔

حضرت امام سخاوی فرماتے ہیں:

ولکن قدرد هذه العلة الدار قطنی وقال ان سماع حسین عن ابن جابر ثابت والی هذا جنح الخطیب.
(القول البدیع، ۱۵۸)

لیکن اس علت کا امام دار قطنی نے رد کیا ہے اور کہا ہے کہ حسین کا ابن جابر سے سماع ثابت ہے اور اسی طرف خطیب بغدادی کا رجحان ہے۔

حضرت علامہ ملا علی قاری فرماتے ہیں:

قال میرک ورواه ابن حبان فی صحیحه والحاکم وصححه وزاد ابن حجر بقوله وقال صحیح علی شرط البخاری رواه ابن خزیمه فی صحیحه ......قال النووی اسناده صحیح وقال المنذری له علة دقیقة اشار الیها البخاری نقله میرک قال ابن دحیة انه صحیح بنقل العدل عن العدل ومن قال انه منکر اوغریب لعلة خفیة به فقد استروح لان الدارقطنی ردها.

محدث عظیم امام میرک نے فرمایا کہ اس روایت کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا اور امام حاکم نے اس کی تصحیح کی اور امام ابن حجر نے صحیح علی شرط بخاری کے الفاظ زیادہ کیے اور اس کو روایت کیا امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں امام نووی نے فرمایا اس کی سند صحیح ہے اور منذری نے کہا اس میں دقیق علت ہے جس کی طرف امام بخاری نے اشارہ کیا ہے اور اس کو میرک نے نقل کیا ہے۔ امام ابن دحیہ نے فرمایا کہ یہ صحیح ہے عادل راوی عادل سے روایت کر رہا ہے اور جس نے یہ

....

(مرقات ۳: ۲۳۸_۲۳۹ طبع ملتان جلد ۳ ص ۴۵۴-۴۵۵ مکتبہ حقانیہ ملتان)

کہا کہ یہ منکر یا غریب ہے ایک خفیہ علت کے سبب تو اس کی یہ بات بالکل لغو ہے کیونکہ امام دار قطنی نے اس علت کا رد کیا ہے۔

تنبیہ

امام ابو حاتم کی جرح اصل میں ابو اسامہ پر تھی کہ اس نے ابن جابر سے نہیں سنا بلکہ ابن تمیم سے سنا اور غفلت سے ابن تمیم کی بجائے ابن جابر کہہ دیا اگر چہ حسین جعفی بھی ابن تمیم سے روایت کرتا ہے لیکن اس کا دونوں سے سماع ثابت ہے مگر ابو اسامہ کا صرف ابن تمیم سے ہے۔

بعض حضرات نے اس نکتہ کو نہ سمجھا اور وہ دونوں پر جرح کرنے لگے جیسا کہ ابن عبد الھادی نے کہا ہے۔

ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عبدالھادی شاگرد ابن تمیمیہ نے کہا ہے:

قوله حسين الجعفى روى عن عبد الرحمن بن يزيد بن تميم خطأ الذى يروى عبدالرحمن بن يزيد بن تميم فيقول ابن جابر ويغلط فى اسم الجد قلت وهذاالذى قاله الحافظ ابو الحسن هو اقرب وأشبه بالصواب وهو ان الجعفى روى عن ابن جابر ولم يروى عن ابن تميم والذى يروى عن ابن تميم

اور ان کا کہنا کہ حسین جعفی عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم سے روایت کرتا ہے یہ غلط قول ہے کیونکہ یہ روایت حسین نے عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے کی ہے اور ابو اسامہ عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم سے روایت کرتا ہے اور وہ اس کے دادا کے نام میں غلطی کر جاتا ہے اور کہتا ہے ابن جابر۔ میں کہتا ہوں یہی بات حافظ ابوالحسن نے فرمائی ہے اور یہ زیادہ اقرب اور صحت کے زیادہ مشابہ ہے کہ حسین

....

ويغلط في اسم جده هو ابو اسامه كما قاله الاكثرون فعلى هذايكون الحديث الذى رواه حسين ابن جابر صحيحا لان الاشعث عن اوس حديثا صحيحا الان رواته كلهم مشهورون بالصدق والامانة والثقة والعدالة ولذلك صححه جماعة من الحفاظ كابى حاتم بن حبان والحافظ عبدالغنى المقدسى وابن دحية وغيرهم ولم يأت من تكلم فيه...

....وما ذكره ابوحاتم الرازى فى العلل لايدل الا على تضعف رواية ابى اسامة عن ابن جابر لاعلى ضعف رواية الجعفى عنه .

(الصارم المنکی ۲۷۵، ۲۷۶)

الجعفی ابن جابر سے روایت کرتا ہے اور جو ابن تمیم سے ذکر کرتا ہے وہ ابواسامہ ہے اور عبدالرحمٰن کے دادا کے نام میں غلطی کر جاتا ہے جیسا کہ اکثر محدثین نے فرمایا ہے۔ پس یہ حدیث جس کو حسین نے ابن جابر سے انہوں نے ابوالاشعث سے انہوں نے اوس سے روایت کی۔ یہ صحیح روایت ہے کیونکہ اس کے تمام رواۃ مشہور بالصدق وامانت اور مشہور بالثقاہت وعدالت ہیں اس لیے محدثین کی جماعت نے اس کی تصحیح کی ہے جیسا کہ ابن حبان حافظ عبدالغنی مقدسی ابن دحیہ اوران کے علاوہ دیگر حضرات اور نہیں لائے۔ اس کا کلام جس نے اس پر کلام کیا ہے اور امام ابوحاتم رازی نے جو علل میں بیان کیا ہے وہ صرف ابواسامہ کی روایت کی تضعیف کرتا ہے حسین جعفی کی روایت کی تضعیف نہیں کرتا۔

تو معلوم ہوا کہ یہ علت کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتی اور الحمدللہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حقیقی جسمانی زندگی پر یہ روایت نص کی حیثیت رکھتی ہے۔

ڈاکٹر مسعودالدین عثمانی علیہ ماعلیہ نے لکھا ہے:

یہ روایت صحیح نہیں ہے اگر صحیح ثابت ہو جائے تو اس طرح یہ روایت تین چیزوں کو واضح

....

طور پر بیان کرتی ہے:

۱۔ جسد مبارک کا اپنی دنیاوی حالت پر برقرار رہنا۔

۲۔ روح کا واپس آجانا اور قیامت تک کے لیے آپ کا مدینہ والی قبر میں زندہ رہنا۔

۳۔ درود کے اعمال کا پیش کیا جانا، خاص طور پر جمعہ کے دن چونکہ یہ حدیث صحیح نہیں لہٰذا ان امور میں سے کچھ بھی ثابت نہ ہوا۔

(توحیدِ خالص ص ۳ ملخصا)

الحمدللہ ہم نے دلائل سے ثابت کر دیا ہے کہ یہ روایت ہر لحاظ سے صحیح ہے۔ کیونکہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ کسی پر جرح نہیں ہے۔ آجا کر امام بخاری اور ابو حاتم رازی کا اعتراض صرف ابن جابر کے نام پر تھا وہ بھی الحمدللہ صاف ہو گیا۔ اس طرح امام بخاری و دیگر معترضین کے اعتراضات کی کوئی علمی حیثیت نہیں ہے۔ اب جبکہ یہ روایت ہر لحاظ سے ثابت و صحیح ہے تو مذکورہ بالا تینوں چیزیں ثابت ہو گئیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے جسد دنیاوی حالت پر برقرار ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف والی قبر میں زندہ موجود ہیں اور درود شریف کے اعمال آپ پر پیش کئے جاتے ہیں۔

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجساد مبارکہ جہاں کہیں بھی ہوں وہ اسی طرح صحیح و تروتازہ رہتے ہیں جس طرح ظاہری زندگی میں تھے۔ وہ چاہیں قبروں میں ہوں یا پھر زمین سے باہر جیسا کہ قرآن مجید میں حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کا واقعہ درج ہے کہ آپ فوت ہونے کے بعد کافی عرصہ تک اپنے عصا سے ٹیک لگا کر کھڑے رہے جب تک عصا کو دیمک نے کھایا نہیں۔ اس وقت تک آپ وہیں کھڑے رہے۔ آپ کے جسم اقدس کو کچھ گزند نہ آئی۔ دوسرا واقعہ حضرت یونس علیہ السلام کا ہے کہ آپ چالیس راتیں مچھلی کے پیٹ میں رہے لیکن ان کے جسم کو

....

کوئی گزند نہ پہنچی۔(ان کی پوری تفصیل حیاۃ النبی از حضرت غزالی زمان رازی دوراں علامہ احمد سعید کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں ملاحظہ فرمائیں)

انبیاء کرام کے اجساد مبارکہ ہر حالت میں سلامت وتروتازہ رہتے ہیں اس سلسلہ میں

ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

یونس بن بکیر حضرت ابوالعالیہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ہم نے قلعہ تستر فتح کیا ہرمزان کے گھر مال ومتاع میں ایک تخت پایا جس پر ایک آدمی کی میت رکھی ہوئی تھی۔اوران کے سر کے قریب ایک مصحف تھا۔ہم نے وہ مصحف اٹھا کر دیکھا اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ کر دیا۔حضرت عمر نے حضرت کعب کو بلایا انہوں نے اس کو عربی میں لکھ دیا عرب میں پہلا آدمی میں ہوں جس نے اسے پڑھا۔میں نے اسے قرآن کی طرح پڑھا ابوخالد بن دینار کہتے ہیں میں نے ابوالعالیہ سے کہا اس صحیفہ میں کیا تھا انہوں نے کہا تمہارا احوال وامور اور تمہارے کلام کے لہجے ہیں ۔اور آئندہ ہونے والے واقعات میں نے کہا تم نے اس آدمی (میت) کا کیا کیا۔انہوں نے جواب دیا ہم نے دن کے وقت متفرق طور پر تیرہ قبریں کھودیں۔جب رات آئی تو ہم نے ان کو دفن کر دیا اور تمام قبروں کو برابر کر دیا تاکہ وہ لوگوں سے مخفی رہیں اور کوئی انہیں قبر سے نکالنے نہ پائے۔میں نے انہیں کہا ان سے لوگوں کی کیا امیدیں وابستہ تھیں۔انہوں نے کہا جب بارش رک جاتی تو لوگ ان کے تخت کو باہر لاتے تو بارش ہو جاتی۔میں نے کہا تم اس نیک آدمی کے بارے میں کیا گمان رکھتے تھے کہ وہ کون ہیں۔انہوں نے کہا انہیں دانیال کہا جاتا تھا۔

اس کے بعد یہ حدیث شریف امام ابن کثیر نے نقل کی ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دانیال دعاربہ عزوجل انہ یدفنہ امۃ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دانیال علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل سے

....

محمدفلما افتتح ابو موسیٰ الاشعری تستر وجدہ فی تابوت تغرب عروقہ ودریدہ.	یہ دعا کی تھی کہ انہیں امت محمد یہ دفن کرے جب ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے قلعہ تستر فتح کیا تو انہیں تابوت میں اس حال میں پایا کہ ان کے
(البدایہ والنھایہ ۲: ۴۱ ولفظ لہ)	تمام جسم اور گردن کی سب رگیں برابر چل رہی تھیں

دیگر حضرات محدثین نے بھی اس واقعہ کو مختلف الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے ملاحظہ ہو:

المصنف لابن ابی شیبہ، ۱۳: ۲۷-۲۸ دلائل النبوہ للامام بیھقی، ۱: ۳۸۲

کتاب الاموال لابی عبید قاسم، ۳۴۳ تاریخ طبری لابن جریر، ۴: ۲۲۰

سیرت لابن اسحاق ۱: ۶۶ فتوح البلدان، ۳۷۱ المحلی لابن حزم، ۵: ۳۸۷

بدائع الزھور امام محمد بن احمد بن ایاس الحنفی، ۱۵۶ طبع مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

فوائد تمام الرازی، ۴: ۲۶۲ کتاب الانبیآء علیہم السلام۔

ان دونوں روایتوں سے اتنی بات بلاتردد واضح ہے کہ دانیال علیہ السلام کا جسم مبارک سینکڑوں سال گزر جانے کے باوجود نہ صرف صحیح سالم تھا بلکہ ان کے جسم کی رگیں اور نبض بھی چل رہی تھی لیکن آج منکرین حیات الانبیاء کی حالت دیکھیں کہ مرنے کے بعد چہرے ہی تبدیل ہو جاتے ہیں اور منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتے۔

اب سوال یہ ہے کہ اتنے سالوں تک جسم صحیح وسالم رہنا اس کی رگیں ونبض چلنا یہ کونسی حیات پر دلالت کرتا ہے۔صرف حیات برزخی یا پھر حیات حقیقی دنیاوی پر! یقیناً حقیقی دنیاوی زندگی حاصل ہے۔اب اگر اس جسم کے ساتھ روح کا تعلق ہی نہیں اور وہ اعلیٰ علیین میں ہے یا پھر وہ جسم مبارک میں ہی نہیں تو یہ رگیں بدستور چلنا اور نبض کا حرکت کرنا چہ معنی دارد؟ اور اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے توسّل سے بارش وغیرہ طلب کی جاسکتی ہے

حدیث نمبر۱۱:

ما اخبرنا ابو عبدالله الحافظ : ثنا ابو بکر بن اسحاق الفقیه ثنا احمد بن علی الاء بار ثنااحمد بن عبدالرحمن بن بکّار الدمشقی ثنا الو لید بن مسلم حد ثنی ابو رافع عن سعید المقبری عن ابی مسعود الانصاری عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال :اَکثِرُ و الصَّلاۃَ عَلَیَّ یَو ُمَ الجمعة ،فانه لیس احدیصلی علی یوم الجمعة الا عرضت علی صلاته .

قال ابو عبدالله رحمه الله : ابو رافع هذا هو اسماعیل بن رافع :

(حدیث شریف اوس بن اوس کے) شواہد میں ایک یہ ہے: حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا جمعہ کے روز مجھ پر زیادہ کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ اس دن جو بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔اس میں ایک راوی ابورافع ہیں۔اب ابوعبداللہ (الحاکم) نے کہا کہ یہ اسماعیل بن رافع ہے۔

تخریج حدیث:

اس حدیث کومندرجہ ذیل محدثین نے اپنی اپنی کتب میں روایت کیا ہے

مستدرک للامام حاکم ،۲:۴۲۱

شعب الایمان للامام بیھقی ،۳:۱۱۰باب فضل الصلوٰۃ علی النبی لیلۃ الجمعہ

کتاب الصلوٰۃ علی النبی ابن ابی عاصم ص۵۰ برقم ۶۴

امام شمس الدین السخاوی فرماتے ہیں:

رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد — اس کوامام حاکم نے روایت کیااور کہا یہ صحیح الاسناد

....

و البیھقی فی شعب اللا یمان و حیاۃ الانبیاء فی قبورھم له ابن ابی عاصم فی فضل الصلوٰۃله وفی سندہ ابو رافع و ھو اسماعیل بن رافع و ثقه البخاری وقال یعقوب بن شیبه یصلح حدیثه للشواھد و المتابعات لکن قد ضعفه النسائی و یحی بن معین وقیل انه منکر حدیث.

(القول البدیع، ۱۵۹)

ہے اور امام بیھقی نے شعب الایمان اور حیاۃ الانبیاء میں روایت کیا اور امام ابن ابی عاصم نے فضل الصلوٰۃ میں روایت کیا اس کی سند میں ابو رافع ہے۔ اس کا نام اسماعیل بن رافع ہے۔ اس کو امام بخاری نے ثقہ کہا ہے اور یعقوب بن سفیان نے کہا کہ شواہد اور متابعات کے طور پر پیش ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے لیکن امام نسائی اور یحیٰ ابن معین اس کو ضعیف کہتے ہیں۔ اور کہا گیا کہ یہ منکر الحدیث ہے۔

تو اس سے ثابت ہوا کہ اس کا ایک راوی ابو رافع مختلف فیہ ہے۔ بعض محدثین اس کی ثقاہت کے قائل ہیں جبکہ دوسرے اس کی تضعیف کے۔ لہٰذا راوی حسن الحدیث ٹھہرا لیکن چونکہ یہ روایت صرف اوس بن اوس کی مویدّ اور شاہد کے طور پر پیش کی جارہی ہے لہٰذا اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ حسن تو حسن ضعیف روایت بھی شاہد کے طور پر پیش کی جاسکتی ہے جیسا کہ پچھلے صفحات میں گزرا۔

علامہ ابن القیم نے لکھا ہے:

وھذا ن وان کان ضعیفین فیصلحان للاستشھاد.

(جلاء الافھام، ص ۴۱)

یہ دونوں حدیثیں اگرچہ ضعیف ہیں لیکن استشہاد کی صلاحیت رکھتی ہیں۔

حدیث نمبر ۱۲:

اخبرنا علی بن احمد عبدان الکاتب ثنا احمد بن عبید الصفار ثنا الحسن بن سعید ثنا ابراهیم بن الحجاج ثنا حماد بن سلمه عن یزید[1] بن سنان عن مکحول الشامی عن ابی امامة قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم:

"اَکْثِرُوْا عَلَیَّ مِنَ الصَّلٰوۃِ فِیْ کُلِّ یَوْمِ جُمُعَۃٍ فَاِنَّ صَلَاۃَ اُمَّتِیْ تُعْرَضُ عَلَیَّ فِیْ کُلِّ یَوْمِ جُمُعَۃٍ فَمَنْ کَانَ اکثر هم علی صلاۃ کان اَقْرَبَهُمْ مِنِّیْ مَنْزِلَۃً."

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہر جمعہ کے روز مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو اس لیے کہ میری امت کا درود ہر جمعہ کے روز مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ اب جو مجھ پر زیادہ درود پڑھے گا وہ درجہ میں سب سے زیادہ میرے قریب ہوگا"

اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور امام بیہقی نے اس کو بطور تائید پیش کیا

حضرت امام سخاوی فرماتے ہیں:

رواه لبیهقی بسند حسن لا بائس به

(القول البدیع ۱۵۸ و جدید ص ۳۲ بتحقیق محمد عوامۃ)

اس کو امام بیہقی نے بسند حسن روایت کیا ہے اور اس کی سند لا بائس بہ ہے (یعنی اس کی سند میں کوئی حرج نہیں ہے)

امام تقی الدین السبکی فرماتے ہیں:

وهذا اسناد جید

اور یہ سند جید ہے۔

(شفاالسقام، ۴۹)

---

[1] مطبوعہ نسخہ قدیم و جدید میں یہاں راوی کا نام: یزید بن سنان: لکھا ہوا ہے حالانکہ یہ راوی یزید بن سنان نہیں بلکہ برد بن سنان ہے جیسا کہ السنن الکبریٰ ۳: ۲۴۹ میں موجود ہے۔

....

امام مجدالدین الفیروزآبادی فرماتے ہیں:

اسناده جید و رجاله ثقات و خرجه البیهقی و جماعة.	اور اس کی سند جید ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں اور امام بیہقی اور محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔

(الصلات والبشر ص ۷۵)

اس کو امام دیلمی نے بھی روایت کیا۔ ملاحظہ فرمائیں

(فردوس الاخبار بماثور الخطاب المخرج علی کتاب الشہاب، ۱:۱۰۵) .

اور امام بیہقی نے اس کو اپنی کتاب السنن الکبریٰ، ۳:۲۴۹ میں روایت کیا ہے۔

امام منذری فرماتے ہیں:

رواه البیهقی باسناد حسن الا ان مکحولا .قیل لم یسمع عن ابی امامة.	اس کو امام بیہقی نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا مگر کہا گیا ہے کہ مکحول نے ابوامامہ سے نہیں سنا۔

(الترغیب والترهیب ۲:۵۰۳ باب فضل الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

اعتراض

اس حدیث شریف پر ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس میں مکحول نے حضرت ابوامامہ سے روایت کی ہے اور ان کا حضرت ابوامامہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔ جیسا کہ علامہ المنذری کے حوالہ سے گزرا اور دیگر محدثین میں امام سخاوی وغیرہ نے بھی یہ اعتراض نقل کیا ہے۔

جواب

اگر یہ ثابت ہو جائے جیسا کہ جمہور محدثین کا قول ہے کہ مکحول کا حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے تو بھی کچھ مضائقہ نہیں ہے ایک تو یہ کہ اس طرح یہ روائت مرسل ہوگی

....

جو کہ ہمارے نزدیک قابل حجت وقبول اور دوسرا یہ کہ یہ روایات صرف تائید اپیش کی جارہی ہے تو اس طرح کی روایت شواہد کے طور پر پیش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور پھر اسکی شواہد اور موئیدات بھی کئی روایات ہیں جن کا حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی نے ''سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد''، ۱۲: ۴۴۴ تا ۴۴۶ میں بیان کی ہیں اور ان میں سے کچھ ہم یہاں بیان کریں گے۔ اور پھر یہ بات بھی اتفاقی نہیں ہے کہ مکحول کا حضرت ابوامامہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔

امام سخاوی فرماتے ہیں:

نعم فی مسند الشامین (۳۱۶/۴) للطبرانی التصریح بسماعه منه.

ہاں امام طبرانی کی مسند الشامین میں مکحول کے ابوامامہ سے سماع کی صراحت کی گئی ہے۔

(القول البدیع ۱۵۸)

یہ تو ثابت ہوا کہ امام طبرانی وغیرہ کے نزدیک مکحول کا حضرت ابوامامہ سے سماع ثابت ہے۔

الامام الحافظ صلاح الدین ابی سعید خلیل بن کیکلدی العلائی م۔۷۶۱ھ فرماتے ہیں:

واما مکحول فانه اطلق الروایه جماعة من الصحابه رضی الله عنهم وقد قیل انه لم یسمع الا من انس بن مالک و واثلة بن الاسقع وابی امامه و فضالة بن عبید رضی الله عنهم.

اور مکحول تو وہ مطلق صحابہ کی جماعت سے مرسل روایات بیان کرتا ہے اور کہا گیا ہے کہ اس نے سوائے مالک بن انس، واثلہ بن الاسقع، ابوامامہ اور فضالہ بن عبید رضی اللہ عنھم کے کسی صحابی سے نہیں سنا۔

(جامع التحصیل فی احکام المراسیل ۲۱ مقدمہ)

....

تو اس سے معلوم ہوا کہ مکحول کا حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے سماع ہونا یا نا ہونا اختلافی مسئلہ ہے۔ لہٰذا یہ حتماً نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا سماع حضرت ابوامامہ سے ثابت نہیں ہے۔

دوسرا اعتراض

اس میں ایک راوی ''برد بن سنان'' ہے جو کہ ضعیف ہے لہٰذا یہ حدیث ضعیف ثابت ہوئی۔

جواب

برد بن سنان پر اگرچہ کچھ محدثین نے کلام کیا ہے لیکن وہ جرح مبہم ہے اس لیے قابل قبول نہیں اور محدثین کے ایک جم غفیر نے اس کی تعدیل کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں!

امام عثمان بن سعید الدارمی نقل فرماتے ہیں:

وسألته عن برد بن سنان؟ فقال ثقه .
(تاریخ عثمان بن سعید الدارمی ۷۹)

برد بن سنان کے بارے میں نے امام ابن معین سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ثقہ ہے۔

امام ابوداؤد فرماتے ہیں:

قلت لا حمد برد بن سنان؟ قال ليس به بأس .

میں نے امام احمد سے برد بن سنان کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔

(سوالات ابی داؤد صاحب السنن لاحمد بن حنبل ص ۲۵۶ طبع مدینہ منورہ)

قال اسحاق بن منصور و معاوية بن صالح عن يحى بن معين ثقة و كذلك قال عثمان بن سعيد الدارمى عن يحى و عن

اسحاق بن منصور اور معاویہ بن صالح امام یحییٰ بن معین سے نقل کرتے ہیں کہ یہ ثقہ ہے۔ ایسے ہی عثمان بن سعید الدارمی امام یحییٰ سے اور دحیم و

....

دحیم وابو عبدالرحمن النسائی وعبد الرحمن بن یوسف بن خراش وقال عباس الدوری عن یحیی لیس بحدیثه بأس... وقال عمرو بن علی من یزید بن زریع مارأیت شامیا اوثق من برد........و قال النسائی فی موضع آخرلیس بہ بأس و قال ابو زرعة لاباس بہو قال فی موضع آخر کان صدوقافی الحدیث ....وذکر ابن حبان فی الثقات (تہذیب الکمال للمزی،۳:۲۶وتہذیب التہذیب،۱: ۴۲۹)

ابوعبدالرحمٰن النسائی وعبدالرحمٰن بن یوسف بن خراش سے نقل کرتا ہے کہ یہ ثقہ ہے۔عباس الدوری امام یحییٰ سے نقل کرتے ہیں کہ اس کی حدیث میں کچھ حرج نہیں۔عمرو بن علی یزید بن زریع سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے شامیوں میں برد سے زیادہ ثقہ کسی کو نہیں دیکھا نسائی نے کہا کہ یہ لاباْس بہ ہے۔ابوزرعہ نے بھی اسی طرح کہا اور ایک دوسری جگہ کہا کہ حدیث میں صدوق ہے۔ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔

تو اس سے ثابت ہوا کہ یہ راوی ثقہ ہے۔لہٰذا یہ روایت بھی صحیح اور قابل احتجاج ہوئی۔

اور پھر اس کی تائید میں جیسا کہ میں نے عرض کیا بے شمار روایات ہیں۔یہاں ایک صحیح السند مرسل روایت ہم نقل کرتے ہیں:

عن ابی الدرداء رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اکثروا الصلوٰۃ علی یوم الجمعة فانه مشهود تشهده الملئکة وان احدالن یصلی علی الاعرضت علی صلاته حتی یفرغ منها قال: قلت: وبعد الموت قال

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر جمعہ کے دن زیادہ درود شریف پڑھا کرو کیونکہ وہ حاضری کا دن ہے۔اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں تم میں سے کوئی بھی درود نہیں پڑھتا مگر اس کا درود شریف مجھ پر پیش کیا جاتا ہے جب تک کہ وہ

....

وبعد الموت ان الله حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حیی یرزق.

(ابن ماجہ ۱۱۸ کتاب الجنائز قدیمی کتب خانہ کراچی)

درود شریف پڑھتا رہتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ پیشی بعد از وفات بھی ہوگی تو فرمایا کہ بے شک اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام کے اجسام کو کھائے پس اللہ کا نبی زندہ ہے اور رزق دیا جاتا ہے۔

یہ روایت صحیح ہے اور اس کی سند جید ہے جیسا کہ بے شمار محدثین نے اس طرف اشارہ فرمایا ہے اور یہ پچھلی روایت اور حدیث اوس بن اوس کی بھی مؤید اور شاہد ہے۔ اس کی سند کے بارے میں محدثین فرماتے ہیں۔

حضرت امام عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری فرماتے ہیں:

رواه ابن ماجه باسناد جید.

(الترغیب والترھیب ۲: ۵۰۳)

اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا جید سند کے ساتھ۔

حضرت امام سخاوی فرماتے ہیں:

اخرجه ابن ماجه ورجاله ثقات.

(القول البدیع، ۱۵۸)

اس کی تخریج ابن ماجہ نے کی ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

حضرت امام شہاب الدین احمد بن ابی بکر الکنانی البوصیری م ۸۳۰ھ فرماتے ہیں؛

هذا اسناد رجاله ثقات.

اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

(مصباح الزجاجة فی زوائد ابن ماجہ، ۱: ۲۹۴ کتاب الجنائز)

علامہ قاضی شوکانی نے تحریر کیا ہے:

....

وقد اخرج ابن ماجه باسناد جيد. ابن ماجہ نے اس کو جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(نیل الاوطار ۳: ۲۴۸ باب فضل یوم الجمعہ)

امام زرقانی فرماتے ہیں:

روه ابن ماجه برجال ثقات عن ابی الدرداء مرفوعًا.

اس کو امام ابن ماجہ نے ایسے راویوں کیساتھ جو تمام کے تمام ثقہ ہیں حضرت ابوالدرداء سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ (زرقانی علی المواهب ۵: ۳۳۶)

امام فاسی اور امام مناوی فرماتے ہیں:

قال الدميری ورجاله كلهم ثقات۔ امام دمیری نے فرمایا کہ اس کے تمام کے تمام راوی ثقہ ہیں

(مطالع المسرات بجلا دلائل الخیرات ۳۲ فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ۲: ۸۶ طبع بیروت)

حضرت امام حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

قلت رجاله ثقات میں کہتا ہوں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں

تھذیب التھذیب لابن حجر ۳: ۳۹۸ مکتبہ الاثریہ نگلہ ہل)

حضرت علامہ علی بن احمد بن محمد بن ابراہیم العزیزی م ۱۰۷۰ھ فرماتے ہیں:

رجاله ثقات اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

(السراج المنیر شرح جامع الصغیر ۱: ۲۸۳ مکتبہ الایمان مدینۃ المنورہ)

حضرت امام علامہ نورالدین علی بن احمد السمہودی م ۹۱۱ھ فرماتے ہیں:

وروی ابن ماجه باسناد جيد كما قال امام ابن ماجہ نے اس کو سند جید کے ساتھ روایت

....

المنذری — کیا ہے جیسا کہ امام منذری نے کہا ہے۔

(وفاء الوفاء ۴: ۱۳۵۳ الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ)

حضرت امام علی بن سلطان محمد القاری م۔۱۰۱۴ھ فرماتے ہیں:

(رواہ ابن ماجہ) ای باسناد جید نقلہ میرک عن المنذری ولہ طرق کثیرۃ بالفاظ مختلفۃ۔

اس کی سند جید (بڑی پختہ) ہے امام میرک نے منذری سے نقل کیا ہے اس کے طرق بہت سے ہیں جو کہ مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہیں۔

(مرقات المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح ۳: ۲۴۸ باب الجمعۃ الفصل الثانی جلد ۳ ص ۴۷۰، مکتبہ حقانیہ ملتان)

حضرت علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں:

وفی اخری رجالها ثقات — اور دوسری روایت (ابن ماجہ) اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

(الجوهر المنظم ص ۲۰ الفصل الثانی فی فضل الزیارۃ)

حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی فرماتے ہیں:

وروی ابن ماجه برجال ثقات — ابن ماجہ نے ثقہ راویوں سے روایت کی ہے۔

(سبل الهدی والرشاد ۱۲: ۴۴۴ الباب السادس فی المواطن التی یستحب الصلوۃ علیہ فیها)

ان تمام حوالوں سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کی سند صحیح اور جید ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

اعتراض: یہ روایت منقطع ہے کیونکہ اس کے راوی زید بن ایمن کا عبادہ بن نسی سے سماع ثابت نہیں ہے۔ لہذا یہ روایت ضعیف اور نا قابل احتجاج ہے جیسا کہ حضرت امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں:

رجاله ثقات الا انها منقطعة (الجوهر المنظم ص ۲۰) اور اسی طرح امام سخاوی و دیگر محدثین نے بھی نقل کیا ہے۔

....

جواب: یہ اعتراض کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا اور اس کا مفصل و تحقیقی جواب آئندہ صفحات میں حدیث نمبر ۱۹ کے تحت دیا جائے گا۔

حدیث حضرت اوس بن اوس کی مؤید ایک اور روایت بھی ہے جو کہ مرسل ہے۔ جس کو امام قاضی عیاض نے شفا میں اور علامہ سخاوی نے القول البدیع میں نقل کیا ہے۔

وعن ابن شهاب الزهری رفعه مرسلا قال اکثرو اعلی من الصلوٰة فی اللیلة الغراء والیوم الازهر فانهما یؤدیان عنکم وان الارض لاتاکل اجساد الانبیاء
(القول البدیع، ۱۶۰ و طبع جدید صفحہ ۳۲۳ تحقیق محمد عوامہ) (الشفاء، ۲: ۶۴) (نسیم الریاض ۳: ۳۰۵)

امام ابن شہاب زہری نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسل روایت کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا مجھ پر ہر جمعرات اور جمعہ کو کثرت سے درود شریف پڑھا کرو کیونکہ ان میں تمہارا درود مجھے پہنچایا جاتا ہے اور بے شک زمین انبیاء کے اجسام کو نہیں کھاتی۔

حدیث نمبر۱۳:

اخبرنا ابو الحسن علی بن محمد بن علی السَّقاء الاسفرانیبی قال حدثنی والدی ابو علی ثنا ابو رافع اسامة بن علی بن سعید الرازی بمصر ثنا محمد بنّ اسماعیل بن سالم الصایغ حدثنا حکامة بنت عثمان بن دیناراخی مالک بن دینار قالت حدثنی أبی عثمان بن دینار عن اخیه مالک بن دینار عن انس بن مالک خادم النبی ﷺ قال: قال النبی صلی الله علیه وسلم: اِنَّ اَقْرَبَکُمْ مِنّیْ یَوْمَ القیامة فی کل موطن اکثرکم علیی صلاة فی الدنیا: من صلی علی فی یوم الجمعة ولیلة الجمعه قضی الله له مائة حاجة، سبعین من حوائج الآخرة وثلاثین من حوائج الدنیا یوکل الله ملکا یدخله فی قبری کما یدخل علیکم الهدایا یخبرنی من صل علی باسمه و نسبه الی عشیرته فاثبته عندی فی صحیفة بیضآء.

بسند مذکور: حضرت انس بن مالک خادم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بلاشبہ قیامت کے روز میرے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو دنیا کے اندر تم میں سب سے زیادہ مجھ پر درود پڑھتا ہوگا۔ جس نے جمعرات اور جمعہ کو مجھ پر درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری فرمائے گا۔ ستر حاجتیں آخرت کی اور تیس حاجتیں اس دنیا کی نیز ایک فرشتہ اس کا موکل بنادیا جائے گا جو کہ اس کا درود لے کر اس طرح میری قبر میں آئے گا جیسے تمہارے پاس کوئی تحائف لے کر آتا ہے۔ جس نے مجھ پر درود شریف پڑھا وہ فرشتہ مجھے اس کے نام نسب اور خاندان کی اطلاع وخبر دیتا ہے پس وہ درود میں اپنے نورانی صحیفہ میں لکھ لیتا ہوں۔

تخریج حدیث:

....

۱۔ شعب الایمان للبیھقی ۳:۱۱۱باب فضل الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ الجمعۃ۔

۲۔ الترغیب والترھیب للاصبھانی ۱:۵۲۵، ۲:۳۲۰فصل فی الترغیب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ

۳۔ القند فی ذکر علماء سمرقند للنجم الدین سمرقندی ۴۵۷ ترجمہ ابی حسان عیسٰی بن عبداللہ بن عمرو بن محمد البصری

۴۔ کنز العمال فی السنن والاقوال والافعال للھندی ۱:۵۰۶

الباب السادس فی الصلوٰۃ علیہ وعلی آلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

۵۔ نور اللمعۃ فی خصائص الجمعۃ للسیوطی ۱۰۳

باب السابعۃ والستون الاکثار من الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

۶۔ القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع للسخاوی ۱۵۶ وطبع جدید ۳۱۷

الباب الرابع فی تبلیغہ صلی اللہ علیہ وسلم سلام من یسلم علیہ وردہ السلام۔

۷۔ رواہ ابن بشکوال وابوالیمن ابن عساکر و دیلمی فی مسند الفردوس کذا فی القول البدیع ۱۵۶

سبحان اللہ کیا شان ہے درود پاک کی اور کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہوں نے اپنے وظیفے اور اوڑھنا بچھونا درود وسلام کو ہی بنالیا ہے۔اذان کے بعد درود سلام، نماز کے بعد درود وسلام اور پھر ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی کئی بار اور مذکورہ حدیث شریف میں خوشخبری صرف ایک مرتبہ پڑھنے والے کے لیے ہے کہ اس کی سو حاجتیں پوری کی جاتی ہیں اور پھر جو ہمیشگی کرے قیامت کے دن نبی اکرم نورِ مجسم محبوب رب العالمین ﷺ کی ہمسائیگی میں ہوگا۔کسی مومن کے لیے اس سے بڑی سعادت اور کوئی نہیں ہوسکتی۔

اور کتنی بدبختی اور بدنصیبی ہے ان لوگوں کی جنہوں نے صرف اپنا وطیرہ ہی یہ بنا رکھا ہے کہ ہر حالت میں درود شریف کو بند کرنا ہے۔کبھی کہتے ہیں اذان کے ساتھ نہ پڑھو کبھی کہتے ہیں نماز کے

....

بعد نہ پڑھو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلق فرمادیا کہ ایک مرتبہ درود شریف پڑھنے والے کی سو حاجتیں پوری کی جائیں گی جن میں ستر آخرت کی اور تیس دنیا کی۔ یہ تو نہیں فرمایا کہ جو اذان کے ساتھ پڑھے گا یا نماز کے بعد پڑھے گا تو وہ اس سعادت سے محروم رہے گا۔ اگر کہیں یہ حدیث شریف ہے تو ہمیں بھی اس کا پتہ بتائیں کہ وہ کہاں ہے کس کتاب میں ہے؟

اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ درود ابراہیمی پڑھو۔ اس کے علاوہ اور کوئی درود شریف نہ پڑھو۔ فلاں صیغہ سے پڑھو فلاں صیغہ سے نہ پڑھو بلکہ مطلق فرمادیا ہے کہ درود شریف پڑھنے والا قیامت کے دن میرے قریب ہوگا افسوس ہے ان لوگوں پر جو اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں اور پھر بھی درود شریف کی محافل کو بند کرانے کے لیے دن رات مشغول ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے شر سے محفوظ رکھے اور ہمیں زیادہ سے زیادہ درود سلام پڑھنے کی توفیق دے۔

اعتراض: امام سخاوی فرماتے ہیں:

رواہ البیھقی فی حیاۃ الانبیاء فی قبورھم تو ثابت ہوا کہ اس کی سند ضعیف ہے۔

لہ بسند ضعیف۔ (القول البدیع ص ۱۵۶ طبع جدید ص ۳۱۷)

جواب:

اگر اس کی سند میں کچھ ضعف بھی ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ یہ بطور تائید پیش کی گئی ہے۔ ویسے بھی فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پیش کی جا سکتی ہے اور پھر اس کی موید وشاہد روایات بھی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں!

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

....

من صلى علی فی کل یوم مائة مرة قضی الله له مائة حاجةٍ سبعین منها لآخرته و ثلاثین منها لدنیا

جس نے مجھ پر ہر روز ایک سو مرتبہ درود شریف پڑھا اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری فرمائے گا۔ ستر آخرت کی اور تیس دنیا کی۔

اخرجہ ابن مندہ والحافظ ابوموسیٰ المدینی۔ وقال حدیث حسن غریب۔ سبل الھدیٰ والرشاد للامام الصالحی الشامی ۱۲: ۴۲۷ باب فی فضل الصلوٰۃ والسلام علیہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور اس حدیث شریف کا دوسرا شاہد و مؤید:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"قال. قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ان اولى الناس بی یوم القیامه اکثرھم علی صلاة

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن میرے نزدیک زیادہ وہ ہوگا جو مجھ پر زیادہ درود شریف پڑھے گا۔

(جامع ترمذی ۱: ۶۴ باب صفۃ الصلوٰۃ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم طبع فاروقی ملتان ۲ شعب الایمان ۲: ۲۱۲..... ۳ صحیح ابن حبان ۳: ۹ ۷ برقم ۹۰۸، ۴ ابن ابی شیبہ ۱۱: ۵۵۰۵ کنز العمال ۱: ۴۸۹ ۷ کامل ابن عدی ۳: ۹۰۴، ۶ : ۲۳۴۲ ۷ کتاب الترغیب والترھیب للتیمی ۲: ۹۳۲۷ مسند ابی یعلی ۵: ۵۱ تعلیق اثری ۹ تاریخ کبیر للبخاری ۵: ۱۷۷۔ ۱ المعجم الکبیر للطبرانی ۱۰: ۱۸ ا برقم (۹۸۰) ۱۱ طبقات المحدثین لابی الشیخ ۴: 12۳۵۴ شرف اصحاب الحدیث للخطیب بغدادی ۳۵ جامعہ القرہ ۱۳ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۱: ۱۷۱۔

امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی فرماتے ہیں:

رواه ابن ابی شیبه وابن حبان وصححه وابو نعیم وھکذا رواه ابن ابی عاصم ایضافی فضل الصلاةله وابن عدی فی الکامل والدینوری فی المجالسة

....

والدار قطنی فی الافراد والتیمی فی الترغیب وغیرہ

(سبل الھدیٰ والرشاد ۱۲: ۴۲۷ فصل فی فضل الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

اعتراض

یہ روایت بھی ضعیف ہے جیسا کہ امام ترمذی نے فرمایا ''حسن غریب'' کہ یہ حسن غریب ہے۔ اور اس میں ایک راوی موسیٰ بن یعقوب ابو محمد المدنی الزمعی ہے جو کہ ضعیف ہے اور امام دار قطنی فرماتے ہیں کہ یہ اس روایت میں متفرد ہے۔

جواب:

اگر بات ایسے ہی ہوتی جیسی کہ معترض صاحب نے بیان کی ہے تب بھی کچھ مضائقہ نہیں تھا کیونکہ یہ روایت بطور شاہد ومؤید پیش کی جارہی ہے اور ضعیف روایت بطور شاہد پیش کی جاسکتی ہے۔

دوسرے نمبر پر امام دار قطنی کا اس راوی کو متفرد قرار دینا بھی صحیح نہیں۔ اور پھر مذکورہ راوی اگر بقول امام دار قطنی متفرد بھی ہوتا تو کوئی بات نہیں تھی۔ کیونکہ اس کی توثیق کرنے والے محدثین موجود ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں!

حضرت امام حافظ جمال الدین یوسف المزی نقل فرماتے ہیں:

قال عباس الدوری عن یحیی بن معین: ثقة......وعن ابی داؤد: صالح...... وذکرہ ابن حبان فی کتاب الثقات روی له البخاری فی: الادب. والباقون سوی المسلم.

(تہذیب الکمال للمزی ۱۸: ۵۲۳)

امام عباس الدوری نے یحییٰ بن معین سے نقل فرمایا کہ یہ ثقہ ہے امام ابوداؤد فرماتے ہیں یہ صالح ہے۔ ابن حبان نے اس کو ثقہ کہا۔ امام بخاری نے الادب المفرد میں اس سے روایت لی اور سوائے مسلم کے دیگر اصحاب صحاح نے بھی روایت لی۔

....

حضرت امام سخاوی فرماتے ہیں:

والزمعی قال فیہ النسائی انہ لیس بالقوی لکن و ثقہ ابن معین فحسبک بہ .و کذا وثقہ ابو دائود وابن حبان وابن عدی و جماعة

امام نسائی نے اس کے بارے میں فرمایا کہ یہ قوی نہیں ہے لیکن ابن معین نے ثقہ کہا اور ان کی توثیق تیرے لیے کافی ہے۔ایسے ہی امام ابن حبان امام ابن عدی اور محدثین کی ایک پوری جماعت نے اس کو ثقہ کہا ہے۔

(المقاصد الحسنۃ ۲۲۱ للسخاوی مطبوعہ دار الکتب عربیہ بیروت)

....

مناظرے ہی مناظرے

از قلم

محدث کبیر حضرت علامہ مفتی محمد عباس صاحب رضوی مدظلہ العالی

تدوین وترتیب

خادم مناظر اسلام

قاری محمد ارشد مسعود اشرف چشتی

حدیث نمبر۱۴:

وفی ھذاا لمعنی الحدیث الذی ا خبرنا ابو علی الحسین بن محمد الروذباری انبأ ابو بکر بن داسه ثناابو داؤدثناء احمد بن صالح قال قرأت علی عبدالله بن نافع قال اخبر نی ابن ابی ذئب عن سعید المقبری عن ابی ھریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم .

"لا تجعلوا بیوتکم قبورا و لا تجعلوا قبری عیدا وصلوا علی فان صلاتکم تبلغنی حیث کنتم"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ اور میری قبر کو عید نہ بناؤ اور مجھ پر درود شریف پڑھو بے شک تمہارا درود شریف مجھے پہنچ جاتا ہے تم کہیں بھی ہو۔

تخریج حدیث:

۱۔ سنن ابی داؤد ا:۹ ۲۷ ۱ ابی ھریرہ کتاب المناسک باب زیارۃ القبور

۲۔ مسند امام احمد ۲:۷ ۳۶ ابی ھریرہ مسند ابی ھریرہ

۳۔ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم ۶:۲۸۳ ابی ھریرہ فی ترجمۃ ھشام الدستوائی

۴۔ مسند ابی یعلی ا:۲۴۵ عن علی بن الحسین (بتعلیق الاثری)

۵۔ مسند ابی یعلی ۶:۷۱ عن حسن بن علی

۶۔ المقصد العلی فی زوائد ابی یعلی الموصلی ا:۲۶۸ عن علی بن حسین ،کتاب الحج، باب الادب عند زیارۃ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۷۔ مصنف عبد الرزاق ۳:۷۱ عن حسن بن علی ، باب القطوع فی البیت۔

۸۔ مصنف عبد الرزاق ۳:۷۷ ۵ حسن بن علی باب السلام علی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۹۔ الاحادیث المختارہ ۲:۴۹ حسن بن علی (بسند حسن ابن علی عن ابیہ)

۱۰۔ المعجم الکبیر للطبرانی ۳:۸۳حسن بن علی

۱۱۔ تہذیب تاریخ دمشق ۴:۱۶۵حسن بن علی

۱۲۔ فضل الصلوۃ علی النبی للقاضی ۱۳علی بن حسین بن علی

۱۳۔ مصنف ابن ابی شیبہ ۳:۳۴۵حسن بن علی، کتاب الجنائز باب من کرہ زیارۃ القبور

۱۴۔ موضع اوھام الجمع والتفریق للخطیب بغدادی ۱:۵۳علی بن حسین

۱۵۔ فردوس الاخبار للدیلمی ۵:۱۶۵

۱۶۔ التاریخ الکبیر للبخاری ۳:۱۸۶

اس حدیث شریف سے بعض جاہل، نام کے عالم لوگوں نے یہ مسئلہ اخذ کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنا منع ہے جو کہ سراسر ناانصافی رسول دشمنی اور تحریف فی کلام رسول کے مترادف ہے۔اور سبیل المومنین کی کھلی مخالفت ہے۔

قارئین محترم! ایک طرف ابن تیمیہ اور اس کی ناخلف ذریت کے معدودے چند لوگ ہیں جبکہ دوسری طرف امتِ محمدیہ علی صاحبھا الصلاۃ والسلام کے علمائے حقہ کا جم غفیر ہے۔متقدمین ومتاخرین علمائے اسلام بیک زبان یہ فرمارہے ہیں کہ روضۂ رسول ﷺ کی زیارت اعظم ترین قربات میں سے ہے اور اس حدیث شریف سے زیارت کی کثرت پر استدلال ہوتا ہے۔

حضرت امام حافظ عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری فرماتے ہیں:

یحتمل ان یکون المراد به الحث علی کثرۃ زیارۃ قبرہ صلی اللہ علیه وسلم وان لا یھمل حتی لا یزار الا فی بعض	اس میں احتمال ہے کہ آپ کی مراد قبر شریف کی زیارت پر ابھارنا ہو اور یہ کہ اس میں سستی نہ کرے جیسا کہ عید کہ وہ سال میں صرف دو مرتبہ آتی ہے

....

الاوقات کالعیدالذی لایاتی فی العام الامرتین قال ویوید هذ التاویل ماجاء فی الحدیث نفسه لا تجعلوا بیوتکم قبورا .ای لا تترکواالصلوٰۃ فی بیوتکم حتی تجعلوھا کالقبور التی لا یصلی فیھا.

اوراس تاویل کی موید وہ حدیث شریف ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ یعنی وہاں نماز پڑھنا ترک نہ کرو کہ وہ قبور کی طرح ہو جائیں کہ جہاں نماز نہیں پڑھی جاتی۔

(شفاالسقام ص ۸۰)

حضرت امام تقی الدین السبکی فرماتے ہیں:

ویحتمل ان یکون المراد لا تتخذوا له وقتا مخصوصا لا تکون الزیارۃ الافیه کماتری کثیرا من المشاھد لزیارتھا یوم معین کالعید وزیارۃ قبرہ صلی اللہ علیه وسلم لیس فیھا یوم بعینه بل ای یوم کان.

(شفاء السقام ص ۸۰)

اوراس میں یہ احتمال ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ زیارت کو کسی خاص وقت کے ساتھ مخصوص نہ کرو کہ اس وقت کے سوا زیارت ہی نہ کرو جیسا کہ عام مشاہد کے بارے میں تو نے دیکھا کہ ان کے زیارت یوم خاص میں کی جاتی ہے جیسے کہ عید اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کسی معین دن کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ جس دن چاہے زیارت کرے۔

حضرت امام احمد بن حجر الھیتمی المکی فرماتے ہیں:

قلت بعد ان یعلم ان الحدیث منازع فی ثبوته ولکن ثبوته ھو الاصح الکلام فی مقامین اولھماما نقل من جماعۃمن اھل البیت

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے صحت وعدم صحت کے بارے میں اختلاف ہے لیکن بغرض تسلیم ثبوت اس کے بارے میں دو مقامات پر صحیح کلام

فی مسند عبدالرزاق وغیرہ تمسکا بهذاالحدیث لیس نهیا عن اصل الزیارة وانما هو نهی لمن اتی بها علی غیر الوجه المشروع فیها.

(الجوہر المنظم ۱۵)

ہے۔ان میں سے پہلا جو کہ مصنف عبدالرزاق میں اہل بیت کی ایک جماعت سے نقل کیا گیا ہے۔اس حدیث سے تمسک کرتے ہوئے کہ اس میں اصل زیارت سے منع نہیں فرمایا گیا بلکہ صرف اس سے منع کیا گیا ہے جو کہ غیر مشروع طریقے سے قبر شریف پر آئے۔

آپ مزید فرماتے ہیں:

ذکرت فی کتابی الدر المنضود فی الصلاة علی صاحب المقام المحمود الحدیث والجواب عنه ببسط مماهنا وعبارته: ونهیه صلی الله علیه وسلم عن جعل قبری عیدًا یحتمل انه للحث علی کثرة الزیارة ولا تجعل کالعید الذی لا یوتی فی العام الامرتین والاظهر انه اشارةالی النهی الوارد فی الحدیث الآخرة عن اتخاذ قبره مسجدا ای لاتجعلوازیارة قبری عید امن حیث الاجتماع لها کهو للعید وقد کانت الیهود والنصاری یجتمعون لزیارة قبور انبیانهم و

میں نے اپنی کتاب الدرُ المنضود فی الصلاۃ علی صاحب المقام المحمود میں یہ حدیث اور اس کا جواب ذکر کیا ہے جو کہ شرح وبسط وتفصیل کے ساتھ ہے اور وہاں عبارت یوں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی قبر کو عید بنانے سے منع کرنے میں احتمال ہے کہ کثرت پر برانگیختہ کرنا مراد ہو اور اس کو عید کی طرح نہ بناؤ کہ وہ سال میں صرف دو مرتبہ آتی ہے اور اس میں اشارہ ہے اس نہی کی طرف جو کہ دوسری حدیث میں وارد ہے کہ قبر کو مسجد نہ بناؤ۔یعنی میری قبر کی زیارت کو عید نہ بناؤ۔اجتماع کے لحاظ سے جیسا کہ عید کے لیے ہوتا ہے اور تحقیق یہود ونصاری اپنے انبیاء کی

....

يشتغلون عندها باللهو والطرب فنهى صلى الله عليه وسلم امته عن ذلك او ان يتجاوزوا في تعظيم قبره ماامروا به و الحث على زيارة قبره الشريف قدجاء في احاديث بينتها في حاشية الايضاح مع الرد على من انكرذلك وهو ابن تيميه.

(الجوهر المنظم ۱۷ ۔الفصل اصول فی مشروعیہ قبرنبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۔)

قبور کی زیارت کے لیے جمع ہوتے تھے اور وہاں کھیل تماشے میں مشغول ہو جاتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس فعل سے منع فرمادیا یا پھر قبر کی تعظیم میں اس حد سے گزرنے سے منع فرمایا جس کا حکم دیا گیا ہے۔اور پھر قبر شریف کی زیارت کثرت سے کرنے پر بہت ساری احادیث مروی ہیں جن کو میں نے حاشیہ الایضاح میں بیان کر دیا ہے اور منکر کا رد کیا ہے۔ جو کہ ابن تیمیہ ہے۔

حضرت مولانا عبدالحیٔ لکھنوی فرماتے ہیں:

الغرض اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس نہی سے منع کرنا زیارت کا ہوتا تو آپ صاف صاف منع فرماتے اور جب آپ نے مورد نہی عید بنانا کیا تو ضرور نہی ایسے امور سے ہوگی کہ جن سے عید عید ہوتی ہے نہ مطلق زیارت سے اور نہ سفر زیارت سے پس باوجود ان احتمالات کے استدلال کیونکر مقبول ہوگا اور مطلق زیارت یا سفر کا منع ہونا کیسے ثابت ہوگا۔اور ایک احتمال پنجم یہ ہے کہ غرض اس حدیث سے باطل کرنا اس اعتقاد کا ہے صلاۃ وسلام کا ثواب اور وصول اس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر ہی کے نزدیک ہوتا ہے نہ دور سے۔جیسے عید کی عبادات مخصوصہ اور ثواب مخصوص اسی روز کے ساتھ مخصوص ہیں کسی اور روز میں نہیں ہو سکتے ہیں۔پس ارشاد ہوا کہ تم میری قبر کو مثل عید نہ سمجھو اور جملہ وصلوا وسلموا علی فان صلاتکم وسلامکم تبلغنی ما کنتم منضم فرما کے ارشاد ہوا کہ ثواب صلاۃ وسلام کا اور وصول اس کا مخصوص حضور کے ساتھ نہیں ہے بلکہ

....

قرب و بعد دونوں حالتوں میں باقی ہے

(السعی المشکور فی رد المذہب الماثور ۱۰۵ طبع ۱۲۹۴ھج)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تتخذ وا قبری عیداً (الحدیث) وفرمودہ شما وآنکہ در اندلس است برابر در قرب ومثل ایں از امام زین العابدین رضی اللہ عنہ آمدہ مانا کہ آں مرد کہ ایں امامان دین اورا منع کردند از حد اعتدال درگزر ایندہ باشد یا اثر تکلیف وتصنع دروی دی مشاہدہ فرمود۔ مقصود شان تنبیہ وتعلیم ایں معنی بود کہ در حضور معنوی قرب مسافت وبعد آں یکی ست چنانچہ گفتہ است درراہ عشق مرحلہ قرب بعد نیست۔ می بینمت عیاں ودعا میفرستمت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری قبر کو عید مت بناؤ (الحدیث) اور فرمایا کہ تم اور باشندگان اندلس نزدیکی میں برابر ہیں۔ اسی طرح کی روایت حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے بھی آئی ہے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ وہ شخص جس کو ان امامانِ دین نے منع کیا حد اعتدال سے گزر گیا یا ہر تکلف اور بناوٹ کی علامات اس میں ملاحظہ فرمائی ہوں گی۔ یا ان کی تنبیہ اور تعلیم ہوگی کہ حضور باطنی میں قرب و بعد دونوں برابر ہیں جیسا کہ کسی شاعر نے کہا۔

(جذب القلوب الی دیار المحبوب ۲۰۱ طبع لکھنو ۱۲۸۶ھ۔ ۱۸۶۹ء)

تو ان مختصر حوالوں سے یہ معلوم ہوا کہ اس حدیث شریف سے جہاں حیاۃ الانبیاء ثابت ہوتی وہاں کم از کم وہ مسئلہ ثابت نہیں ہوتا جس کو ابن تیمیہ اور اس کی ذریت ثابت کرنا چاہتی ہے۔

لیکن چونکہ یہ روایت ابن تیمیہ اور اس کے اندھے مقلدین کے نزدیک روضۂ شریف کی زیارت کی ممانعت پر دال ہے۔ اس لیے اس کی سند کے بارے میں بھی کچھ دیکھ لینا چاہیے۔

اس روایت میں ایک راوی ہے عبداللہ بن نافع۔ یہ راوی مختلف فیہ ہے۔

....

حضرت امام جمال الدین المزی نقل فرماتے ہیں:

قال ابو طالب عن احمد بن حنبل : لم یکن صا حب حدیث کان ضعیفاً فیه.. ولم یکن فی الحدیث بذاک ....وقال ابو حاتم لیس بالحافظ هو لین فی حفظه وقال البخاری فی حفظه شیی .... قال ابن عدی روی عن مالک غرائب زکره ابن حبان فی کتاب الثقات :وقال کان صحیح الکتاب و اذا حدث من حفظه ربما اخطنا .

امام احمد فرماتے ہیں کہ یہ محدث نہیں بلکہ حدیث میں ضعیف تھا۔اور حدیث میں پختہ نہیں۔امام ابو حاتم نے کہا ہے کہ یہ حافظ نہیں۔اس کا حافظہ کمزور تھا.امام بخاری نے فرمایا کہ اس کے حفظ میں کچھکمی تھی۔ابن عدی نے کہا امام مالک سے غرائب نقل کرتا تھا۔امام ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا اور کہا کہ یہ اگر کتاب بیان کرے تو صحیح ہے۔جب حافظہ سے بیان کرتا ہے تو اکثر غلطی کرجاتا ہے۔

(تھذیب الکمال للمذی ۱۰:۵۸۲)

(تھذیب التھذیب للعسقلانی ۶:۵۱)

(شفاء السقام للسبکی ۸۰)

تو ثابت ہوا کہ یہ روایت اس راوی کی وجہ سے کمزور ہے اور زیارت قبرالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار صحیح احادیث کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔اور جہاں تک اس حدیث کے مویدات وشواہد کا تعلق ہے تو امام علی بن حسین کی روایت میں ایک راوی علی بن عمر ہے جو کہ مجہول ہے ملاحظہ فرمائیں :تقریب ۲۴۸ اور دوسری سند حسن بن حسن میں سھیل مستور ہے۔ملاحظہ فرمائیں:

الجرح والتعدیل للابن ابی حاتم (۲/۱/۲۴)

حدیث نمبر۱۵:

وفی هذا المعنی الحدیث الذی اخبرنا ابو محمد عبدالله بن یحی بن عبدالجبار السکری ببغداد ثنا اسماعیل بن محمد السفار ثنا عباس بن عبدالله التر قفی ثنا ابو عبدالرحمن المقری ثنا حیو ۃ بن شریح عن ابی صخر عن یزید بن عبدالله بن قسیط عن ابی هریره ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال :

مَامِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلاَّ رَدَّاللّٰهُ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدُّ عَلَیْهِ السَّلاَمْ .

اور اسی معنیٰ (حیات الانبیاء ووصول درود شریف) میں ایک وہ حدیث جو کہ بسند مذکور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب بھی کوئی مجھ پر (صلاۃ و) سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو میری طرف لوٹا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

تخریج حدیث:

۱۔ ابوداؤد ا:۲۸۶ کتاب المناسک باب زیادۃ القبور

۲۔ مسند اسحاق بن راھویہ ا:۴۵۳ مسند ابی ھریرۃ

۳۔ مسند احمد بن حنبل ۲:۵۲۷ مسند ابی ھریرۃ

۴۔ سنن الکبریٰ للبیھقی ۵:۲۴۵ الدعوات الکبیر ا/۱۴۰ برقم ۱۵۸

۵۔ شعب الایمان ۲:۲۱۷ باب فی تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۶۔ السنن الصغیر ۲:۲۱۰

۷۔ المعجم الاوسط (للطبرانی) ۳/۳۸۷ برقم (۳۱۱۴)

۸۔ تاریخ اصبھان لابی نعیم ۲:۳۵۳

۹۔ الرسائل القشیریہ لابی قاسم ۱۶

....

۱۰۔ الترغیب والترھیب ۲: ۴۹۹۱ الترغیب فی اکثار الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۱۔ فضائل الاعمال ۷۹۰ للضیاء المقدسی

یہ حدیث بھی الحمد للہ صحیح ہے اور حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قوی اور بین دلیل ہے۔

حضرات محدثین کرام نے اس حدیث کو صحیح فرمایا ہے:

رواہ ابو دائود بسند صحیح — اس کو امام ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا۔

(المجموع شرح المھذب للنووی ۸: ۲۷۲)

آپ مزید فرماتے ہیں:

وروینا فیہ ایضاً باسناد صحیح عن ابی ھریرۃ. — حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کی گئی ہے۔

(کتاب الاذکار ۱۰۶)

حضرت امام سخاوی فرماتے ہیں:

باسناد حسن بل صححه النووی. — اس کی اسناد حسن ہے بلکہ امام نووی نے اس کو صحیح فرمایا ہے۔

(القول البدیع ص ۱۵۵)

حضرت امام زرقانی مالکی فرماتے ہیں:

باسناد صحیح — اس کی سند صحیح ہے

(زرقانی شرح مراھب ۸: ۳۰۸ فصل فی زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی فرماتے ہیں:

وروی الامام احمد وابو دائود والبیھقی — امام احمد اور امام ابوداؤد و بیہقی نے اس کو بسند صحیح

....

بسند صحیح . روایت کیا ہے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد۱۲:۲۵۶ باب فی حیاۃ فی قبرہ)

حضرت امام سیوطی فرماتے ہیں:

اسندہ من طریق ابی دائود واخرجہ ایضا احمد والبیھقی بسند حسن . اس کی سند حسن ہے۔

(مناھل الصفا فی تخریج احادیث الشفاء ص ۲۰۵)

حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں:

رواہ ابو دائود واحمد وبیھقی وسندہ حسن . اس کی سند حسن ہے۔

(شرح شفاء۴:۹۹ للعلی القاری)

حضرت علامہ تقی الدین سبکی فرماتے ہیں:

وھذااسناد صحیح اور یہ سند صحیح ہے۔

(شفاء السقام ص ۴۱)

علامہ شوکانی فرماتے ہیں:

قال النوری فی الاذکار اسنادہ صحیح وکذا قال فی الریاض وکذاقال ابن حجر :رواتہ ثقات. امام نووی نے اذکار میں کہا کہ اس کی سند صحیح ہے جیسا کہ ریاض الصالحین میں اور اسی طرح امام ابن حجر نے فرمایا کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

(تحفۃ الذکرین بعدۃ الحصنا لحصین من کلام سید المرسلین ۲۸)

حضرت امام نور الدین علی بن احمد السمھودی فرماتے ہیں:

روی ابو داؤ وبسند صحیح کما قال السبکی.

امام ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا جیسا کہ امام سبکی نے فرمایا۔

(وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ ۴ ۱۳۴۹، الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ)

حضرت علامہ امام قاسم بن قطلو بغا الجمال الحنفی فرماتے ہیں:

اخرجه الامام احمد وابو داؤد وسنده صحيح

(التعریف والاخبار فی تخریج احادیث الاختیار ص ۱۰۵ (قلمی نسخہ))

علامہ ابن قیم جوزیہ فرماتے ہیں:

وقد صح اسناد هذاالحديث

اور اس حدیث کی سند بالکل صحیح ہے

(جلاء الافہام ص ۱۹)

حضرت علامہ مجدالدین الفیروزآبادی صاحب القاموس ۸۱۷ھ فرماتے ہیں:

فاخرج الامام احمد وابو داؤد فی سننه باسناد صحيح.

اس کی اسناد صحیح ہیں

(الصلات والبشر فی الصلاۃ علی خیر البشر ۱۰۴)

نجدی مفتی عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نے لکھا:

وقد اخرج ابو داؤد بسند جيد.

(مجموع فتاوی ومقالات متنوعہ ۲: ۳۹۴)

اور امام ابوداؤد نے پختہ سند کیساتھ اس کا اخراج کیا ہے۔

مشہور غیر مقلد مولوی اسمٰعیل سلفی نے لکھا:

حدیث نمبر ۶ صحیح ہے اس میں سلام کے وقت رد روح کا ذکر ہے۔

(تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی ص ۴۱۳)

....

تفہیم حدیث:

اس حدیث شریف کی تفہیم میں بھی لوگوں نے زبردست ٹھوکریں کھائی ہیں اور ''ردروح'' پر عجیب وغریب گل افشانیاں فرمائی ہیں اور جولوگ دوسروں کواسلاف کی راہ اپنانے اور اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی تلقین کرتے بلکہ اپنے نام کے ساتھ سلفی بھی لکھتے ہیں وہ اس حدیث شریف کے مطالب کے سلسلہ میں بالکل اسلاف کے خلاف چلتے نظر آتے ہیں اور خودساختہ مفہوم بیان کر کے اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں۔

قارئین محترم علامہ فرمائیں منکرین کس کس طریقہ سے اس حدیث کے مفہوم سے جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔

''عجیب بات ہے کہ یہ دلیل بھی وہی گروہ پیش کرتا ہے جواس بات کا عقیدہ بھی رکھتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے تمام لوگ وفات کے بعد قبر میں زندہ ہیں۔ جب یہ بات ہے تو سلام کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کے لوٹائے جانے کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے.......

دوسری طرف بہت سے حضرات اس روایت کو پیش فرما کر کہتے ہیں کہ وقت کا کوئی لمحہ بھی ایسا نہیں ہے گزرتا کہ کوئی نہ کوئی دنیا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام نہ پڑھ رہا ہو۔اس لیے آپ کے جسم اطہر سے وابستہ رہ کر ایک حیات مسلسل کی کیفیت پیدا کر دیتی ہے۔بات یوں بھی نہیں بنتی۔ کیونکہ پھر ''رد'' کا لفظ بے معنی قرار پائے گا۔آخر ایسی دلیل کا کوئی کیا جواب دے۔ساتھ ساتھ یہ بات کہ دنیا میں ایک وقت میں ہزاروں لاکھوں انسان نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجتے رہتے ہیں۔ ان سب سلاموں کا جواب دینا اللہ کے سوا کسی اور کی طاقت سے تو باہر معلوم ہوتا ہے۔''

(توحید خالص ۲:۱۹ از کیپٹن ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی)

قارئین کرام آپ حضرات اندازہ لگائیں کہ ان لوگوں کی تحقیق کا طریقہ کیا ہے اصل میں

....

یہ بدقسمت لوگ سمجھتے ہیں کہ جو ہمارے گندے ذہن میں آیا وہی عین حق ہے اور وہی تحقیق ہے۔ اگر یہ مسلمان ہوتے تو فرمان آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیتے۔ یہ قرآن و حدیث کا نام لینے والے دیکھیں کس طرح قرآن و حدیث کو رد کر رہے ہیں۔

ملاحظہ فرمائی ایک اور نام نہاد توحید پرست نے لکھا ہے:

''اس میں سلام کے وقت ردِ روح کا ذکر ہے۔ یہ حیات دنیوی کے خلاف ہے۔ حافظ سیوطی نے جس قدر جوابات دیئے ہیں ان جوابات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حافظ سیوطی رحمہ اللہ کا اپنا ذہن بھی اس حدیث سے متعلق صاف نہیں۔ جواب میں تذبذب اور خبط نمایاں ہے۔''

(تحریک آزادی فکر از مولوی محمد اسماعیل سلفی وہابی ص ۳۱۴)

اب اس خبطی سے کوئی پوچھے کہ جناب سلفی صاحب جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اقدس تر و تازہ ہے روح بھی اس میں لوٹا دی گئی تو پھر دنیوی زندگی ہونے میں کونسی چیز مانع ہے؟

اور جب آپ اس حدیث کو صحیح بھی مانتے ہیں تو پھر اس پر عقیدہ رکھتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر منورہ میں حقیقی زندگی کے ساتھ زندہ کیوں نہیں مانتے جب حدیث بھی صحیح اور ثابت ہو جس کا آپ کو خود اقرار ہے تو پھر فرمان رسول کو بلاوجہ رد کرنا کیا یہی اہلحدیثی ہے یا کہ گمراہی حقیقت میں آپ لوگ اہلحدیثی کا لباس اوڑھ کر منکرین حدیث ہیں۔ اور احادیث کا مفہوم و مطلب اپنی نارسا عقل کے مطابق کرتے ہیں اور جو اس گندے اور گستاخ ذہن میں نہ آئے اس کا انکار کر دیتے ہیں۔

قارئین کرام ایک اور نام نہاد توحیدی کی بات کو سینئے اور ان کی عقل کا ماتم کیجئے۔ لکھا ہے:

''اشکال کی اس غلط اور خود ساختہ تقریر سے ترمذی صاحب قارئین کے ذہنوں میں یہ باطل نظریہ بٹھانا چاہتے ہیں کہ آپ کی روح طیبہ آپ کے بدن مبارک کے اندر موجود ہے۔ حالانکہ

....

یہ نظریہ ان نصوص صریحہ کے سراسر خلاف ہے جسن میں آپ کی روح طیبہ اعلی علّیین اور جنت میں ہونے کی تصریح ہے۔"

(اقامۃ البرہان ص ۲۴۷ از سجاد بخاری مماتی پنڈوی)

جناب بخاری صاحب اگر یہ عقیدہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارکہ بدن اقدس میں ہے یہ باطل ہے (معاذ اللہ) تو پوری امت محمدیہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام باطل پر عقیدہ بنائے ہوئے ہے۔ اور اگر ایسا ہی ہے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مبارک فرمان کا مطلب کیا ہوگا۔ لاتجمع امتی علی الضلالۃ کہ میری امت گمراہی پر اجماع نہیں کرے گی۔

اور پھر آپ نے فرمایا۔ نصوص صریحہ

تو جناب ذرا نصوص صریحہ کی تعریف تو فرمادیں کہ نصوص کسی کو کہا جاتا ہے اور پھر اپنی تعریف کے مطابق اپنے دلائل کو نصوص ثابت فرمائیں۔

اور پھر آپ کا یہ کہنا کہ آپ کی روح طیبہ اعلیٰ علیین اور جنت میں ہونے کی تصریح ہے۔

یہ بیان فرمائیں کہ اعلیٰ علیین اور جنت دو علیحدہ علیحدہ مقام ہیں یا کہ ایک ہی مقام کے دو نام ہیں۔ اگر ایک ہی جگہ کے دو نام ہیں تو اس کے لیے درکار ہے اور اگر علیحدہ علیحدہ ہیں تو پھر دریافت طلب بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح بیک وقت دونوں مختلف مقامات پر موجود ہیں تو کیا آپ کے نزدیک یہ توحید کے خلاف ہے یا کہ نہیں۔ اگر ہے تو آپ مشرک ٹھہرے اور اگر نہیں تو پھر جب دو مقامات پر ہونا شرک نہیں تو تین یا اس سے زیادہ مقامات پر ہونا شرک کیسے ہوسکتا ہے۔

اور پھر اگر اعلیٰ علیین اور جنت میں بیک وقت موجود ہے تو کیا آپ کا جسدِ اقدس جو کہ جنت اور اعلیٰ علیین سے افضل ہے اس میں ہونے پر کیا استحالہ ہے۔

....

اور آپ حضرات کا روح اقدس کو اعلیٰ علیین یا جنت میں ہونے کو ترجیح دینا کن نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔ جب قبر منورہ اعلیٰ علیین اور جنت سے ہے ہی افضل تو قرآن مجید کی آیت ولـلاخـرة خيـر لک من الاولی کے تحت روح طیبہ بھی افضل مقام پر ہی رہنی چاہیئے اور اگر بد قسمتی یا بدعقیدگی کی وجہ سے آپ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منورہ کو جنت یا اعلیٰ علیین سے افضل نہیں مانتے تو کم ازکم اتنا تو مانتے ہوں گے یہ جنت ہے۔ اگر یہ بھی نہیں مانتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے آپ کیا مطلب اخذ کرتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قال ما بين بيتي ومنبري روضة من رياض الجنة و منبري علي حوضي.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان والا حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ (اور میرا منبر میرے حوض پر ہے)

۱۔ (بخاری، ۱۵۹۱) باب فضل الصلوٰۃ فی مسجد مکہ والمدینۃ

۲۔ مسلم، ۱:۴۴۶ کتاب الحج باب فضل ما بین قبرہ ومنبرہ

۳۔ مسلم . . . عن عبداللہ بن زید

۴۔ مسند امام احمد، ۲:۲۳۶_۲۳۷_۴۳۸_۴۶۶_۵۳۳، ۳:۴_۴۹_۴۰

۵۔ شرح السنۃ للبغوی عن ابی ھریرۃ وابی سعید الخدری ۴:۳۳۸

وعن عبداللہ بن زید، ۲:۳۲۸

۶۔ السنن الکبریٰ للبیھقی، ۵:۲۴۷

۷۔ مسند حمیدی حدیث نمبر ۲۹۰ ۱:۱۳۹ عن عمار

....

۸۔ مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۱: ۴۳۹

۹۔ مصنف عبدالرزاق ۳: ۱۸۲ عن ابی ھریرۃ وعبداللہ بن زید

۲: ۱۸۳ باب منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم

۱۰۔ مسند ابی یعلی الموصلی ۱: ۱۱۸

۱۱۔ ترمذی ۲: ۲۳۱ باب ماجاء فی فضل المدینۃ

۱۲۔ موطا امام مالک ۱۸۳ عن ابی سعید الخدری وعبداللہ بن

زید باب مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

۱۳۔ کتاب المعجم للابن اعرابی ۴: ۴۰ عن ابی ھریرۃ وابی سعید

فی ترجمہ ابو یحیی بن ابی مسرۃ۔

۱۴۔ المعجم الصغیر للطبرانی ۳: ۲۹۱

۱۵۔ تاریخ اصبھان لابی نعیم ۱: ۹۲۔ ۲۲۸، ۲: ۲۷۶۔ ۳۳۲ الجنۃ الباحث

۱۶۔ کامل لابن عدی ۳: ۱۱۸۲ عن ابی ھریرۃ وعلی

۱۷۔ کشف الاستار ۲: ۵۷ باب فیما بین القبر والمنبر۔

اور پھر بعض طرق حدیث میں تو اس طرح کے الفاظ وارہوئے ہیں۔ عن زوائد مسند الحارث ۱۳۴ برقم ۳۹۷۔ ۳۹۶ برقم حدیث

۱۸۔ مابین قبری ومنبری روضۃ من ریاض الجنۃ۔

۱۹۔ مسند احمد ۳: ۶۴

۲۰۔ مسند ابی یعلی ۲: ۱۳۴۱ بتعلیق حسین اسد

۲۱۔ تاریخ بغداد ۴: ۴۰۳ عن ابی سعید ۱۱: ۲۲۸ عن جابر ۱۱/ ۲۹۰ عن سعد ۱۲: ۱۱۶۰ ابن عمر۔

....

۲۲۔ فوائد للتمام ۲:۶۵

۲۳۔ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم ۲:۳۲۴

۲۴۔ المعجم الکبیر للطبرانی ۱۲:۲۹۴

۲۵۔ کشف الاستار عن زاوئد البزار ۲:۵۶ باب فیما بین القبر والمنبر

۲۶۔ السنن الکبریٰ للبیھقی ۵:۲۴۶ عن عبید اللہ بن عمر۔

''تو جب یہ ثابت ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منورہ ہی جنت ہے تو جس حدیث شریف میں آپ کی روح مبارکہ کا جنت میں ہونا وارد ہوا ہے اس سے مراد یہی جنت ہے۔لہٰذا مولوی مذکور کا اس سے انکار صرف ضد اور جہالت ہے۔

اشکال:

ہاں اس حدیث شریف میں ایک اشکال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر منورہ میں زندہ ہیں تو پھر اس حدیث شریف میں جو روح کا آپ کیطرف لوٹانے کا ذکر ہے اس کا کیا معنی ومطلب ہو گا۔

حلِ اشکال:

علمائے اسلاف میں سے بے شمار علماء نے اس اشکال کے بہترین حل پیش کیے ہیں ان میں سے کچھ اختصار کے طور پر ہم ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

حضرت علامہ مجد الدین الفیروزآبادی صاحب القاموس فرماتے ہیں:

فان قلت: مامعنی قوله: صلی الله علیه وسلم ردّ الله علیّ روحی؟ قلت ذکر	اگر تو کہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کہ اللہ تعالیٰ میری روح کو میری طرف لوٹاتا ہے

....

عنه جوابان. احدهما ذكره البيهقي و هو :ان المعنى الا وقد رد الله روحي يعني :ان النبي صلى الله عليه وسلم بعد ما مات ودفن رد الله عليه روحه لاجل سلام من يسلم عليه واستمرت في جسده صلى الله عليه وسلم .

'' کا کیا معنی ہے تو میں کہوں گا کہ اس کے دو جواب دیے گئے ہیں ان میں سے ایک امام بیہقی نے ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے یعنی تحقیق اللہ نے میری روح طرف لوٹا دی ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد جب دفن کئے گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح لوگوں کے سلاموں کے جوابات عنایت فرمانے کے لئے آپ کو لوٹا دی اور وہ ہمیشہ آپ کے جسم اقدس میں ہے۔

حضرت امام سبکی فرماتے ہیں:

والثاني :يحتمل ان يكون ردا معنويا و ان يكون روحه الشريفة مشتغلة بشهود الحضرة الالهيةٔ والملاء الاعلى من هذا العالم فاذا سلم عليه اقبلت روحه الشريفة على هذاالعالم فيدرك :سلام من يسلم عليه ويرد عليه.

(شفا السقام ص ۵۰ ـ ۵۱)

اور دوسرا جواب۔ اس میں احتمال ہے کہ یہاں دو روح سے مراد رد معنوی ہے کیونکہ آپ کی روح مبارکہ اس جہاں سے بے نیاز ہو کر بارگاہ الٰہی اور ملاء اعلیٰ میں مشغول ہوتی ہے سو جب بھی کوئی شخص سلام بھیجتا ہے تو آپ کی روح طیبہ اس جہاں کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے تا کہ سلام کا ادراک کر کے سلام کرنے والے کا جواب دے سکے

حضرت امام سبکی سے یہی جواب علامہ سخاوی نے ''القول البدیع'' ص ۱۶۹ پر اور علامہ فیروز آبادی نے ''الصلات والبشر'' ص ۱۰۴ میں بیان فرمایا ہے۔

....

علامہ شوکانی نے حضرت علامہ ابن الملقن سے نقل کیا ہے:

والمراد برد الروح النطق لانه صلی الله علیه وسلم حیی فی قبره وروحه لا تفارقه لماصح: ان الانبیاء احیاء فی قبورهم.

اور ردِ روح سے مراد یہاں نطق ہے کیونکہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ کی روح آپ سے جدا نہیں ہوتی جیسا کہ صحیح حدیث میں مروی ہے کہ انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

(تحفۃ الذاکرین للشوکانی ص ۲۸)

ردِرُوح سے مُراد اور سُرور ہے

حضرت علامہ ابن العماد فرماتے ہیں:

یحتمل ان یراد به هنا السرور مجاز ا فانه قد یطلق ویراد به ذلک.

احتمال ہے کہ یہاں ردروح سے مراد سرور اور خوشی ہو مجازی طور پر کیونکہ اس کا اطلاق عام طور پر خوشی وسرور کے معنی میں ہوتا ہے اور اس سے یہ مراد لیا جاتا ہے۔

(الجوھر المنظم للا بن حجر مکی ۲۴)

ردِ رُوح مُراد نُطق ہے

حضرت الامام ابوالحسن البکری المصری والد البکری الکبیرم۔۹۵۲ ھج فرماتے ہیں:

واعلم ان الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون وهذا الحدیث لیس ظاهره مراد وانما المراد بروحی منطقی لان قوة النطق لازمة للروح فعبر بها عنها

جاننا چاہیئے کہ حضرات انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں اور اس حدیث کا ظاہر مراد نہیں ہے۔ یہاں ردروح سے مراد نطق ہے کیونکہ قوۃ نطق روح کے لیے لازم ہے

....

لہٰذا یہاں نطق و روح فرمادیا گیا۔ واللہ اعلم!　　والله اعلم.

(جواہر البحار فی فضائل النبی المختار للنبھانی، ۴: ۱۵۳)

یہاں نطق سے مراد یہ نہیں ہے کہ مطلقاً آپ بولتے ہی نہیں مگر جواب سلام کے لیے جیسا کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ علیہ نے اس پر تنبیہ فرمائی ہے: اور بعض علماء نے عدم نطق کا مفہوم کچھ اس طرح بیان کیا ہے کہ یہاں عدم نطق اضطراری نہیں کیونکہ وہ تو ایک قسم کی سزا ہوتی ہے۔ جیسا کہ۔

حضرت قطب وقت علامہ مولانا فقیر اللہ بن عبدالرحمٰن الکھی فرماتے ہیں:

ویمکن ان یقال ان عدم النطق یمکن ان یقول المثل ماذکر من مشاهدة الملکوت والا ستغراق فی مشاهدة الرب فلاینطق الاعند سلامة الامة.

یہ بھی ممکن ہے کہ کہا جائے عدم نطق ممکن ہے جیسا کہ مشاہدۂ رب کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ملکوت سے استغراق میں رہتے ہیں اور امت کے سلام کے سوا آپ نطق نہیں فرماتے۔

(قطب الارشاد ۳۷۷)

غزالئ زماں رازئ دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ما من احد یسلم علی الا رد الله روحی حتی ارد علیه السلام.

نہیں کوئی جو سلام پڑھے مجھ پر لیکن اللہ تعالیٰ میری طرف میری روح لوٹا دیتا ہے کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں۔

اس حدیث میں ''ما'' نافیہ ہے۔ ''احد'' نکرہ ہے۔ سب جانتے ہیں کہ نکرہ حیز نفی عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ پھر ''مِن'' استغراقیہ عموم اور استغراق پر نص ہے۔ یعنی مجھ پر سلام بھیجنے والا کوئی شخص ایسا نہیں جس کے سلام کی طرف میری توجہ مبذول نہ ہوتی ہو۔ خواہ وہ قبر انور کے پاس ہو یا دور ہو ہر

ایک کے سلام کی طرف متوجہ ہوں اور ہر ایک شخص کے سلام کا جواب خود دیتا ہوں۔

یہ حدیث اس امر کی روشن دلیل ہے کہ درود پڑھنے والے ہر فرد کا درود حضور علیہ السلام خود سنتے ہیں اور سن کر جواب بھی دیتے ہیں۔ خواہ شخص قبر انور کے پاس ہو یا دور ہو۔

(حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۵۵ مکتبہ فریدیہ ساہیوال)

تو اس عبارت سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پڑھنے والے کا سلام سنتے بھی ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں۔

رَدِروح سے مراد سماعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

ویتولد من هذاالجواب جواب آخر .و هو ان تكون كناية عن السمع ويكون المراد ان الله تعالیٰ يرد عليه سمعه الخارق للعادة بحيث يسمع المسلم ، وان بعد قطره ويرد عليه من غير احتياج الى واسطة مبلغ.

(انباء الاذکیا ص ۳۴ طبع دارالحدیث مصر)

اور اس جواب سے ایک اور جواب پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ ردِروح سے مراد ہو کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کی سمع خارق للعادۃ کو لوٹا دیتا ہے۔ اس طرح کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجنے والے کے سلام کو سنتے ہیں خواہ کتنی ہی دور کیوں نہ ہو اور اس کو بغیر کسی وسیلہ کی احتیاج کے جواب دیتے ہیں۔

حضرت امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں:

او المراد بالروح السمع الخارق للعادة بحيث يسمع المسلم عليه من غير

اور یہ ردروح سے مراد سماعت خوارق عادت ہے کیونکہ آپ ہر سلام پڑھنے والے کے سلام کو سنتے

....

واسطةوان بعد ا والموافق للعادة . (الفتاوٰی الکبریٰ الفقیہ ۲/۲۶ اللابن حجر الھیبقی المکی) ہیں بغیر کسی واسطہ کے. اگر چہ وہ کتنی ہی دور کیوں نہ ہو یا پھر موافق عادت کے (آپ اس کے سلام کو سنتے ہیں)

جوابِ سلام کی سعادت صرف زائر کے ساتھ مخصوص نہیں

علمائے کرام نے بیان فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس شخص کے سلام کا جواب چاہیں ارشاد فرمائیں اس میں دور ونزدیک کی کوئی قید نہیں ہے اگر چہ زائرین کے لیے خصوصی شرف موجود ہے لیکن جواب ہر شخص کو عنایت فرماتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

علماء اختلاف کردہ اند کہ ایں فضیلت عظمٰی عام است مر ہر کسے را بشرف تسلیم بر سید کائنات علیہ افضل التسلیمات مشرف است خواہ زائر قبر شریف بود یا غائب از آنحضرت کبریٰ در ہر مکان کہ باشد فظاہر عموم است ...... بر تقدیر مفید مدعا است کہ حیات است۔

علماء نے اختلاف کیا ہے کہ یہ (سلام کا جواب دینے کی) فضیلت ہر شخص کے لیے عام ہے جو بھی سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ وسلام بھیجنے کے شرف سے مشرف ہو خواہ زائر ہو یا پھر اس بارگاہ کبریٰ سے غائب۔ یا جہاں کہیں بھی ہو اور ظاہر حدیث عموم پر دلالت کرتی ہے۔ بہر حال مفید مدعا یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہیں. (جذب القلوب ص ۱۸۱)

حضرت ملا قاری فرماتے ہیں:

وظاھر ہ الاطلاق الشامل لکل مکان و زمان اور ظاہر اطلاق ہر زمان و مکان (قریب وبعید) کو ومن خص الرد بوقت الزیارۃ فعلیہ البیان شامل اور جس کو زیارت کے ساتھ خاص کیا اس

....

کے لیے دلیل ضروری ہے (جو کہ ہے نہیں)

(شرح الشفاء للعلی القاری ۴۹۹/۳ فی تخصیصہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بتبلیغ صلاۃ من صلی علیہ)

حضرت امام شہاب الدین الخفاجی المصری فرماتے ہیں:

وماقیل ان رده صلی الله علیه وسلم مختص بسلام زائره مردود لعموم الحدیث فدعوی التخصیص تحتاج الدلیل ویرده ایضاً الخبر الصحیح مامن احد یمر بقبر اخیه المومن کان یعرفه فی الدنیا فیسلم علیه الا عرفه ورد علیه السلام فلوا ختص رده صلی الله علیه وسلم لزائره لم یکن له خصوصیة به لما علمت ان غیره یشارکه فی ذلک.

اور جو کہا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب دینا صرف زائر کے ساتھ مختص ہے یہ قول مردود ہے کیونکہ حدیث میں عموم پایا جاتا ہے اور اس کی تخصیص دلیل کی محتاج ہے اور اس کو خبر صحیح بھی رد کرتی ہے کہ: جو شخص اپنے مومن بھائی کی قبر پر گزرے اور وہ دنیا میں اس کو جانتا ہو تو وہ اس کو سلام کرے تو وہ اس کو پہچانتا ہے اور اس کو جواب دیتا ہے۔ تو اگر آپ ﷺ بھی صرف زائر کو جواب دیں تو یہ آپ کی خصوصیت نہ ہوا اس میں تو دوسرے لوگ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہیں۔

(نسیم الریاض شرح الشفا للخفاجی ۵۰۰/۳ باب فی تخصیصہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بتبلیغ صلاۃ من صلی علیہ)

حضرت امام ابوالیمن ابن عساکر فرماتے ہیں:

واذا جاز رده صلی الله علیه وسلم علی من یسلم علیه من الزائرین لقبره جاز رده علی من یسلم علیه من جمیع الآفاق من امته بعد مسافة.

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زائرین کو سلام کا جواب دینا جائز ہے تو اسی طرح جمیع آفاق واطراف سے جہاں سے بھی کوئی سلام کہے آپ کا جواب دینا جائز ہے چاہے وہ شخص کتنی ہی دور کی مسافت

....

(الجوھر المنظم للا بن حجر مکی ۲۲)

پڑھو۔

تو اس سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دور و نزدیک کے سلام کہنے والے کو جواب دیتے ہیں اور یہ تبھی متحقق ہو سکتا ہے جب کہ آپ سب کے سلاموں کو سماعت فرمائیں۔ اور یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امتیوں کے سلام سنتے بھی ہیں اور ان کا جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں تو کتنے خوش قسمت اور عالی نصیب لوگ ہیں جنہوں نے اپنا وظیفہ وطیرہ ہی الصلاۃ والسلام علیک یارسول اللہ! بنایا ہوا ہے۔

یہ تو طے شدہ بات ہے کہ جن الفاظ کے ساتھ آدمی سلام کرے جواب بھی انہی الفاظ کے ساتھ ہوتا ہے۔ بلکہ اس سے بہتر الفاظ کے ساتھ۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی کو السلام علیکم کہتا ہے تو دوسرا بھی اس کے جواب میں وعلیکم السلام ہی کہے گا۔ اور اگر کوئی شخص اس طرح کہے کہ السلام علی فلاں! دوسرا بھی السلام علیٰ فلاں ہی کہے گا۔ جب سُنّی عاشق لوگ حاضر کے صیغہ کے ساتھ السلام علیک یا رسول اللہ عرض کرتے ہیں تو یقیناً پیارے آقا مولا صلی اللہ علیہ وسلم وعلیک السلام یا فلاں نام لے کر جواب دیتے ہیں تو وہ لوگ کتنے خوش بخت ہوئے جن کو اس طرح جواب سلام عطا ہو۔

اور کتنے بد بخت وہ لوگ ہیں جو خود تو اس عظیم نعمت سے محروم ہیں ہی دوسروں کو بھی دن رات روکنے اور ٹوکنے کی مذموم کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ہمیں ایسے بدعقیدہ لوگوں کے شر سے بچائے۔

اعتراضات:

بعض لوگوں نے اس صحیح حدیث پر بھی اعتراض کر کے اپنی قبر کی طرح صفحات سیاہ کیے ہیں۔ آیئے ان لوگوں کے اعتراضات ملاحظہ کریں۔ اور پھر ان کے جوابات۔

مولوی شیر محمد مماتی نے لکھا ہے:

....

حضرت علامہ سید محمد حسین شاہ صاحب نیلوی مدظلہ العالی نے ندائے حق جزء ثانی از جلد اول ۱۳۲ تا ۱۳۳ پر اسی حدیث کے دو راویوں ابو صخر حمید بن زیاد اور یزید بن عبداللہ بن قسیط پر مفصل جرح کر دی ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور، ۶۲)

تو قارئین کرام! آیئے ہم دیکھتے ہیں کہ واقعی اس حدیث شریف کے یہ دونوں راوی مجروح ہیں اور ان کی وجہ سے یہ حدیث واقعی ضعیف ہے؟

ابو صخر حمید بن زیاد

اس کے بارے میں حضرت امام جمال الدین المزی نقل فرماتے ہیں:

قال عبدالله بن احمد بن حنبل: سئل ابی عن ابی صخر فقال ليس به بأس وقال عثمان بن سعيد الدارمی سألت یحیی بن معين عن حميداالخراط :فقال ثقة ليس به بأس۔

امام احمد نے فرمایا کہ لیس بہ باس ہے۔ امام یحیی بن معین نے فرمایا کہ یہ ثقہ اور لیس بہ بأس ہے۔

(تھذیب الکمال، ۵:۲۴۳)

امام ابواحمد عبداللہ بن عدی الجرجانی فرماتے ہیں:

روى عنه حيوة احاديث وهو عندی صالح الحديث وانما نكرت عليه هذين الحديثين (المومن الموالف) وفی التدريس اللذين ذكر تهما وسائر حديثه أرجوان يكون مستقيما.

اس سے حیوۃ نے احادیث روایت کی ہیں۔ وہ میرے نزدیک صالح الحدیث ہے اور اس کی صرف احادیث (المومن الموالف اور قدریہ کے بارے میں) کا انکار کیا گیا ہے جن دونوں کا ذکر میں نے کر دیا ہے اور بقیہ تمام احادیث میں میرے خیال میں

....

(الکامل لابن عدی،۲:۶۸۵) یہ مستقیم الحدیث ہے۔

امام دارقطنی فرماتے ہیں:

هو حمید بن زیاد مدنی ولکن کذایقال. وهو ثقة . کہ حمید بن زیاد ثقہ ہے۔

(سوالات البرقانی للدارقطنی ص۲۳)

حضرت امام حافظ احمد بن عبداللہ بن صالح ابی الحسن العجلی فرماتے ہیں:

حمید بن زیاد ابو صخر. ثقة کہ یہ ثقہ ہے۔

(تاریخ الثقات للعجلی،۱۳۴)

امام ابن شاھین فرماتے ہیں:

حمید بن زیاد ابو صخر لیس به بأس کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح امام احمد

قال احمد وقال یحیی بن معین. اور امام یحیی بن معین نے فرمایا۔

(تاریخ اسماء الثقات ممن نقل عنهم العلم لابن شاھین ۱۰۵)

امام ابن حبان نے اس کو ثقات میں بیان فرمایا:

(کتاب الثقات لابن حبان،۱۸۸/۶)

امام عثمان بن سعید الدارمی امام یحیی بن معین سے نقل فرماتے ہیں:

وسألته عن حمید بن زیاد . کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

الخراط؟فقال:لیس به باس

(تاریخ عثمان بن سعید الدارمی،۹۵)

ثابت ہوا کہ یہ راوی ثقہ اور ثبت ہے۔ اس پر امام احمد، یحیی بن معین اور امام نسائی سے جرح نقل کی گئی ہے۔

....

لیکن ساتھ ساتھ امام احمد و یحیی بن معین سے توثیق کے کلمات بھی مروی ہیں۔لہٰذا یہ جرح مرجوح ہوگی یا پھر ان کی جرح و تعدیل میں توقف کیا جائے گا اور باقی صرف امام نسائی کی جرح رہ جاتی ہے۔آپ فرماتے ہیں: **حمید بن صخر لیس بالقوی**

(کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۲۸۸)

لیکن چونکہ یہ جرح مبہم ہے اس لیے قابل قبول نہیں ہے۔اس کے معدلین بہت سارے محدثین ہیں جن میں سے کچھ کے حوالے گذر چکے ہیں۔حاصل کلام یہ کہ یہ راوی ثقہ اور ثبت ہے۔

(واللہ اعلم بالصواب)

یزید بن عبداللہ بن قسیط

اس راوی پر دو طرح کے اعتراضات ہیں: ایک یہ کہ یہ راوی ضعیف ہے۔
(آئینہ تسکین الصدور، ۴۵۸ از شیر محمد مماتی، توحید خالص از مسعود عثمانی ۲: ۱۹)

ہم کہتے ہیں کہ یہ راوی بھی ثقہ ہے اور اس پر جو جرح نقل کی گئی وہ مرجوح ہے۔کیونکہ ایک تو معدلین کے جم غفیر کے خلاف صرف ابن ابی حاتم کی جرح ہے اور وہ بھی بہت ہی ہلکے درجے کی ہے اور ہے بھی جرح مبہم۔ملاحظہ فرمائیں اس راوی کے بارے میں محدثین کی آراء۔

حضرت امام ابن شاہین فرماتے ہیں:

یزید بن عبداللہ بن قسیط ثقة۔

کہ یہ ثقہ ہے

(تاریخ اسماء الثقات ممن نقل عنهم العلم ص ۳۴۸)

امام عثمان بن سعید الدارمی امام یحییٰ بن معین سے نقل فرماتے ہیں:

سألته عن یزید بن عبداللہ بن قسیط ما حاله۔فقال صالح۔

....

میں نے امام یحیٰ سے یزید کے بارے میں پوچھا کہ اس کا کیا حال ہے؟ تو فرمایا صالح ہے۔

(تاریخ عثمان بن سعید الدارمی ص ۲۳۰)

امام جمال الدین المزی نقل فرماتے ہیں:

قال اسحق بن منصور عن یحیی بن معین : صالح ،لیس به بأس وقال النسائی ثقة:وذکره ابن حبان فی کتاب الثقات وقال ابو احمد بن عدی مشهور عند هم بالروایات .وقدروی عنه مالک غیر حدیث وهو صالح الروایات وقال؛ ابراهیم بن سعد عن محمد بن اسحق حدثنی یزید بن عبد الله بن قسیط و کان فقیها ثقة ،وکان ممن یستعان به علی الاعمال لا مانته و فقهه زاد ابن سعد بالمدینة و کان ثقه ، کثیرالحدیث

امام یحیی بن معین نے فرمایا کہ یہ صالح ہے اور اس کے ساتھ کوئی حرج نہیں ہے۔امام نسائی نے اس کو ثقہ فرمایا۔امام ابن حبان نے کتاب الثقات میں ذکر کیا۔امام ابن عدی نے فرمایا کہ یہ روایات میں محدثین کے نزدیک مشہور ہے اور امام مالک نے اس سے کئی احادیث لی ہیں اور وہ صالح الروایات ہیں۔امام ابراہیم بن سعد نے فرمایا مجھے خبر دی یزید بن قسیط نے جو کہ فقیہ اور ثقہ تھا کہ اس کے ساتھ اعمال خیر اور فقہ میں مدد حاصل کی جاتی ہے امام ابن سعد نے اتنا زیادہ کیا کہ وہ ثقہ اور کثیر الحدیث ہے

(تھذیب الکمال للمزی ۲۰:۳۳۹)

امام مزی نے اس راوی کے بارے میں کوئی ایک بھی جرح کا کلمہ نہیں فرمایا:

امام ذہبی نے فرمایا: وثقه کہ اس کی توثیق کی گئی ہے

(الکاشف ۳:۲۴۶)

تو ثابت ہوا کہ یہ راوی زبردست ثقہ ہے اور مماتیوں نے اپنے ضعیف ایمان کی وجہ سے اس کو ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

....

اب آیئے دیکھیں کہ جارحین نے اس کے بارے میں کیا کہا ہے اور اس کی حقیقت کیا ہے؟

ڈاکٹر مسعودالدین عثمانی نے لکھا ہے:

''ابن حبان کہتے ہیں ربما اخطا (کبھی کبھی خطا کرنا) امام مالک کہتے ہیں لیس ھناک یعنی قوی نہیں ہے۔ (تہذیب التہذیب' ۳۴۲۔۳۴۳ جلد'' ۱۱)

ابن حبان ایک جگہ لکھتے ہیں:

کان ردی الحفظ — ردی (خراب) حافظہ کا مالک تھا

امام رازی لکھتے ہیں میرے باپ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا

لیس بقوی — مضبوط نہیں ہے

(توحید خالص، ۱۹:۲)

افسوس کہ یہ جاہل شخص ایک نئے فرقے کا بانی ہے اور اصول جرح وتعدیل سے بالکل ہی ناواقف و جاہل تھا۔ اور ثقہ راوی کو جرح مبہم کے ساتھ مجروح و ناقابل اعتماد ثابت کرنے کی سعی لا حاصل کر رہا ہے۔

اس میں جہاں تک امام مالک کی جرح کا تعلق ہے تو یہ جرح نہیں بلکہ تعدیل ہے جیسا کہ

علامہ ابن عبدالبر نے فرمایا کہ:

ویزید قد احتج به مالک فی مواضع من الموطا وھو ثقه من الثقات۔

(تہذیب التہذیب ۱۱: ۳۴۳)

یزید سے امام مالک نے مؤطا میں کئی مقامات پر احتجاج کیا اور وہ ثقات راویوں میں سے ایک ثقہ راوی ہے

اور جہاں تک امام ابن حبان کی جرح کا تعلق ہے ابن حبان نے اس راوی کو اپنی کتاب

....

الثقات ،۵:۵۴۳ میں ذکر کیا ہے۔اور کہا کہ ربما اخطاء کہ کبھی کبھی غلطی کر جاتا ہے۔جبکہ دوسری طرف جو کہ ابن الھادی نے نقل کیا ہے کہ یہ راوی ردی الحفظ ہے اور ابن الھادی نے یہی نقل کیا ہے کہ ابن حبان نے اس کو اہل مدینہ کے اجل تابعین میں ذکر کیا ہے۔لہذا ابن حبان کے کلام میں تضاد ہے لہذا یہ ساقط الاعتبار ہے۔نہ اس کی جرح کی حیثیت ہے اور نہ ہی توثیق کی کوئی حیثیت رہ جاتی ہے۔باقی رہ گئی ابن ابی حاتم رازی کی جرح کہ یہ راوی لیس بقوی ہے تو یہ جرح غیر مفسر مبہم ہے لہذا اصول کے تحت یہ جرح مردود ہے۔

اور ویسے بھی یہ ایسی جرح ہے ہی نہیں کہ اس کی حدیث کو ضعیف قرار دے دیا جائے۔جیسا کہ خود

ابن ابی حاتم نے بیان فرمایا کہ:

واذا قالو لیس بقوی بمنزلة الاولی فی کتبة حدیثه الاانه دونه.

اور جب کہتے ہیں کہ لیس بقوی ہے تو یہ بمنزلہ پہلی جرح کے ہے لیکن اس سے کمزور درجہ ہے۔

(الجرح والتعدیل،۲:۳۷ باب بیان درجات رواۃ الاثار)

یعنی ایسے راوی کی حدیث لکھی جائے گی جیسا کہ امام سیوطی نے نقل فرمایا:

وقولهم لیس بقوی یکتب حدیثه وهو دون لین. (تدریب الراوی ۱:۳۴۶)

یعنی علماء کا قول لیس بقوی اس کی حدیث لکھی جائے گی اور یہ کمزور سے دوسرا درجہ ہے۔

امام نووی نے اس عبارت کو کتاب ارشاد طلاب الحقائق الی معرفۃ سنن خیر الخلائق ۱:۳۳۰ میں بیان فرمایا ہے۔تو ثابت ہوا کہ یہ راوی ثقہ ہے اور اس کی روایت بھی صحیح ہے۔

دوسرا اعتراض:

ابن تیمیہ نے کہا کہ ایسا لگتا ہے کہ یزید نے ابو ہریرہ کو نہیں پایا اور یزید بن عبداللہ خود ضعیف ہے۔اور ابو ہریرہ سے اس کی روایت کے سماع میں نظر ہے۔(آئینہ تسکین الصدور)

....

یہ ابن تیمیہ کا یا تو تعصب ہے یا پھر جہالت کیونکہ اس کی روایت حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے بیان کرنے والے حضرات کے سامنے ابن تیمیہ کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس کی روایت کرنے والے حضرت امام بخاری، امام ابو داؤد وغیرہ ہیں۔ امام بخاری نے ''الادب المفرد'' میں اس کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت لی ہے۔

امام ابن حبان فرماتے ہیں:

یروی عن ابن عمر وابی ھریرۃ (کتاب الثقات، ۵:۵۴۳)

امام ابن حاتم لکھتے ہیں:

روی عن ابن عمر وابی ھریرۃ وابی رافع. (الجرح والتعدیل، ۹:۲۷۳)

جبکہ حضرت علامہ امام جمال الدین المزی امام ابن حجر عسقلانی امام ذہبی تمام نے بیان فرمایا کہ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے۔

اور ویسے بھی امام ابن سعد فرماتے ہیں کہ یہ ۱۲۲ ھج میں فوت ہوا اور ابو حسان الزیادی نے کہا کہ اس نے ۹۰ سال عمر پائی کذافی تھذیب الکمال، ۲۰:۳۳۹ تو اس لحاظ سے اس ولادت ۳۲ ھج قرار پاتی ہے جبکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وفات ۵۸ ھج ہے تو درمیان میں ۲۶ سال کا طویل عرصہ اور محدثین کے اصول کے مطابق امکان لقاء کا کوئی شک وشبہ نہیں رہتا۔

حدیث نمبر ١٦:

وفی هذا المعنی الحدیث الذی اخبرنا ابو القاسم علی بن الحسن بن علی الطهمانی ثنا ابو الحسن بن محمد الکارزی ثنا علی بن عبدالعزیز ثنا ابو نعیم ثنا سفیان عن عبدالله بن السائب عن زاذان عن عبدالله مسعود قال ،قال رسول الله صلی الله علیه وسلم :

ان لله عزوجل ملائکة سیا حین فی الارض یبلغو نی عن امتی السلام .

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو کہ زمین میں سیر کرتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں۔

تخریج حدیث:

١۔ السنن (المجتبیٰ) للنسائی ١:١٨٩ باب التسلیم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

٢۔ مسند للامام احمد ١:٣٨٧ عن ابن مسعود

٣۔ السنن الکبریٰ للنسائی ١:٣٨٠ ، ، ،

۴۔ مصنف ابن ابی شیبہ ٢:٥١٧ ، ، ،

۵۔ مصنف عبدالرزاق ٢:٢١٥ ، ، ،

٦۔ الصحیح لابن حبان ٣:٣٨٠ ذکر البیان بأن سلام المسلم علی المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

٧۔ موارد الظمان للھیثمی ٥٩٥ حدیث نمبر (٢٣٩٣)

٨۔ مسند لابی یعلی الموصلی ٥:١٠۴ بتعلیق اثری

٩۔ مستدرک للامام حاکم ٢:۴٢١ وقال صحیح الاسناد۔ کتاب التفسیر۔

....

۱۰۔ کتاب الصلوٰۃ علی النبی ابن ابی عاصم ص ۲۹ برقم ۲۸ ۲:۴۲۱ وقال صحیح الاسناد کتاب التفسیر۔ باب فضائل الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۱۔ فضل الصلاۃ علی النبی للقاضی اسماعیل ص ۱۱ حدیث نمبر ۲۱

۱۲۔	اخبار اصبہان	للابی نعیم	۲:۲۰۵	
۱۳۔	حلیۃ الاولیاء	〃	۴:۲۰۱، ۸:۱۳۰	
۱۴۔	تہذیب تاریخ دمشق	امام ابن عساکر	۴:۱۶۵، ۲:۲۵۶، ۲:۴۴۶	
۱۵۔	مسند	امام عبداللہ بن مبارک ۳۰		
۱۶۔	المعجم الکبیر	للطبرانی	۱۰:۲۷۰	
۱۷۔	السنن	للامام الدارمی	۲:۲۲۵	
۱۸۔	طبقات الشافعیۃ الکبریٰ	امام تاج الدین السبکی	۱:۱۶۱	طبع جدید
۱۹۔	شرح السنۃ	للامام بغوی	۳:۱۹۷	
۲۰۔	تفسیر القران	〃	۳:۵۴۳	
۲۱۔	تاریخ بغداد	خطیب بغدادی	۹:۱۰۴	
۲۲۔	کتاب الزھد	عبداللہ بن مبارک	۳۶۴	الجزء الثامن باب ذکر اللہ عزوجل
۲۳۔	کتاب العظمۃ	ابو الشیخ	۳:۹۹۱	ذکر خلق جبریل علیہ السلام روح الامین
۲۴۔	شعب الایمان	للامام بیہقی	۲:۲۱۸	باب فی تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم وجلالہ وتوقیر
۲۵۔	عمل الیوم واللیلۃ	للامام نسائی	۱۶۷	باب فضل السلام علی النبی ﷺ

....

۲۶۔	رسائل القشیریہ	للامام قشیری	۱۲	
۲۷۔	کشف الاستارعن زوائد البزار	للھیثمی	۱:۳۹۷	باب ما تحصیل لامتہ فی حیاتہ و بعد مماتہ
۲۸۔	الدعوات الکبیر		۱/۱۲۰ حدیث نمبر ۱۵۹	
۲۹۔	کتاب العاقبۃ	للعبد الحق الاشبیلی	۱۱۹	
۳۰۔	الوفا	لابن الجوزی	۸۱۰	
۳۱۔	شفاء السقام	تقی الدین السبکی	۱۸۲	
۳۲۔	الارشاد	للخلیلی	۱۱۶ص	

یہ حدیث بھی الحمد اللہ صحیح ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی زندگی پر زبردست دلیل ہے۔ مختلف حضرات محدثین کرام نے اس کو صحیح فرمایا ہے جیسا کہ

حضرت ملا علی قاری نے فرمایا:

وفيه اشارة الى حياته الدائمة فرحه ببلوغ سلام امته الكاملة و ايماء الى قبول السلام اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی حیات اور آپ ﷺ کے پہنچنے سے خوشی اور آپ کا اس سلام کو قبول کرنے کی طرف اشارہ ہے۔

(مرقات شرح مشکوۃ ۲/۳۴۱ باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفضلھا الفصل الثانی)

حضرت علامہ عزیزی فرماتے ہیں:

حدیث صحیح

یہ حدیث صحیح ہے

(السراج المنیر شرح الجامع الصغیر ۲:۱۱۱)

....

حضرت امام عبدالرؤف مناوی فرماتے ہیں:

قال الحاکم صحیح واقرہ الذهبی .... امام حاکم نے فرمایا کہ صحیح ہےاور امام ذہبی نے
قال الحافظ العراقی الحدیث متفق علیه ان کی موافقت کی امام حافظ عراقی نے فرمایا کہ اس
دون قوله سیا حین حدیث کی صحت پر اتفاق ہے سوائے کلمہ سیاحین کے

(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ۲/۴۷۹)

حضرت امام الحافظ نورالدین علی بن ابی بکر الھیثمی فرماتے ہیں:

رواہ البزار و رجاله رجال الصحیح امام بزار نے اس کو صحیح کے راویوں سے روایت کیا ہے

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ۹: ۲۴)

حضرت امام نورالدین علی بن احمد السمھودی ۹۱۱ فرماتے ہیں:

وروی البزار برجال الصحیح اس کو امام بزار نے صحیح وثقہ راویوں سے روایت کیا ہے

(وفاء الوفا: ۴/ ۱۳۵۳)

حضرت امام تقی الدین السبکی فرماتے ہیں:

رواہ النسائی واسماعیل القاضی و غیر هما اس کو امام نسائی اور امام قاضی وغیرہ نے اس کو
من طرق مختلفة باسا نید صحیحة لا مختلف اسناد صحیحہ کے ساتھ روایت کیا اور ان کی
ریب فیھا. صحت میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

(شفاء السقام ۔۴۵ باب فی علم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمن یسلم علیہ)

علامہ ابن قیم نے لکھا ہے:

وهذا اسناد صحیح اور یہ سند صحیح ہے

(جلاء الافھام ۲۳، طبع نوریہ رضویہ)

....

حضرت شیخ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

ونسائی باسناد صحیح از عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ: اور نسائی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (جذب القلوب الی دیار المحبوب، ۱۸۱ مطبوعہ نول کشور ۱۸۶۹ء)

حضرت امام احمد شہاب الدین الخفاجی المصری فرماتے ہیں:

رواہ احمد والنسائی والبیہقی والدارمی وابن حبان وابو نعیم والخلعی بسند صحیح.

امام احمد۔ نسائی۔ بیہقی: دارمی۔ ابن حبان۔ ابو نعیم اور خلعی نے اس کو صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے

(نسیم الریاض شرح الشفا ۴: ۵۰۰ فصل تخصیصہ علیہ الصلاۃ والسلام تبلیغ صلاۃ من صلی علیہ او سلم من الانام)

حضرت امام مجد الدین فیروز آبادی ۸۱۷ فرماتے ہیں:

رواہ النسائی فی الیوم واللیلة ابو حاتم البستی والامام احمد واسماعیل القاضی باسانید صحیحة. (الصلات والبشر، ۱۰۸)

امام نسائی، امام ابو حاتم البستی، امام احمد اور قاضی اسماعیل نے اس کو باسانید صحیح روایت کیا ہے۔

علامہ عبدالهادی شاگرد ابن تیمیہ نے لکھا:

و شعبه عن عبدالله بن السائب عن زاذان عن ابن مسعود وهو الصحیح. (الصارم المنکی۔ ۲۶۶)

امام شعبہ نے عبداللہ بن سائب سے، انہوں نے زاذان سے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ اور یہ روایت صحیح ہے۔

حضرت علامہ محمد بن الخانجی البوسنوی شارح کتاب ھذا فرماتے ہیں:

حدیث ابن مسعود اخرجہ النسائی واحمد والحاکم وصححہ والدارمی والبیھقی فی شعب والبز ار وابن

....

حبان فی صحیحہ فقال الخفاجی اسنادہ صحیح ترجمہ لکھیں۔(شرح حیاۃ الانبیاء ۱۶)

یہ حدیث شریف بھی الحمدللہ سند کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے اور واضح کر رہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر منورہ میں زندہ ہیں مومنین کے درود سلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیے جاتے ہیں اگر آپ معاذ اللہ زندہ نہ ہوتے تو درود وسلام کا فرشتوں کے ذریعے لے جانا محض بے کار ثابت ہوگا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری ذات (یبلغونی) کو فرشتے سلام پہنچاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ آپ کی ذات مقدس روح اور جسم کے مجموعے کا نام ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا نہیں کہ :یبلغو روحی کہ وہ میری روح کو سلام پہنچاتے ہیں۔یا اگر جسم پر پیش کرتے ہیں تو آپ ارشاد فرماتے کہ صرف میرے جسم کو سلام پہچاتے ہیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنی ذات اقدس کا تذکرہ فرمایا ہے جو کہ روح اور جسم کا مرکب ہے۔

اعتراضات اور ان کا رد:

اس روایت پر بھی شان رسالت کے بعض منکرین نے چند بے سروپا اعتراضات کیے ہیں۔ہماری نظر میں پہلا اعتراض کہ اس کے راویوں میں ایک راوی سفیان ثوری ہیں جو کہ مدلس ہیں اور وہ یہ روایت عن کے ساتھ کر رہے ہیں لہذا یہ روایت ضعیف اور مردود ہے۔

(آئینہ تسکین الصدور ۱۹۲ از شیر محمد مماتی دیوبندی)

اس میں کوئی شک نہیں کہ مدلس راوی کا عنعنہ مردود ہوتا ہے لیکن معترض نے ما حقہ تتبع نہیں کیا اور یہ فعل اہل علم کے نزدیک جہالت ہے کیونکہ اس روایت میں سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے تحدیث کی صراحت کی ہے جیسا کہ حضرت امام اسماعیل بن اسحاق القاضی نے صراحت فرمائی ہے۔

حدثنا مسدد وقال یحیی عن سفیان حدثنی عبداللہ بن السائب

(فضل الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۱۰)

....

اور حضرت علامہ تقی الدین السبکی نے اسی طرف اشارہ کیا:

وصرح الثوری بالسماع فقال حدثنی عبدالله بن السائب هکذا فی کتاب القاضی اسماعیل، وعبدالله بن السائب وزاذان روی لهما مسلم وثقهما ابن معین فالاسناد واذا صحیح. (شفاالسقام۔۴۵)	امام سفیان ثوری نے سماع کی صراحت فرمائی ہے اور حدثنی عبداللہ بن السائب کہا ہے جیسا کہ کتاب فضل الصلاۃ علی النبی: میں ہے اور عبداللہ بن السائب اور زاذان سے امام مسلم نے روایت لی ہے اور امام ابن معین نے ان دونوں کو ثقہ کہا ہے پس یہ سند صحیح ہے۔

تو اس عبارت سے ثابت ہوا کہ یہ اعتراض بالکل غلط اور عدم تتبع کا نتیجہ ہے بلکہ سراسر جہالت وحماقت ہے۔

دوسرا بڑا اعتراض جو اس حدیث شریف پر کیا جاتا ہے وہ یہ کہ اس کا ایک راوی زاذان ضعیف ہے۔ (ملاحظہ ہو توحید خالص ص ۱۱۷ از مسعود الدین عثمانی و آئینہ تسکین الصدور ص ۹۷ از شیر محمد دیوبندی مماتی)

یہ ٹھیک ہے کہ بعض محدثین نے اس راوی پر جرح کی ہے لیکن وہ ایسی جرح نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے یہ راوی متروک اور بالکل ضعیف گردانا جائے بلکہ اکثر جرحیں تو مبہم ہیں جو کہ مرجوح ہیں جبکہ اس کے معدلین جارحین سے زیادہ ثقہ اور معتبر ہیں۔

امام ذہبی لکھتے ہیں:

ثقہ: (الکاشف،۱:۲۴۶)

امام عجلی فرماتے ہیں:

....

ثقہ (ثقہ ہے)

(تاریخ ثقات ص۱۶۳)

امام ابن عدی فرماتے ہیں:

واحادیثه لابأس بها اذا روی عنه ثقة:	اس کی احادیث میں کوئی حرج نہیں (صحیح ہیں)
وانما رماه من رماه بکثرة کلامه	جب اس سے راوی ثقہ ہو اور اس میں صرف اس
(الکامل، ۳: ۱۰۹۱)	کے کثرت کلام کی وجہ سے کلام کیا ہے۔

اور امام یحیٰی بن معین نے فرمایا:

ثقة لا تسائل عن مثل هو لاء	یہ ایسا ثقہ ہے کہ اس جیسوں کے بارے میں سوال
(تہذیب الکمال، جلد۲ ۲۵)	ہی نہ کرو۔

امام ابن سعد نے کہا کہ: کاثقۃ کثیر الحدیث ثقہ اور کثیر الحدیث ہے۔ (تہذیب التھذیب، ۳: ۳۰۳)

امام خطیب بغدادی نے فرمایا کہ ثقہ ہے۔ (تاریخ بغداد ۸: ۴۸۷)

علامہ ابن القیم نے لکھا ہے:

وزاذان من الثقات، روی عن اکابر الصحابة	زاذان ثقہ راویوں میں سے ہے۔ یہ بڑے بڑے
کعمر وغیره وروی له مسلم فی صحیحه	صحابہ کرام جیسے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ
قال یحیی بن معین: ثقه. وقال حمید بن	سے روایت کرتا ہے۔ اس سے امام مسلم نے اپنی
هلال وقد سئل عنه: هو ثقة لا تسأل عن	صحیح میں روایت لی ہے۔ امام یحیی بن معین نے
مثل هو لاءِ.	فرمایا ثقہ ہے۔ حمید بن ہلال نے کہا ایسا ثقہ ہے

....

کہ ان جیسوں کے بارے میں سوال نہ کر۔ (کتاب الروح ص ۸۰ المسائلۃ السادسۃ)

لہذا ثابت ہوا کہ یہ راوی ثقہ ہے۔

اگر کہا جائے کہ اس کو امام حاکم نے: لیس بالمتین کہا ہے اور جرح مفسر ہے تو ہم عرض کریں گے کہ اگر یہ جرح مفسرَ ہے تو غیر مقلدین کیا فرمائیں گے اس مسئلہ میں کہ فاتحہ خلف الامام کے بارے میں وہابیہ کی مؤید حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ جو کہ مسلم شریف میں: من صلی صلاۃ فلم یقرأفیھا بام القران فھی خداج خداج خداج غیر تمام۔ میں راوی علاء بن عبدالرحمٰن پر بھی یہی جرح ہے تو کیا وہ اس حدیث کو چھوڑنے پر راضی ہوں گے؟

اور اسی طرح فاتحہ خلف الامام کے سلسلہ میں مرکزی راوی مکحول شامی پر بھی یہ جرح ہے تو کیا وہ بھی مردود ہوگا؟

ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی نے یہ جرح نقل کی ہے

''سلمہ بن کہیل نے کہا ابوالبختر ی کو میں اس سے اچھا سمجھتا ہوں''

(توحید خالص دوسری قسط ص ۱۵)

عثمانی اس سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ زاذان ضعیفِ راوی ہے۔

حالانکہ یہ جرح تو ہے ہی نہیں کیونکہ ابوالبختر ی سعید بن فیروز الطائی ثقہ اور ثبت راوی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ (تہذیب الکمال ۲۷۹/۷)

حدیث نمبر ۱۷:

واخبرنا ابو الحسين بن بشران و ابو القاسم عبدالرحمن بن عبدالله الحرقی قالا أنبأ حمزه بن محمد بن العباس ثنا احمد بن الوليد ثنا ابو احمد الزبيری ثنا اسرائيل عن ابی يحيی عن مجاهد عن ابن عباس قال ليس احد من امة محمد صلی الله وسلم يصلی عليه صلاة الا وهی تبلغه ،يقول له الملک فلان يصلی عليک كذا و كذا صلاة.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امت محمدیہ علی صاحبھا الصلاۃ والسلام کا جو فرد بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دیا جاتا ہے ۔ایک فرشتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتا ہے کہ فلاں آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس طرح درود شریف پڑھتا ہے۔

تخریج حدیث:

مسند اسحاق بن راہویہ لامام اسحاق بن راہویہ بحوالہ القول البدیع للسخاوی ،۱۵۳ الباب رابع

طبقات الشافعیہ الکبریٰ امام عبدالوہاب السبکی ،۱:۱۶۹

یہ روایت بظاہر موقوف ہے لیکن حکماً مرفوع ہے کیونکہ ایسے الفاظ محض اجتہاد سے نہیں کہے جا سکتے ۔

اور یہ اصول ہے کہ جب صحابی رضی اللہ عنہ ایسے الفاظ فرمائے جو اجتہادی نہ ہوں تو وہ روایت مرفوع شمار ہوگی ۔

تو اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فرشتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور کے پاس کھڑا رہتا ہے ۔جب بھی کوئی آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ اس آدمی کا درود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے ۔

اس حدیث شریف کا ایک معروف شاہد حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے ۔

....

یاعمار ان اللّٰہ تعالیٰ اعطی ملکامن الملائکۃ اسماع الخلائق کلھا فھو قائم عند قبری الی ان تقوم الساعۃ فلیس احد یصلی علی صلاۃ و فی روایۃ البزار. فلایصلی علی احد الی یوم القیامۃ الاابلغنی باسمہ واسم ابیہ. ھذا فلان بن فلان قد صلی علیک.

اے عمار اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جسے خدا نے تمام مخلوق کی بات سن لینے کی طاقت عطا فرمائی ہے قیامت تک وہ میری قبر منورہ پر کھڑا ہے جو کوئی بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے یہ فرشتہ مجھ کو وہ درود پہنچا دیتا ہے۔ اور بزار کی روایت میں ہے کہ جو کوئی مجھ پر قیامت تک کیلئے درود پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ اس آدمی کے نام اور اس کے باپ کے نام کے ساتھ (یہ عرض کرتے ہوئے) کہ فلاں بن فلاں نے آپ پر درود بھیجا ہے مجھے پہنچا دیتا ہے

تخریج حدیث:

۱۔ مسند البزار امام بزار، ۴: ۴۷ (کشف الاستار) باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۲۔ التاریخ الکبیر امام بخاری، ۶: ۴۱۶

۳۔ الکامل امام ابن عدی، ۵: ۱۷۴۷

۴۔ القند فی ذکر علماء سمرقند امام عمر بن محمد النسفی، ۵۵۰

۵۔ الضعفاء الکبیر للامام عقیلی، ۳: ۲۴۹

۶۔ کتاب العظمۃ امام ابوالشیخ الاصبہانی، ۲: ۷۶۳ باب ذکر الملائکۃ الموکلین فی السمٰوت والارضین۔ (صفحہ ۱۲۵ دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۴ء)

۷۔ کتاب المعجم لابی سعید احمد ابن الاعرابی، ۱: ۲۶۰

۸۔ الترغیب والترہیب امام ابوالقاسم الاصبہانی قوام السنۃ، ۲: ۳۱۹ (الترغیب فی الصلاۃ علی

....

النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

۹۔ طبقات الشافعیہ الکبریٰ للتاج الدین السبکی ، ۱:۱۶۹

۱۰۔ المعجم الکبیر للامام طبرانی (بحوالہ القول البدیع) ص ۱۱۲

۱۱۔ تاریخ دمشق للامام ابن عساکر . . . .

۱۲۔ مسند للامام حارث (بغیۃ الباحث عن زوائد مسند الحارث ۲/ ۹۶۳ برقم ۱۰۶۳

۱۳۔ کتاب الصلوٰۃ ابن ابی عاصم ص ۴۳ برقم (۵۱)

۱۴۔ امالی لابن الجراح القول البدیع ص ۱۱۲ للامام سخاوی

۱۵۔ احکام ابوعلی الحسن بن نصر الطوسی . . . .

۱۶۔ الجرح والتعدیل ابن ابی حاتم ، ۶:۲۹۶ باب الحاء

اور بعض روایات میں الفاظ زیادہ ہیں:

یا احمد فلان بن فلان یصلی علیک یسمیه باسمه و اسم ابیه فیصلی الله علیه مکانها عشرًا۔

فرشتہ عرض کرتا ہے یا نبی اللہ صلی اللہ علیک وسلم فلاں بیٹا فلاں کا اس کا نام اور اس کے باپ کا نام لے کر کہتا ہے کہ اس نے آپ پر درود پڑھا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس شخص پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

۱۷۔ (کتاب المعجم لابن الاعرابی ، ۱:۲۰۶)

اور بعض روایات میں عشرًا کی جگہ یہ الفاظ ہیں:

ان یصلی علی ذلک العبد عشرین بکل صلاۃ۔

کہ اس بندہ پر اللہ تعالیٰ ہر درود شریف کے بدلے بیس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

....

(عقیلی ۳: ۲۴۹)

تو اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ ایک فرشتہ کو اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کی آوازیں سننے کی طاقت عطا فرمائی ہے۔ جب ایک فرشتہ مدینہ شریف میں روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کھڑا ہو کر ساری کائنات کی آوازیں سن سکتا ہے اور یہ شرک نہیں تو پھر پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی سماعت کے بارے میں شک کرنا اور اس کو شرک کہنا کہاں کی مسلمانی ہے۔

حضرت علامہ عبدالرؤف المناوی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

ای قوة یقتدر بها علی سماع ما ینطق به کل مخلوق من انس وجن وغیر هما.
(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ۲: ۴۸۳)

یعنی اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کو ایسی قوت عطا فرمائی ہے کہ انسان اور جن اور اس کے سوا تمام مخلوق الٰہی کی زبان سے جو کچھ نکلتا ہے اس کو سنتا ہے۔

حضرت علامہ العزیزی تحریر فرماتے ہیں:

فی ای موضع کان

یعنی چاہے وہ آواز کہیں کی بھی ہو (دور و نزدیک کسی جگہ کی قید نہیں ہے)۔

امام العزیزی ہی فرماتے ہیں:

قال الشیخ حدیث حسن

کہ یہ حدیث حسن ہے۔

حضرت علامہ زرقانی مالکی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

ای قوة یقتدر بها علی سماع ما ینطق به کل مخلوق من انس وجن وغیرهما

یعنی اس کو اتنی قوت دی گئی ہے۔ کہ وہ کائنات کی جملہ مخلوق کے جو منہ سے نکلتا ہے جن وانس وغیرہما

....

(زرقانی شرح المواہب،۵:۶ ۳۳۳) سے وہ اسے سننے کی قدرت رکھتا ہے۔

علامہ ابن القیم نے تحریر کیا ہے:

وقد صح عنه ان الله وکل بقبره ملائکة یبلغونه عن امته السلام .

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ صحیح سند سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قبر پر فرشتے موکل فرمائے ہیں جو کہ آپ کی امت کا سلام آپ کو پہنچاتے ہیں۔

(کتاب الروح ۳۷ (المسألۃ السادسۃ اعادۃ الروح المیت فی القبر)

تو حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ درود نزدیک سے سننا اور ہر مخلوق کی آواز سننا یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اس کی عطا اور مہربانی کے ساتھ اس کی مخلوق میں سے جسے وہ چاہے یہ طاقت عنایت فرمادے۔ ذلک فضل الله یوتیه من یشآء .

تو یہاں سے ان لوگوں کی جہالت بھی آشکار ہوتی ہے کہ جو فوزا ایسے معاملات پر شرک کا فتوٰی جڑ کر خود گمراہی کی دلدل میں پھنس جاتے ہیں۔

یہ قوت سماعت ایک ایسے فرشتے کی ہے جو کہ ہمارے آقا مولا صلی اللہ علیہ وسلم کا ادنیٰ غلام اور امتی ہے۔ جب یہ امتی کا حال ہے آقا کا کیا حال ہوگا؟

چاہیں تو اشاروں سے اپنے کایا ہی پلٹ دیں دنیا کی

یہ تو شان ہے خدمت گاروں کی سردار کا عالم کیا ہوگا

قبر شریف پر کھڑے فرشتے کا اسم مبارک

اس مبارک فرشتے جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور پر موکل ہے کے نام کے بارے میں بعض کتابوں میں ہے۔

....

حضرت علامہ جلال الدین السیوطی فرماتے ہیں:

الملک المؤکل بقبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الذی اعطی اسماع الخلائق وقیل اسماؤھم اسمہ مطروس.

(الکنز المدفون والفلک المشحون للسیوطی، ۳۶۶)

وہ فرشتہ جو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر موکل ہے۔جس کو تمام مخلوق کی آواز سننے کی طاقت عنایت فرمائی گئی ہے کہا گیا ہے کہ فرشتوں کے نام ہیں اور اس موکل فرشتہ کا نام مطروس (علیہ السلام) ہے۔

جبکہ اس کے برعکس حضرت علامہ مجدالدین الفیروزآبادی اور حضرت علامہ شمس الدین السخاوی نے ابن بشکوال کے حوالہ سے اس مبارک فرشتہ کا نام ''منطروس'' نقل فرمایا ہے۔ملاحظہ فرمائیں الصلات والبشر،۱۰۳ اور القول البدیع،۱۱۶۔

ممکن ہے کہ علامہ سیوطی کی کتاب میں کتابت کی غلطی کی وجہ سے میم کے بعد نون چھوٹ گیا ہو۔یا اس کی الٹ بھی ہوسکتا ہے۔(واللہ اعلم بالصواب)

اعتراض:

اس حدیث شریف پر ایک تو اعتراض یہ کیا جاتا ہے جیسا کہ حضرت علامہ امام ذہبی نے کیا ہے:

تفرد بہ اسماعیل بن ابراھیم اسناداً ومتناً

کہ اس روایت میں نعیم بن ضمضم سے اسماعیل بن ابراہیم روایت کرنے میں متفرد ہے۔

(اور وہ ہے بھی ضعیف)

(میزان الاعتدال ۱:۲۱۳)

جواب:

....

حیرت ہے کہ امام ذہبی جیسا متبحر عالم دین فرما رہا ہے کہ اس حدیث میں اسماعیل بن ابراہیم متفرد ہے۔ حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ اس کے متابع امام بزار کی سند میں:

ابو احمد اور امام سفیان بن عیینہ ہیں۔

اور ابن الاعرابی کی سند میں اس کا متابع ابو خالد القرشی یعنی عبدالعزیز بن ابان ہے۔

اور امام عقیلی کی سند میں اس کا متابع علی بن القاسم الکنزی ہے۔

اور امام ابوالشیخ ابن حیان کی سند میں اس کا متابع قبیصہ بن عقبہ ہے۔

جب اس کے اتنے متابع موجود ہیں تو پھر یہ اعتراض بالکل بے کار ہے کہ اس میں اسماعیل بن ابراہیم متفرد ہے۔

دوسرا اعتراض:

اس روایت کی سند میں نعیم بن ضمضم ہے جس کے بارے میں امام ذہبی نے لکھا ہے:

ضعفه بعضهم — اس کو بعض نے ضعیف کہا ہے۔

(میزان الاعتدال ۴: ۲۷۰)

جواب:

سوال یہ ہے کہ وہ بعض کون ہیں کہ جنہوں نے اس کو ضعیف کہا ہے جب تک جارح کا پتہ نہ ہو جرح بیکار ہے۔

حضرت امام علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

وما عرفت الى الآن من ضعفه — میں ابھی تک نہیں جان سکا کہ اس کو ضعیف کہنے والا کون ہے۔

(لسان المیزان ۶: ۱۶۹)

....

تیسرااعتراض:

اس روایت میں عمران بن الحمیری جس کے بارے میں امام منذری فرماتے ہیں:

لا یعرف یعنی یہ مجہول ہے کون ہے پتہ نہیں ہے۔

(الترغیب والترہیب،۲:۵۰۰)

جواب:

یہ راوی مجہول نہیں بلکہ ثقہ ہے جیسا کہ امام سخاوی فرماتے ہیں:

بل هو معروف یعنی یہ مجہول نہیں بلکہ معروف ہے۔

(القول البدیع،۱۱۲)

امام ابن حبان نے اس کو کتاب الثقات میں ذکر کیا ملاحظہ فرمائیں کتاب الثقات ۵:۲۲۳

مولوی عبدالرحمٰن مبارکپوری نے لکھا ہے:

فان المحدثین قداعتدوا بثقات ابن حبان وصرحوا بانه یرتفع الجهالة عمن قیل انه مجهول بتوثیقه. بے شک محدثین نے ابن حبان کی ثقات پر اعتماد کیا ہے اور انہوں نے صراحت کی ہے کہ ابن حبان کا کتاب الثقات میں ذکر کرنا راوی کو جہالت سے نکال دیتا ہے (یعنی اس راوی سے جہالت اٹھ جاتی ہے)

(ابکارالمنن فی تقید آثارلسنن ص ۱۳۹ باب فی القرآۃ خلف الامام)

اور پھر اس حدیث کے شواہد بھی موجود ہیں لہٰذا یہ اپنے شواہد کے ساتھ حسن یا صحیح حدیث ہے:

شاہد نمبر ۱:

....

قال الديلمي انباء ناوالدى انبأنا ابو الفضل الكرابيسى انبأنا ابو االعباس بن تركان حدثنا موسىٰ بن سعيد حدثنا احمد بن حماد بن سفيان حدثني محمد بن عبدالله بن صالح المروزى ،حدثنا بكربن خراش عن قطر بن خليفة عن ابى الطفيل عن ابى بكر الصديق قال قال رسول الله ﷺ اكثروالصلاة على فان الله وكل بى ملكا عند قبرى فاذا صلى على رجل من امتى قال :بى ذلك الملك يا محمد ان فلاں بن فلاں صلى عليك الساعة.

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر زیادہ درود پڑھا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ میری قبر پر مقرر فرمایا ہے پس جب میری امت میں سے کوئی شخص مجھ پر درود پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ عرض کرتا ہے کہ یا رسول اللہ فلاں بن فلاں نے اس گھڑی آپ پر درود پڑھا ہے۔

(الدیلمی مسند الفردوس بحوالہ کنز العمال ۱:۴۹۴، زرقانی ۵:۳۳۵، اللالی المصنوعۃ للسیوطی ۱:۲۸۴ کتاب المناقب)

شاہد نمبر۲:

عن ابى امامة الباهلى رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى على صلاة صلى الله عليه عشرابها ملك موكل حتى يبلغنيها.

(المعجم الکبیر للطبرانی ۸ رقم ۷۶۱۱، القول البدیع ۱۱۳، جلاء الافہام ۳۹)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں فرمائیں گے۔ اور ایک فرشتہ مقرر ہے جو کہ مجھے وہ درود شریف پہنچا دیتا ہے۔

تو ثابت ہوا کہ یہ حدیث شریف اپنے شواہد کے ساتھ صحیح ہے۔

حدیث نمبر ۱۸:

اخبرنا علی بن محمد بن بشران أنبأ ابو جعفر الرازلی ثنا عیسی بن عبدالله الطیالسی ثنا العلاء بن عمر والحنفی ثنا ابو عبد الرحمن عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم :قال
من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی علی نائیًاابلغته.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے میری قبر کے پاس مجھ پر درود شریف پڑھا میں اس کو خود سنتا ہوں اور جس نے قبر سے دور پڑھا وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔

ابوعبد الرحمن هذا هو محمد بن مروان السدی فیما أری وفیه نظر وقد مضی ما یوکده.

ابوعبدالرحمٰن وہ محمد بن مروان سدی ہے میرے نزدیک اس میں نظر ہے۔(ضعیف ہے) مگر اس حدیث کی تائید گذشتہ احادیث سے ہوتی ہے۔

تخریج حدیث:

الترغیب والترهیب للامام ابی القاسم الاصبهانی ،۲:۷ ۳۱ باب الترغیب فی الصلوٰة علی النبی صلی الله علیه وسلم

طبقات الشافعیة الکبریٰ للامام تاج الدین السبکی ،۱:۸۷

شعب الایمان للامام بیہقی ،۲:۲۱۸ باب فی تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم واجلالہ وتوقیرہ۔

رسائل القشیریہ للامام ابی القاسم القشیری ،۱۷

تاریخ بغداد امام ابوبکر الخطیب البغدادی ،۳:۲۹۲

اس روایت سے بعض لوگ یہ استدلال کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قریب

....

سے پڑھنے والے کا درود شریف تو خود بنفس نفیس سماعت فرماتے ہیں لیکن دور سے خود نہیں سنتے بلکہ فرشتوں کے ذریعے آپ کو پہنچایا جاتا ہے جیسا کہ اس روایت میں موجود ہے۔

اور اگر آپ خود سماعت فرماتے ہوتے تو یہ نہ فرماتے کہ جو دور سے پڑھے وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے تو پہلے نمبر پر تو یہ کہ یہ حدیث موضوع ہے لہٰذا اس کو صحیح روایات کے مقابلہ میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ اس میں ایک راوی ہے۔ ابوعبدالرحمٰن محمد بن مروان السدی جو کہ نہایت ہی ضعیف بلکہ متھم بالکذب ہے۔

امام ذہبی فرماتے ہیں:

تر کوه ،واتهمه بعضهم قال البخاری: سکتوا عنه و هو مولی الخطابیین لا یکتب حدیثه البتة وقال ابن معین لیس بثقة .وقال احمد:ادرکته قد کبر فترکته نصر بن مزاهم وهو متهم وقال ابن عدی ،الضعف علی روایته بین.

(میزان الاعتدال ج۴ ۳۳)

محدثین نے اسے ترک کر دیا اور بعض نے اس پہ جھوٹ کی تہمت لگائی ہے بخاری نے کہا ''سکتوا عنہ'' اور ''مولی خطابیین'' ہے۔ اس سے ہرگز حدیث نہیں لکھی جائے گی۔ ابن معین نے کہا کہ وہ ثقہ نہیں ہے۔ امام احمد نے فرمایا میں نے اس کو پایا کہ وہ بوڑھا ہو چکا تھا میں نے اس کو ترک کر دیا نصر بن مزاہم نے اس کو متھم با کذب کیا امام اجمش نصر بن مزاہم نے اس کو متھم بالکذب کیا امام ابن عدی نے کہا کہ اس کی روایات پر ضعف ظاہر ہے

امام عقیلی فرماتے ہیں:

عن ابن نصیر یقول محمد بن مروان الکلبی کذاب لااصل بمحفوظ ولا

ابن نصیر نے کہا کہ یہ کذاب ہے (امام عقیلی نے فرمایا) کہ اس کی اس حدیث جو کہ امام اعمش

....

يتابعه الامن هو دونه.

(الضعفاء الكبير۴: ۱۳۶۔۱۳۷)

سے ہے کی کوئی اصل نہیں ہے اور یہ محفوظ نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی متابع ہے مگر وہ اس سے بھی گیا گزرا ہے۔

حضرت امام علامہ المزی فرماتے ہیں:

قال عبدالسلام بن عاصم عن جرير بن عبدالحميد : كذاب وقال عباس الدوری والغلابی عن يحيى بن معين ليس بثقة وقال محمد بن عبدالله بن نمير ليس بشي :وقال يعقوب بن سفيان الفارسي: ضعيف غير ثقة وقال صالح بن محمد البغدادی الحافظ كان ضعيفا و كان يضع الحديث ايضا وقال ابو حاتم ذاهب الحديث متروك الحديث لا يكتب حديثه البتة وقال البخاری لا يكتب حديثه البتة وقال النسائي: متروک الحديث وقال فی موضع آخر ليس بثقة لا يكتب حديثه.

(تھذیب الکمال ۱۷: ۲۰۷)

جریر بن عبدالحمید نے کہا کذاب ہے امام یحیی بن معین نے کہا ثقہ نہیں ہے (ضعیف ہے) محمد بن عبداللہ بن نمیر نے کہا۔ یہ لیس بشی (کچھ بھی نہیں) ہے۔ یعقوب بن سفیان نے کہا ثقہ نہیں بلکہ ضعیف ہے۔ صالح بن محمد البغدادی نے کہا ضعیف ہے اور حدیث وضع بھی کرتا (گھڑ لیتا) تھا۔ امام ابو حاتم نے کہا کہ یہ ذاھب الحدیث ہے۔ متروک الحدیث ہے اس سے حدیث ہر گز نہ لکھی جائے۔ امام بخاری نے کہا اس سے حدیث ہرگز نہ لکھی جائے امام نسائی نے فرمایا متروک الحدیث ہے اور دوسری جگہ فرمایا یہ ثقہ نہیں۔ اس سے حدیث نہ لکھی جائے گی۔

امام محمد ابن حبان فرماتے ہیں:

....

كان ممن يروى الموضوعات عن الاثبات لايحل كتابة حديثه الاعلى جهة الاعتبار ولا الاحتجاج به بحال من الاحوال.
(کتاب المجروحین من المحدثین والضعفاء والمتروکین ۲:۶:۲۸)

یہ ثقات راویوں سے موضوعات روایت کرتا ہے اس سے حدیث لکھنی جائز نہیں ہے مگر اعتبار کے طور پر جہاں تک اس سے احتجاج کا معاملہ ہے تو وہ کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے۔

امام ابن جوزی فرماتے ہیں:

وقال يحيى: ليس بثقة وقال مرة ليس بشیٔ وقال ابراهيم كذاب وقال السعدى: ذاهب وقال النسائى وابو حاتم الرازى والازدى متروک الحديث ....قال الدار قطنى ضعيف.
(کتاب الضعفاء والمتروکین للابن الجوزی ۳:۹۸)

یحیی بن معین نے کہا کہ ثقہ نہیں اور ایک جگہ فرمایا: لیس بشی: ابراہیم نے کہا کذاب ہے سعدی نے کہا ذاہب الحدیث ہے۔ امام نسائی ابو حاتم رازی اور امام ازدی نے کہا متروک الحدیث، امام دارقطنی نے کہا کہ یہ ضعیف ہے۔

امام برھان حلبی فرماتے ہیں:

قال صالح بن محمد ضعيف يضع.
(الکشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث للحلبی ۲۴۷)

صالح بن محمد نے فرمایا کہ یہ ضعیف ہے اور احادیث وضع کرتا ہے۔

اور اسی طرح دیگر بے شمار محدثین نے اس راوی پر بڑی سخت جرحیں کی ہیں اور کسی ایک بھی معتبر محدث سے اس کی تعدیل مروی نہیں جس سے یہ معلوم ہوا کہ اس راوی کی یہ روایت نہ صرف ضعیف ہے بلکہ موضوع جیسا کہ: علامہ ابن الھادی نے کہا۔

هذا الحديث موضوع على رسول الله

یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وضع کی گئی

....

صلى الله عليه وسلم ليس له اصل ولم يحدث به ابو هريرة ولا ابو صالح ولا الا عمش و محمد بن مروان السدی متهم بالكذب و الوضع.

ہے اس کی کچھ اصل نہیں ہے اور نہ ہی اس کو حضرت ابو ہریرہ نے روایت کیا اور نہ ابو صالح نے اور نہ ہی اعمش نے اور محمد بن مروان السدی متھم بالکذب اور متھم بالوضع ہے۔

(الصارم المنکی،۲۸۳)

تو ثابت ہوا کہ یہ روایت موضوع ہے۔اس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دور سے سننے کا انکار کرنا سراسر جہالت وحماقت ہے۔

دوسری علت:

اس روایت میں محمد بن مروان کے ساتھ ساتھ اس سے روایت کرنے والا راوی العلاء بن عمرو الحنفی بھی متکلم فیہ ہے۔

حضرت علامہ ابن حجر وعلامہ ذہبی فرماتے ہیں:

العلاء بن عمرو الحنفی الكوفی متروک وقال ابن حبان لايجوز الا حتجاج به بحال .....وقال الازدی لايكتب حديثه وقال النسائی ضعيف.... وقال العقيلی بعد تخريجه منكر ضعيف المتن لااصل له.

(لسان المیزان ۴: ۱۸۵۔۱۸۶ میزان الاعتدال ۳: ۱۰۳)

متروک ہے اور ابن حبان نے کہا کہ کسی حال میں بھی اس سے احتجاج نہیں کیا جائے گا۔ازدی نے کہا کہ اس سے حدیث نہیں لکھی جائے گی۔ امام نسائی نے فرمایا کہ یہ ضعیف ہے اور امام عقیلی نے اس کی ایک حدیث کی تخریج کے بعد فرمایا کہ یہ حدیث منکر ہے اور ضعیف المتن ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

تیسری علت:

....

یہ حدیث منکر ہے

یہ حدیث چونکہ صحیح احادیث کی مخالف ہے جو کہ ابھی آگے آ رہی ہیں اور اس میں دو راوی زبردست ضعیف ہیں لہٰذا اصول حدیث کے تحت منکر روایت ہے اور منکر روایت سے استدلال جائز نہیں ہے۔

چوتھی علت:

اس روایت میں ایک راوی امام اعمش ہیں جو کہ اگرچہ بہت بڑے امام ہیں لیکن مدلس ہیں اور مدلس راوی جب عن: سے روایت کرے تو اس کی روایت بالاتفاق مردود ہوگی۔

حضرت علامہ ابن حجر فرماتے ہیں:

سلیمان بن مهران الاعمش محدث الکوفة وقارئها وکان یدلس وصفه بذلک الکرابیسی والنسائی والدار قطنی وغیرهم.

سلیمان بن مہران بن الاعمش کوفہ کے محدث اور قاری ہیں اور تدلیس کرتے ہیں ان کو وصف تدلیس کی طرف موصوف کیا امام کرابیسی، امام نسائی اور امام دارقطنی وغیرھم نے۔

(طبقات المدلسین ۳۳، النکت علی کتاب ابن الصلاح ج۲: ۶۴۰ المرتبۃ الثالثۃ النوع الثانی عشر۔ معرفۃ التدلیس)

مدلس کا عنعنہ بالاتفاق مردود ہے

قاضی عبدالوہاب الملخص میں فرماتے ہیں:

التدلس جرح وان من ثبت انه کان یدلس لا یقبل حدیثه مطلقا.

(النکت علی الکتاب ابن الصلاح ۲:۶۳۲، فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث ۱:۱۸۴)

تدلیس جرح ہے اور جس سے ثابت ہو جائے کہ وہ تدلیس کرتا ہے تو اس کی روایت مطلقاً قبول نہیں کی جائے گا۔

....

امام شافعی فرماتے ہیں:

فقلنا لا نقبل من مدلس حديثا حتى يقول: حدثني او سمعت.

پس ہم کہتے ہیں کہ ہم مدلس کی روایت قبول نہیں کرتے مگر جب وہ حدثنی یا سمعت کے لفظ نہ بولے۔

(الرسالۃ فی اصول الفقہ للشافعی ص ۳۸۰ فقرہ ۱۰۳۵)

حضرت امام نووی تحریر فرماتے ہیں:

والمدلس اذا قال :عن :لا يحتج به لو كان عدلا ضابط.

(المجموع شرح المہذب ۳:۱۰۷، ۵:۱۲۳۔۱۵۸)

اور مدلس جب ''عن'' کے ساتھ روایت کرے تو وہ قابل حجت نہیں ہوگا اگر چہ عادل وضابطہ ہی کیوں نہ ہو۔

امام ابن عبدالبر فرماتے ہیں:

الا ان يكون الرجل معروفا بالتدليس ،فلا يقبل حديثه حتى يقول :حدثنا او سمعت فهذا مالا أعلم فيه ايضاً خلافا.

(مقدمۃ التمہید لمافی الموطا من المعانی ولا سانید ا:۱۳)

ایسا راوی جو کہ صفت تدلیس کے ساتھ معروف ہو اس کی حدیث ہرگز قبول نہیں کی جائیگی جب تک کہ وہ ''حدثنا'' یا ''سمعت'' نہ کہے۔ یہ وہ مسئلہ ہے کہ اس میں بھی مجھے کسی کے اختلاف کا علم نہیں ہے۔

تو ثابت ہوا کہ مدلس روایت قابل قبول نہیں ہوتی اور مذکورہ بالا حدیث کا مدار چونکہ امام سلیمان بن مھران الاعمش پر ہے جو کہ مدلس ہیں اور وہ روایت بھی ''عن'' کے ساتھ کر رہے ہیں ۔لہذا یہ روایت قابل قبول نہیں ہوسکتی۔

امام ابن رجب حنبلی نقل فرماتے ہیں:

....

وقال الشا ذ کونی : من اراد التدین بالحدیث فلا یأ خذ عن الا عمش ولا عن قتادة الا ما قالا "سمعناه".

امام شاذکونی نے فرمایا کہ جو شخص تدین بالحدیث چاہتا ہے تو وہ امام اعمش اور قتادہ سے روایت نہ لے۔ جب کہ وہ سمعنا (ہم نے سنا) کے لفظ نہ بولیں

(شرح العلل الترمذی، ۱: ۳۵۳ باب السادس ان لا یکون مدلسا)

محمد بن مروان السدی الصغیر کا متابع

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ چونکہ ابوالشیخ کی سند میں محمد بن مروان السدی کا متابع ابو معاویہ ہے جو کہ ثقہ ہے جیسا کہ حضرت امام ابوالحسن علی بن محمد بن الکنانی فرماتے ہیں۔

وتابع السدی عن الاعمش فیه ابو معاویة اخرجه ابو الشیخ قلت سند ہ جید کما نقله السخاوی عن شیخه الحافظ ابن حجر

(تنزیہ الشریعہ، ۱: ۳۳۵ کتاب المناقب والمثالیب الفصل الثانی) پ

اس میں سدی کا امام اعمش سے تابع ابومعاویہ ہے۔ اس سند کا ابوالشیخ نے اخراج کیا ہے میں کہتا ہوں کہ اس کی سند جید ہے جیسا کہ سخاوی نے اپنے شیخ ابن حجر سے نقل فرمایا ہے۔

ابوالشیخ کی روایت اس طرح ہے:

حدثنا عبدالرحمن بن احمد الا عرج حدثنا الحسین بن الصباح حدثنا ابو معاویة حدثنا الا عمش عن ابی صالح عن ابی هریرہ رضی اللہ عنه .قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی علی من بعید اعلمته.

ابومعاویہ اعمش سے وہ ابوصالح سے اور وہ حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو میری قبر کے قریب مجھ پر درود پڑھے میں اسے خود سنتا ہوں اور جب درود دور سے پڑھتا ہو تو اس کا مجھے علم دیا جاتا ہے۔

……………………………

(جلاء الافهام فی الصلاۃ والسلام علی خیر الانام لابن القیم،۱۹)

علامہ ابن القیم نے اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے:

وھذا الحدیث غریب جدًا. یہ بہت ہی غریب حدیث ہے۔

علامہ ابن القیم نے اس کو شاید اس لیے غریب جدًا کہا ہے اس میں ایک راوی (عبدالرحمٰن بن احمد الاعرج) مجہول الحال ہے۔

اور چونکہ اس سند میں امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے ''عن'' سے روایت کی۔ وہ چونکہ مدلس ہیں لہٰذا یہ روایت نا قابل قبول ہے۔

یہ روایت منکر ہے:

چونکہ یہ روایت ان صحیح روایات کے خلاف ہے جن میں بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ درود وسلام چاہے کہیں بھی کوئی پڑھے اس کی آواز میں سن لیتا ہوں لہٰذا یہ حدیث منکر ٹھہرے گی جیسا کہ محدثین نے اصول بیان فرمایا۔

امام ابو یحیی زکریا بن محمد الانصاری ۹۲۶ھ فرماتے ہیں:

والمنکر ماخالف فیه المستور اوالضعیف .... منکر وہ روایت ہے جس میں مستور یا ضعیف راوی ثقات کی مخالفت کرے۔

(فتح الباقی بشرح الفیۃ العراقی ص ۱۷۵)

حضرت امام سخاوی فرماتے ہیں:

ان الشاذ راویه ثقة، او صدوق غیر ضابط والمنکر راویه ضعیف بسوء حفظه او جهالته او نحو ذلک وکذا فرق فی شرح

شاذ وہ روایت ہے کہ جس کا راوی ثقہ یا صدوق غیر ضابط ہو اور منکر وہ ہے جس کا راوی ضعیف ہو سوء حفظ یا جہالت یا اس جیسی کسی اور علت کی وجہ

....

النخبة بينهما لكن مقتصراً فی کل منهما علی قسم المخالفة فقال فی الشاذ انه ماروا ه المقبول مخالفاً لمن هو اولی منه. وفی المنکر انه ما روا ه الضعیف مخالفاً والمقابل للمنکر هو المعروف . (فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث،١:٢٠٢)	سے اور جیسا کہ شرح نخبۃ الفکر میں ان دونوں میں مخالفت کی شق لگائی گئی ہے۔شاذ میں فرمایا کہ مقبول راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کرے اور منکر وہ ہے کہ ضعیف راوی ثقہ کی مخالفت کرے اور منکر کے مقابل روایت معروف کہلاتی ہے

تو چونکہ اس روایت میں محمد بن مروان السدی ضعیف بلکہ کذاب ہے جبکہ اس کے متابع والی روایت میں عبدالرحمن بن احمد الاعرج مجہول راوی ہے جبکہ اس کے مخالف روایت میں کوئی بھی راوی ایسا نہیں جیسا کہ آگے آرہا ہے تو ثابت ہوا کہ یہ روایت منکر ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دور ونزدیک سے درود وسلام کا سماعت فرمانا

حضرات انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور عنائت وعطا سے دور ونزدیک سے سنتے اور دیکھتے ہیں جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں قران پاک میں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

حَتّٰی اِذَآ اَتَوْا عَلٰی وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ یّٰاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا یَحْطِمَنَّكُمْ سُلَیْمٰنُ وَ جُنُوْدُهٗ وَ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا. (النمل،١٨۔١٩ پارہ نمبر ١٩)	یہاں تک کہ حضرت سلیمان چیونٹیوں کی وادی پر آئے ایک چیونٹی بولی اے چیونٹیوں! اپنے گھروں میں چلی جاؤ تمہیں کچل نہ ڈالیں سلیمان اور ان کا لشکر بے خبری میں تو حضرت سلیمان اس کی بات سن کر مسکرا کر ہنسے۔

....

حضرت سلیمان نے چیونٹی کی یہ آواز تین میل سے سن لی تھی جیسا کہ تفاسیر کی معتبر کتابوں میں لکھا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

تفسیر معالم التنزیل	للامام بغوی	۳:۴۱۱
روح المعانی	للامام آلوسی بغدادی	۱۰:۱۷۶
روح البیان	للامام اسماعیل حقی	۶:۳۴۴
الکشاف	للزمخشری	۳:۳۳۵
حیاۃ الحیوان الکبری	للامام الدمیری	۲:۳۷۸
تفسیر جلالین	للامام سیوطی	۳۱۸
جمل		۳:۳۰۶
مظہری		۷:۱۰۴
مدارک		۳:۳۸۰

تو قرآن کی اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام دور سے آوازیں سماعت فرماتے ہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ تین میل دور سے سننے والی تفسیری روایت کو ہم نہیں مانتے تو ہم کہیں گے کہ نہ ماننے کا کوئی علاج نہیں لیکن اتنا تو ہر کوئی مانے گا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کی آواز سنی تھی اگر تین میل سے نہیں سنی تھی تو قریب سے ہی مان لیا جائے تو بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرات انبیاء کرام عام لوگوں سے زیادہ سماعت کے مالک ہیں۔ اسی طرح حضرات انبیاء کرام دور کی اشیاء بھی دیکھتے ہیں۔ جو کہ عام اشخاص نہیں دیکھ سکتے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بصارت:

عن ابی هريرة قال: قال رسول الله صلى حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

....

الله علیه وسلم "لما کلم الله موسیٰ کان یبصر دبیب النمل علی الصفا فی لیلة الظلماءِ من مسیرة عشرة فراسخ.

(المعجم الصغیر للامام الطبرانی ۱:۶۲)

(فردوس الاخبار للامام دیلمی ۴۷۱/۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ نے کلام فرمایا تو حضرت موسیٰ اندھیری رات میں صاف پتھر پر دس فرسخ کے فاصلہ سے چیونٹی کو دیکھ لیتے تھے

علامہ الدمیری فرماتے ہیں:

وروی الدار قطنی والطبرانی فی معجم الاوسط عن ابی هریرة.

(حیاۃ الحیوان الکبریٰ ۲:۳۷۶)

اور دارقطنی اور طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے

امام شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں:

ولما کانت هذه القوة حصلت للکلیم بالتجلی فحصولها للنبی صلی الله علیه وسلم بعد الاسراء.

(نسیم الریاض شرح الشفا ۱:۳۸۱)

جب یہ قوت بصارت کلیم کو اللہ کی تجلی کیساتھ حاصل ہے تو ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے معراج کے بعد اس کا کیا حال ہوگا۔

اعتراض:

امام طبرانی فرماتے ہیں:

تفرد به هانی بن یحییٰ

اس ہانی بن یحییٰ متفرد ہے

جواب:

اگر ھانی بن یحییٰ متفرد بھی ہوتا تو کوئی بات نہ تھی کیونکہ وہ ثقہ راوی ہے جیسا کہ امام ابن

....

حبان نے اس کو ''کتاب الثقات'' میں ذکر کیا ہے (۹: ۲۴۷) لیکن یاد رہے کہ اس حدیث میں ھانی بن یحییٰ متفرد نہیں ہے بلکہ اس کا ثقہ تابع امام قاضی عیاض کی روایت (کتاب الشفا ۱: ۴۳) میں ''ھمام'' ہے۔

امام ملا علی قاری فرماتے ہیں:

وھو ابن یحیی بن دینار العودی قال الحلبی وغیرہ.	کہ امام حلبی وغیرہ نے کہا کہ یہ ھمام بن یحییٰ بن دینار العودی ہے۔

(شرح شفا علی القاری ۱: ۳۸۰، حاشی علی نسیم الریاض)

اور امام خفاجی فرماتے ہیں:

ھو ھمام بن الحارث النخعی الکوفی.	کہ یہ ھمام بن الحارث النخعی کوفی ہے۔

نسیم الریاض ۱/ ۳۸۰

ان دونوں راویوں میں سے چاہے کوئی ایک راوی بھی ہو کیونکہ دونوں ثقہ ہیں۔ لہٰذا یہ اعتراض اٹھ گیا کہ اس میں ھانی متفرد ہے۔

اعتراض نمبر۲:

اس میں ایک راوی حسن بن ابی جعفر الجفر ی ہے جو کہ ضعیف ہے۔

جواب:

اگر چہ اس پر بعض محدثین کا کلام ہے لیکن کسی نے اس کو کذاب نہیں کہا کہ اس کی احادیث موضوع ہوں کیونکہ

امام ابن عدی فرماتے ہیں:

....

وھو عندی ممن لا یتعمد الکذب. میرے نزدیک وہ جھوٹ نہیں بولتا۔

(میزان الاعتدال ۱:۴۸۲)

اور امام عبدالرحمٰن مہدی نے اس پر جرح سے رجوع فرمالیا تھا۔ آپ فرماتے ہیں:

تفکرت فیہ اذا کان یوم القیامۃ قام متعلق بی وقال: رب سل عبدالرحمن فبم اسقط عدالتی؟ وما کان لی حجۃ عند ربی. فرأیت ان احدّث عنہ.

(میزان الاعتدال ۱:۴۸۳)

میں نے غور وفکر کیا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو یہ شخص کھڑا ہو کر میرے متعلق کہے گا۔ کہ اے رب عبدالرحمٰن سے پوچھ کہ اس نے کیوں میری عدالت ساقط کی تو میرے پاس اس پر جرح کی کوئی دلیل نہیں ہوگی۔ پس میں نے دیکھا کہ اس سے روایت لینی چاہیئے۔

اگر اس راوی کی روایت ضعیف بھی ثابت ہو جائے تب بھی کوئی جرح نہیں کیونکہ یہ فضیلت ہے اور فضائل میں ضعیف حدیث بالاتفاق قبول ہے۔

جب دیگر انبیاء کرام کی سماعت وبصارت کا یہ حال ہے تو سب نبیوں کے امام وسردار حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سماعت وبصارت کا کیا حال ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بصارت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ قد رفع لی الدنیا فأنا انظر الیھا والی ماھو کائن فیھا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ھذہ.

بے شک اللہ عزوجل نے ساری دنیا میرے سامنے کردی ہے تو میں اسے اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھ رہا

....

ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔

۱۔ (کتاب الفتن والملاحم النعیم بن حماد ۱/۱)

۲۔ (المعجم الکبیر للطبرانی کذافی کنزالعمال ۱۱: ۴۲۰)

۳۔ (حلیۃ الاولیاء للامام ابونعیم ۶: ۱۰۱)

۴۔ (الترغیب والترھیب للامام الحافظ ابی القاسم اسماعیل الاصبھانی ۲: ۲۱۱)

تو اس سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کائنات کو ملاحظہ فرما رہے ہیں اور ملاحظہ بھی حقیقتاً ہے نہ کہ مجازاً۔

جیسا اسی حدیث کی شرح میں علامہ زرقانی فرماتے ہیں:

اشارة الی انه نظر حقیقة دفع به احتمال انه ارید بالنظر العلم.

(زرقانی شرح مواھب ۷: ۲۰۵)

اس میں اشارہ ہے کہ آپ اس کو حقیقتاً دیکھ رہے ہیں اور اس سے یہ احتمال دفع (دور) ہو جاتا ہے کہ اس سے آپ کا ارادہ علمی نظر کا تھا۔

اور یہی حال آپ کی سماعت کا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ طاقت سے دور و نزدیک سے سنتے ہیں۔ جیسا کہ احادیث مبارکہ میں ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انی اریٰ مالا ترون واسمع ما لاتسمعون وفی روایة وانی اسمع لاطیط السمآء.

میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے اور ایک روایت میں ہے۔ میں اس وقت آسمان کی چرچراہٹ سن رہا ہوں۔

۱۔ (مسند احمد (عن ابی ذر) امام احمد بن حنبل، ۵: ۱۷۳)

۲۔ المستدرک امام حاکم ۲: ۵۱۰، ۴: ۵۴۴، ۴: ۵۷۹

۳۔ السنن للامام ابن ماجہ، ۳۰۹، ابواب الزھد باب الحزن والبکاء

....

۴۔ الجامع للامام الترمذی،۲:۵۷ ابواب الزھد

۵۔ کتاب العظمۃ لابی الشیخ الاصبھانی،۳:۹۸۲

۶۔ مشکل الآثار (عن حکیم بن حرام) للامام طحاوی،۳:۴۴

۷۔ شعب الایمان (عن ابی ذر) للامام بیھقی،۱:۴۸۴

۸۔ دلائل النبوۃ امام ابونعیم الاصبھانی۔۱:۴۴۲

۹۔ فردوس الاخبار للامام الدیلمی ۱:۱۰۰

۱۰۔ حلیۃ الاولیاء للامام ابونعیم ۲:۲۳۶

۱۱۔ شرح السنۃ للامام بغوی ۱۴:۳۶۹

۱۲۔ معجم الکبیر وللطبرانی ۳/۲۰۱ برقم ۳۱۲۲

۱۲۔ کنز العمال امام علاؤالدین المتقی بن حسام الدین الھندی

۱۰:۳۶۴ حدیث نمبر ۲۹۸۲۹ ، ۲۹۸۳۸۔

تو اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ سنتے ہیں جو عام لوگ نہیں سن سکتے اور آپ وہ کچھ دیکھتے ہیں جو کہ عام لوگ نہیں دیکھ سکتے اور یہی عقیدہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

نبی یری ما لایری الناس حوله
ویتلو کتاب الله فی کل مشهد
وان قال فی یوم مقالة غائب
فتصدیقها فی الیوم اوفی ضحی الغد.

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اردگرد وہ کچھ دیکھتے ہیں کہ لوگ نہیں دیکھتے اور ہر حاضری کی جگہ اللہ کی کتاب کی تلاوت فرماتے ہیں۔)

....

(اور اگر وہ کسی دن غیب کی بات فرمادیں تو اس کی تصدیق اسی دن یا اگلے دن دو پہر تک ہو جائے گی۔

تخریج:

۱۔ مستدرک امام حاکم ۳:۰ھج۱

۲۔ دلائل النبوۃ امام بیہقی، ۱:۲۸۰

۳۔ دلائل النبوۃ امام ابو نعیم ۱:۳۴۰

۴۔ المعجم الکبیر امام طبرانی ۴:۵۰۔۵۱

۵۔ الاحادیث الطوال امام طبرانی ۲۵:۲۲۷ حدیث نمبر ۳۰ ملحق بالمعجم الکبیر

۶۔ الشریعۃ امام ابوبکر محمد بن الحسین الآجری، ۴۶۷

۷۔ شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ للشیخ الاسلام ھبۃ اللہ بن الحسن بن منصور اللا لکائی ۴:۷۸۰

۸۔ منال الطالب فی شرح طوال الغرائب مجد الدین مبارک بن محمد ابن الاثیر ۱:۱۷۴

۹۔ المجمع الزوائد امام نورالدین الھیثمی، ۶:۵۸

۱۰۔ تہذیب تاریخ دمشق امام ابن عساکر، ۱:۳۲۸

۱۱۔ زرقانی علی المواہب امام زرقانی المالکی ۱:۳۴۳

۱۲۔ طبقات ابن سعد للامام محمد بن سعد ۱:۲۳۲ باسانید اخری

۱۳۔ الروض الانف للامام سھیلی ۲:۸

۱۴۔ الوفا باحوال المصطفیٰ امام ابن جوزی ۲۴۵

۱۵۔ عیون الاثر امام ابن سید الناس ۱۹۰

....

١٦۔ البدایہ والنہایہ ابن اکثیر ۳:۱۹۳

١٧۔ الاستیعاب ابن عبدالبر مالکی ۴:۴٦٨

١٨۔ مختصر سیرت الرسول عبداللہ بن محمد بن عبدالوھاب نجدی، ۲،١٧١

معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دور و نزدیک سے سنتے اور دیکھتے ہیں۔ جب عام کلام آپ سن لیتے ہیں تو درود شریف بدرجۂ اولی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سن سکتے ہیں۔

جیسا کہ احادیث مبارکہ میں وارد ہے:

قال الطبراني حدثنا يحيى بن ايوب العلاف حدثنا سعيد بن ابى مريم عن خالد بن زيد عن سعيد بن ابى هلال عن ابى الدرداء قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أكثر واالصلاة على يوم الجمعة فانه يوم مشهود تشهد ه الملئكة، ليس من عبد يصلى على الابلغنى صوتة حيث كان . قلنا . و بعد وفاتك؟قال :وبعد وفاتى،ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء.

(اخرجہ الطبرانی فی المعجم الکبیر، جلد١، الافہام ٦٣٠)

(الجوہر المنظم الابن حجر مکی ۲۵۰۔ حجۃ اللہ علیہ العالمین ۱:۷۱۳

القول البدیع صفحہ ۳۳۲)

بسند مذکور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھ پر روز جمعہ زیادہ درود شریف پڑھا کرو کیونکہ یہ حاضری کا دن ہے۔ اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ تم میں سے کوئی شخص بھی مجھ پر درود شریف نہیں پڑھتا مگر اس کی آواز مجھ تک پہنچ جاتی ہے چاہے وہ جہاں کہیں بھی ہو۔ ہم نے عرض کیا آپ کے وصال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے وصال کے بعد بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء کے اجسام کو کھائے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر عاشق صادق جب بھی درود و سلام پڑھتا ہے تو آپ صلی

....

اللہ علیہ وسلم اس کی آواز سنتے ہیں۔اس صحیح حدیث شریف میں کمزور عقیدہ وایمان والے لوگوں نے کمزوریاں ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔اور یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ یہ روایت من گھڑت روایت ہے۔

اس روایت پر اب تک جواعتراضات ہمارے سامنے آئے ان میں سے اکثر کے جوابات تو علمائے اہل سنت نے دے دیئے ہیں۔اور کچھ مختصراً اہم عرض کرتے ہیں۔

اس صحیح حدیث شریف پر غالباً سب سے پہلے جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی دیوبندی نے عجیب قسم کا کلام کیا جس کے بارے میں موجودہ دور کے دیوبندیوں کے امام اور شیخ الحدیث جناب مولوی سرفراز گکھڑوی صاحب لکھتے ہیں:

اس حدیث پر حضرت تھانوی نے بوادر النوادر ۲۷۲ میں علمی بحث کی ہے جس سے مؤلف مذکور (علامہ سعیدی صاحب مدظلہ العالی) خاصے برہم ہوئے ہیں۔

(اخفاء الذکر،۴۲)

اب اس علمی بحث کی جب جناب حضرت علامہ غلام رسول صاحب سعیدی نے دھجیاں اُڑائیں اور معترض کی ''علمیت'' کا بھانڈا چوراہے میں پھوڑا تو وہی شیخ الحدیث صاحب فرماتے ہیں۔

حضرت تھانوی انسان ہیں اور خطأ ونسیان انسان کے خمیر میں ودیعت کیا گیا ہے اور معصوم صرف وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے لیکن جس انداز سے مؤلف مذکور نے ان پر گرفت کی ہے وہ درست نہیں۔ (اخفاء الذکر۔۴۳)

اس عبارت سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت علامہ سعیدی کی پکڑ برمحل اور مضبوط ہے جس سے جناب گکھڑوی صاحب کو یہ ماننا پڑا کہ تھانوی بھول گئے اور ان کے اعتراضات مذکورہ حدیث شریف پر غلط اور بے کار ہیں۔

....

اس حدیث پر جناب تھانوی صاحب کے اعتراضات وشبہات

اس سند میں ایک راوی یحیی بن ایوب بلانسب مذکور ہے جو کئی راویوں کا نام ہے جن میں سے ایک غافقی ہے جن کے باب میں ربما اخطاء لکھا ہے۔ یہاں احتمال ہے کہ وہ ہوں۔

اس کے جواب میں حضرات علماء حق اہل سنت نے تھانوی صاحب کو جواب دیا کہ یہاں راوی بلانسب مذکور نہیں بلکہ اس کے ساتھ ''العلاف'' کی نسبت مذکور ہے۔ تو اس کے جواب میں جناب سرفراز گکھڑوی صاحب فرماتے ہیں:

جلاء الافہام کے مصری نسخہ میں یحیی بن ایوب کے ساتھ العلاف کی نسبت موجود ہے۔ مگر مولانا تھانوی کا یہ کہنا کہ جو بلانسبت ہے اس بات کا واضح قرینہ ہے کہ ان کے پیش نظر جو سند ہے اس میں یہ نسبت نہیں ہے۔ ورنہ ایک دیانتدار اور ذہین آدمی العلاف کی نسبت دیکھ کر کبھی نہیں کہہ سکتا کہ غیر منسوب ہے۔ (اخفاء الذکر ، ۳۴ طبع دوم)

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ کوئی بھی دیانت دار اور ذہین آدمی اس طرح کا کلام نہیں کر سکتا لیکن مسئلہ یہ ہے کہ تھانوی صاحب واقعی دیانت دار اور ذہین تھے؟

ہرگز نہیں کیونکہ جناب گکھڑوی صاحب کا احتمال تب درست ہوتا اگر تھانوی صاحب کو جب سائل نے یہ سند لکھ کر بھیجی تھی تو اس میں ''العلاف'' کی نسبت موجود نہ ہوتی۔ جب لکھی ہوئی سند میں یہ نسبت موجود ہے اور تھانوی صاحب کی کتاب میں بھی موجود ہے تو جان بوجھ کر جھوٹ بولنا کیا دیانت داری کے زمرے میں آتا ہے؟

اس صحیح حدیث پر جناب تھانوی صاحب نے جتنے اعتراضات وارد کیے حضرت غزالی دوراں مولانا احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے ان اعتراضات کے دندان شکن جوابات دے کر ثابت فرمادیا ہے کہ یہ اعتراضات صرف اور صرف گستاخ ذہن کی پیداوار ہیں ملاحظہ فرمائیں۔ حیات

....

النبی ۶۱ تا ۶۷

تھانوی صاحب کا دوسرا اعتراض یہ ہے۔

دوسرے ایک راوی خالد بن زید ہیں۔ یہ بھی غیر منسوب ہیں۔اس نام کے رواۃ میں سے ایک کی عادت ارسال کی ہے۔اور یہاں عنعنہ سے ہے۔جس میں راوی کے متروک ہونے کا اور متروک کے غیر ثقہ ہونے کا احتمال ہے۔

(بوادر النوادر ۲۰۵ ادارہ اسلامیات لاہور)

اس اعتراض کا جواب بھی حضرت علامہ کاظمی مرحوم رحمۃ اللہ علیہ نے علمی اور تحقیقی اور جناب علامہ غلام رسول سعیدی صاحب نے محققانہ جواب عطا فرمایا۔اس جواب کے جواب میں جناب سرفراز گکھڑوی صاحب نے لکھا:

حضرت تھانوی کی عبارت میں جس ارسال کا ذکر ہے اس سے اصطلاحی مرسل مراد نہیں جیسا کہ مؤلف مذکور (علامہ سعیدی) نے اپنی جہالت سے سمجھ کر لکھا ہے کہ اصول حدیث میں تصریح موجود ہے کہ احناف اور مالکیہ کے نزدیک مرسل مطلقاً مقبول ہوتی ہے......الخ لیکن یہاں ارسال سے اصطلاحی مرسل مراد نہیں۔کیونکہ اصطلاحی مرسل وہ ہوتا ہے۔جس میں صحابی کا نام مذکور نہ ہو اور چونکہ ''اصحابہ کلھم عدول'' کا قاعدہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک ایک مسلم حقیقت ہے اسی لیے صحابی کا ذکر نہ ہونا مضر نہیں ہے۔اور اس روایت میں حضرت ابوالدرداء کا نام باقاعدہ موجود ہے لہٰذا یہ اصطلاحی مرسل نہیں ہے۔جس کو جمہور حجت کہتے ہیں۔یہاں لغوی ارسال مراد ہے۔وہ یہ کہ راوی۔راویوں کے نام حذف کر دیتا ہے اور اڑا دیتا ہے اور ظاہر بات ہے کہ صحابہ کرام سے نیچے تابعین میں کسی کا نام مذکور نہ ہو تو چونکہ ان میں ثقہ یا ضعیف ہونے کا احتمال ہوتا ہے اس لیے یہ روایت اصطلاحاً منقطع کہلاتی ہے اور ضعف کا سوال اس میں بدستور موجود ہوتا ہے مؤلف

....

مذکور (علامہ سعیدی) نے اصول حدیث کے فن سے بے خبری کی وجہ سے لفظ ارسال کو اصطلاحی مرسل پر چسپاں کر کے محض اپنے ماؤف دل کی بھڑاس نکالی ہے۔ (اخفاء الذکر ۴۴،۴۵)

قارئین کرام ان حضرات کے ناموں کے ساتھ القابات دیکھیں تو آپ حیران ہوں گے کہ شائد دنیا میں یہی عالم ہیں اور متقدمین و متاخرین میں اس کے پائے کا کوئی عالم ہے ہی نہیں۔

یہ ہیں علمائے دیوبند کے امام اہل سنت محدث اعظم پاکستان وغیرہ وغیرہ آپ ان کی اس عبارت کو بار بار پڑھیں اور دادِ تحقیق دیں۔

بات ہو رہی تھی کہ راوی خالد بن زید غیر منسوب ہے۔ ان نام کے رواۃ میں سے ایک کی عادت ارسال کی ہے اور یہاں عنعنہ سے ہے۔

تو حضرت علامہ سعیدی مدظلہ العالی نے اس کے جواب میں فرمایا تھا کہ:

''سبحان اللہ کیا ہی مدلل جرح ہے اگر خالد بن زید کی عادت ارسال ہے تو کیا حدیث مرسل حجت نہیں؟ اصول حدیث میں تصریح ہے کہ احناف و مالکیہ کے نزدیک حدیث مرسل مطلقاً مقبول ہوتی ہے۔ اگر خالد عنعنہ کی وجہ سے ساقط الاعتبار ہے تو صحاح ستہ کی تمام معنعن احادیث سے ہاتھ اٹھالیں۔ تھانوی صاحب نے بے سند احتمالات بیان کئے ہیں۔

(ذکر بالجہر)

اب بات ہو رہی ہے ایک راوی کی کہ اس میں ارسال کی عادت ہے اور اس نے یہ روایت عن کے ساتھ کی ہے۔ اصول حدیث کا طالب علم بھی یہ جانتا ہے کہ مرسل اور مدلس میں فرق ہوتا ہے۔ اگر مرسل راوی عن سے روایت کرے تو وہ احناف اور مالکیہ کے نزدیک قبول ہوگی اور اس میں اگر امکان لقاء پایا جائے تو وہ روایت بالاتفاق مقبول تصور ہوگی اور مدلس راوی جب ''عن'' کے ساتھ روایت کرے تو وہ بالاتفاق مردود ہوگی۔ بات راوی کی ہے اور جناب دیوبندی شیخ الحدیث صاحب

....

نے بات روایت کی کر دی کہ یہ روایت منقطع کہلائے گی کیونکہ یہ راوی راویوں کے نام حذف کر دیتا اور اڑا دیتا ہے۔

کیا ہم جناب سے یہ پوچھنے کی جسارت کر سکتے ہیں کہ زید بن خالد نے کہاں راوی حذف کئے ہیں اور اڑا دیئے ہیں؟

اور اگر یہ ثابت ہو بھی تو کیا ثقہ راوی جب راوی کو گرا دے گا تو کیا احناف کے نزدیک وہ روایت مردود ہو گی یا کہ مقبول؟

اگر صحابی کے نیچے کا راوی چھوڑ دیا جائے تو وہ روایت مرسل نہیں بلکہ آپ کے نزدیک منقطع ہو گی اور منقطع آپ کے نزدیک ضعیف ہے تو کیا امام ابراہیم نخعی نے جتنی روایات حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت کی ہیں وہ تمام منقطع ہو کر بے کار اور بے سروپا ہو کر ضعیف ٹھہریں گی؟

اور جناب نے تو یہ بھی فرمایا ہے کہ:

راقم اثیم کا خیال ہے کہ کتابت کی غلطی ہے۔ راوی اس سند میں خالد بن یزید ہے جو المصری ہے اور یہ سعید بن ہلال المصری سے روایت کرتا ہے اور یہ ثقہ راوی ہے (ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب، ۳:۱۲۹)

تو اس کا مطلب ہے کہ یہ روایت آپ کے نزدیک صحیح ہے اور ہاں آپ کے نزدیک اس روایت کے کسی بھی راوی پر کوئی قابل اعتماد اور مفسر جرح نہیں ہے۔ جناب تھانوی صاحب نے اصول حدیث کا پاس نہیں کیا اور غلط طریقے سے اس حدیث کو رد کرنے کی کوشش کی ہے جو کہ بہر حال مذموم ہے۔

اسی طرح دیوبندی شیخ الحدیث جناب گکھڑوی صاحب نے اشارہ کرتے ہوئے لکھا

....

ہے کہ مگر اس سند کے غیر معتبر ہونے کی اصل وجہ کچھ اور ہی ہے جس کو مؤلف مذکور نہیں سمجھے اور ان کو اس کی ضرورت بھی نہ تھی۔ اصل بات یہ ہے کہ سعید بن ابی ہلال کی روایت حضرت ابوالدرداء سے منقطع ہے۔ (اخفاء الذکر، ۴۵)

یعنی جناب گکھڑوی صاحب کے نزدیک بھی اس حدیث کے غیر معتبر ہونے کی وہ وجوہات نہیں ہیں جو کہ جناب تھانوی صاحب نے ذکر کی ہیں غیر معتبر ہونے کی علت یہ ہے کہ یہ روایت مرسل نہیں ہے بلکہ منقطع ہے جیسا کہ گکھڑوی صاحب فرماتے ہیں۔

اس لیے ایسی منقطع اور بے سروپا روایت.......... (اخفاء الذکر، ۴۵)

چونکہ مرسل روایت جناب گکھڑوی صاحب کے نزدیک بھی حجت ہے اس لئے انہوں نے اس کو منقطع ثابت کرنے کی کوشش کی لہٰذا اگر انہیں سے پوچھا جائے کہ مرسل اور منقطع میں کتنا فرق ہے تو آپ فرماتے ہیں۔

فائدہ:

اگرچہ بعض محدثین نے مرسل اور منقطع میں اصطلاحی طور پر کچھ فرق کیا ہے لیکن

علامہ جزائری لکھتے ہیں:

وقد اطلق المرسل علی المنقطع من ائمة الحدیث ابو زرعه و ابو حاتم والدار قطنی. حدیث منقطع پر مرسل کا اطلاق ان ائمہ حدیث نے کیا ہے امام ابوزرعہ، امام ابوحاتم اور امام دارقطنی

(توجیہ النظر ۲۴۳)

مولف خیر الکلام نے حضرت مجاہد کے اثر کے بارے میں امام بیہقی کی کتاب القرأت ص ۲۷ کے حوالہ سے جو یہ لکھا ہے کہ یہ منقطع ہے اور منقطع ضعیف کی قسم ہوتی ہے (محصلہ ۳۵۳) محض طفل تسلی ہے کیونکہ مرسل فی نفسہ صحیح قول کی بنا پر حجت ہے اور حکم منقطع و مرسل ایک ہی

....

ہے۔ (احسن الکلام ۱: ۱۵۰۔۱۵۱)

حضرت امام سخاوی ایک حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

ورجاله ثقات لكنه منقطع کہ اس کے راوی ثقہ ہیں مگر سند منقطع ہے۔

(القول البدیع ص ۱۱۹)

اس کے جواب میں جناب گکھڑوی صاحب تحریر کرتے ہیں:

اگر چہ روایت مرسل بھی (بعض محدث کرام نے مرسل اور منقطع میں فرق کیا ہے لیکن امام سیوطی فرماتے ہیں کہ صحیح بات جس کی طرف فقہاء کرام علامہ خطیب بغدادی امام ابن عبدالبر اور دیگر محدثین کرام گئے ہیں یہ ہے کہ مرسل اور منقطع ایک ہی ہے محصلہ (تدریب الراوی ۱۲۶، ۱۲۷)

(تسکین الصدور، ۳۲۰۔۳۲۱)

جناب گکھڑوی صاحب ہی لکھتے ہیں:

''.........تو یہ روایت منقطع ہو گی لیکن وہ ہمارے نزدیک اور امام مالک کے نزدیک حجت ہے۔'' (ینابیع ترجمہ رسالہ تراویح ص ۳۷ طبع دوم)

''جو کچھ مؤطا میں ہے وہ حضرت امام مالک اور جو حضرات ان سے اتفاق کرتے ہیں، ان کی رائے کے موافق صحیح ہے (کیونکہ وہ منقطع اور مرسل کو بھی حجت اور صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ صفدر) (ینابیع ترجمہ رسالہ تراویح ۴۳۰)

جناب گکھڑوی صاحب کے نزدیک بھی:

جب مرسل اور منقطع میں فرق نہیں بلکہ ایک ہی ہے اور اگر فرق بھی ہو تو وہ حجت ہے تو پھر اس حدیث کہ جس میں پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات حقیقی اور سماعت درود جیسی فضیلت کا

....

ذکر ہے۔کو منقطع اور بے سروپا کہہ کر کیوں رد کرر ہے ہیں۔صاف ظاہر ہے کہ دل میں جو بغض رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے وہ قلم وزبان پر آ ہی گیا ہے۔

اگر یہ روایت منقطع اور مرسل بھی ہو تو بھی احناف اور مالکیہ کے نزدیک بالاتفاق حجت ہے۔

ویسے تو اس کے متعارض کوئی صحیح متصل روایت نہیں ہے۔اور اگر ضعیف ہو بھی تو پھر بھی اس حدیث کو ترجیح ہوگی۔

منقطع و مرسل متصل سے قوی بھی ہوسکتی ہے:

جیسا کہ حضرت علامہ خطیب بغدادی امام میمونی سے نقل فرماتے ہیں:

قرأت علی ابراهیم بن عمر البر مکی. عن عبدالعزیز بن جعفر الحنبلی قال نا ابوبکر الخلال قال: اخبرنی المیمونی قال: تعجب الی ابو عبدالله یعنی احمد بن حنبل. ممن یکتب الاسناد ویدع المنقطع ثم قال و ربما کان المنقطع اقوی اسناد واکبر قلت بینه لی کیف؟قال تکتب الاسناد متصلا وهو ضعیف ویکون المنقطع اقوی اسنادًا منه.

امام میمونی نے فرمایا کہ مجھے امام احمد بن حنبل پر تعجب ہے کہ وہ اسناد تو لکھتے ہیں لیکن منقطع چھوڑ دیتے ہیں۔فرمایا: بعض اوقات منقطع متصل سے زیادہ قوی اور سند ابڑی ہوتی ہے۔میں نے عرض کی مجھے بیان کیجئے کہ کیسے فرمایا تو اسناد متصل لکھتا ہے لیکن وہ ضعیف ہوتی ہیں اور منقطع اس سے زیادہ سند کے لحاظ سے قوی ہوتی ہے۔

(الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع ۲، ۱۹۱)

اور منقطع اور مرسل چونکہ ایک ہی ہے اور مرسل کو رد کرنا تو دوسری صدی کے بعد کی بدعت ہے

....

امام ابوداؤد صاحب سنن فرماتے ہیں:

واماالمراسیل فقد کان یحتج بھا العلماء فیمامعنی مثل سفیان الثوری ومالک بن انس والا وزاعی حتی جاء الشافعی فتکلم فیھا وتابعہ علی ذلک احمد بن حنبل.	مراسیل توان کے ساتھ احتجاج کرتے تھے۔علماء کرام تمام پچھلے بزرگ جیسے امام سفیان الثوری امام مالک بن انس امام اوزاعی حتی کہ امام شافعی آئے توانہوں نے مراسیل میں کلام کیااور امام احمد بن حنبل نے ان کی اتباع کی۔

(رسالۃ ابی داؤد الی اھل مکہ فی وصف سنتہ،۲۴)

امام طبری فرماتے ہیں:

ان التابعین باسرھم اجمعوا علی قبول المرسل ولم یأت عنھم انکارہ ولا عن احد الائمۃ بعد ھم الی رأس ......المائتین کانہ یعنی ان الشافعی اول من ابی من قبول المرسل.	تابعین سب کے سب اس بات پر متفق تھے کہ مرسل قابل حجت ہے تابعین سے لے کر دوسری صدی کے آخر تک ائمہ میں سے کسی نے بھی مرسل کا انکار نہیں کیا گویا امام شافعی ہی پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے مرسل کے ساتھ احتجاج کرنے سے انکار کیا۔

(مقدمۃ التمھید لابن عبدالبر مالکی،۱:۴)

لہٰذا آپ اس حدیث صحیح کو منقطع کہیں یا مرسل یہ ہر حالت میں صحیح اور قابل احتجاج ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس کا اظہار کررہی ہے۔

اعتراض:

جناب اشرف علی تھانوی صاحب نے تحریر کیا:

....

''یہ تو مختصر کلام ہے سند میں، باقی رہا متن سواولاً معارض ہے دوسری احادیث صحیحہ کے ساتھ چنانچہ مشکوٰۃ میں نسائی اور دارمی سے بروایت ابن مسعود یہ حدیث ہے۔قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام قال رسول اللہ علیہ وسلم من صلی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیاً ابلغتہ اور نسائی کی کتاب الجمعۃ میں بروایت اوس بن اوس یہ حدیث مروی ہے۔فان صلاتکم معروضۃ علی۔ یہ سب حدیثیں صریح ہیں عدم السماع عن بعید میں اور ظاہر کہ جلاء الافہام ان کتب کے برابر قوۃ میں نہیں ہوسکتی۔لہٰذا قوی کو ترجیح ہوگی۔'' (بوادر النوادر ا:۲۰۵)

جہاں تک حدیث نسائی ودرامی، ان للہ ملئکۃ سیاحین کا تعلق ہے تو وہ ہرگز ہماری مؤید حدیث کے معارض نہیں ہے اور اسی طرح حدیث اوس بن اوس فان صلاتکم معروضۃ علی بھی ہماری مؤید حدیث کیساتھ متعارض نہیں ہے۔

ان میں تو صرف اتنا مذکور ہے کہ سیر کرنے والے فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں امت کا سلام پہنچاتے ہیں اور امت کا درود وسلام بارگاہ اقدس میں پیش ہوتا ہے۔ملائکہ کے اس عرض وتبلیغ کو عدم سماع میں صریح کہنا ظلم صریح ہے۔

تھانوی صاحب کے اسی اشکال کا رد انہی کے ایک ہم مسلک عالم نے کیا ہے۔

جناب انور شاہ صاحب کشمیری شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند فرماتے ہیں:

واعلم ان حدیث عرض الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یقوم دلیلا علی نفی علم الغیب وان کانت المسالۃ فیہ ان نسبۃ علمہ صلی اللہ علیہ وسلم علمہ	جاننا چاہیئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پیش کرنے کی حدیث آپ کے علم غیب کی نفی پر دلیل نہیں بن سکتی اگرچہ علم غیب کے بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

....

تعالی کنسبة المتناهی بغیر المتناهی لان المقصود یعرض الملئکة هو عرض تلک الکمات بعینهافی حضرته العالیة علمها من قبل اولم یعلم کعرفیها عند رب العزة ورفع الاعمال الیه فان تلک الکمات مما یحیابه وجه الرحمن فلا ینفی العرض العلم. فالعرض قد یکون للعلم واخری لمعان آخر فاعرف الفرق.

(فیض الباری علی صحیح البخاری ۲:۳۰۲باب کتاب الصلاۃ)

علم کی نسبت اللہ تعالیٰ کے علم کیساتھ متناہی کی نسبت غیر متناہی کی طرف ہے، کیونکہ فرشتوں کی پیش کش کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے، کہ درود شریف کے کلمات بعینہا بارگاہ عالیہ نبویہ میں پہنچ جائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کلمات کو پہلے جانا ہو یا نہ جانا ہو۔ بارگاہ رسالت میں کلمات درود کی پیش کش بالکل ایسی ہی ہے جیسے رب العزت کی بارگاہ میں جو کلمات طیبات پیش کئے جاتے ہیں اور اس کی بارگاہ الوہیت میں اعمال اٹھائے جاتے ہیں کیونکہ یہ کلمات ان چیزوں میں سے ہیں جن کے ساتھ ذات حق تعالیٰ جل مجدہ کو تحفہ پیش کیا جاتا ہے اس لیے یہ پیشکش علم کے منافی نہیں لہذا کسی چیز کا پیش کرنا علم کے لیے بھی ہوتا ہے اور بسا اوقات دوسرے معانی کے لیے بھی اس فرق کو خوب پہچان لیا جائے۔انتہی۔

تو ثابت ہوا کہ مذکورہ بالا احادیث کو حدیث طبرانی کے متعارض بتانا علوم اسلامیہ عظمت رسول سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ بلکہ یہ احادیث تو اس حدیث کی مؤید ہیں۔

الحمدللہ علی ذلک.

اور جہاں تک حدیث بیہقی کا تعلق ہے کہ میں قبر کے قریب سے سنتا ہوں اور دور سے

....

مجھے درود شریف پہنچایا جاتا ہے تو سند کے لحاظ سے یہ حدیث ہرگز ہرگز ہماری مؤید حدیث کے برابر نہیں۔اس لیے اس کے ساتھ معارضہ کرنا صرف تھانوی صاحب جیسے ہی آدمی کا کام ہوسکتا ہے۔ کسی عالم حقانی کا تو ہرگز نہیں ہوسکتا۔

اور پھر تھانوی صاحب کا یہ کہنا کہ

جلاء الافہام ان کتب کے برابر قوۃ نہیں رکھتی لہٰذا اقوی کو ترجیح ہوگی۔

یہ بات بھی صحیح نہیں کیونکہ یہاں معارضہ جلاء الافہام اور دیگر کتب حدیث کا نہیں بلکہ المعجم الکبیر ودارمی وغیرہ کا ہے اور دوسری بات یہ کہ بات کتب حدیث کی نہیں بلکہ سند حدیث کی ہے۔ترجیح سند کو ہوگی نہ کہ کتاب کو۔

ہمارے علماء احناف تو صحیحین کی احادیث کو غیر صحیحین کی احادیث پر ترجیح کے قائل نہیں ہیں۔جیسا کہ حضرت علامہ ابن الھمام نے التحریر فی الاصول میں واضح کیا ہے۔

(اس سلسلہ میں فقیر کا پُر مغز مقالہ ''تعارض بین الاحادیث'' مطالعہ کے قابل ہے)

اب اس صحیح حدیث شریف پر صرف ایک ہی اعتراض باقی رہ گیا ہے جو کہ تھانوی صاحب نے وارد کیا ہے؟

جناب تھانوی صاحب تحریر کرتے ہیں:

بعد تحریر جواب ھٰذا ابلاتو سط فکر قلب پر وارد ہوا کہ اصل حدیث میں صوتہ نہیں صلوٰتہ ہے۔ کاتب کی غلطی سے لام رہ گیا ہے۔امید ہے کہ اگر نسخ متعددہ دیکھے جائیں تو انشاء اللہ تعالیٰ کسی نسخہ میں ضرور اسی طرح نکل آئے گا۔ (بوادر النوادر)

سبحان اللہ! یہ ہے تحقیق کا نرالا انداز کہ اب تو الفاظ حدیث کے بارے میں بھی الہام ہونے لگے ہیں۔دراصل جناب تھانوی صاحب نے جو اعتراضات اس حدیث شریف پر کئے تھے

....

وہ ایسے بودے اور نکمے تھے کہ جناب تھانوی صاحب کو خود بھی علم تھا کہ ان اعتراضات کی کوئی حقیقت نہیں۔اس لیے آخر میں اپنے الہام پر بنیاد رکھی کیونکہ الہام کا جواب الہام ہی ہوسکتا ہے اور دوسروں کا الہام ان کے نزدیک ویسے ہی قابل قبول نہیں ہے۔

چاہیئے تو یہ تھا کہ علمائے دیوبند صاف لکھ دیتے کہ جناب تھانوی صاحب کی یہ بات قرین قیاس نہیں ہے بلکہ بالکل غلط ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو بیان نہ ہوا اور تھانوی صاحب کی عزت رہ جائے۔اس بے تکی بات کو صحیح ثابت کرنے کے لیے جناب سرفراز گکھڑوی صاحب لکھتے ہیں۔

''حضرت تھانوی نے یہ جو کچھ فرمایا ہے بالکل درست اور صحیح ہے۔''

(اخفاء الذکر۔۴۶)

فیاللعجب! جناب گکھڑوی صاحب کو چاہیئے تھا کہ کسی صحیح نسخہ پر دلالت کرتے کہ اس میں صوتہ کی بجائے صلوتہ کے الفاظ موجود ہیں لیکن ایسا تو نہ کیا بلکہ ایک اور کتاب ''القول البدیع'' کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے۔

امام سخاوی حضرت ابوالدرداء کی یہ روایت معجم کبیر للطبرانی کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں اور اس میں بعینھا یہی الفاظ نقل کرتے ہیں۔

الا بلغتنی صلوتہ الحدیث اور آخر میں لکھتے ہیں قال العراقی ان اسنادہ لایصح۔

(القول البدیع ص ۱۱۹) (اخفاء الذکر ۴۷)

پہلی بات تو یہ ہے کہ جناب سرفراز صاحب نے خود جو الفاظ نقل کئے ہیں وہ بعینھا نہیں ہیں جیسا کہ انہوں نے لکھا کیونکہ جلاء الافہام کی حدیث میں لفظ ''بلغنی'' ہے۔جبکہ ''القول البدیع'' میں ''بلغتنی'' ہے لہٰذا یہ بعینھا نہ ہوئے۔اسی لیے عین ممکن ہے کہ یہ روایت ہی اور ہو۔

....

اور پھر جناب گکھڑوی صاحب کا حدیث طبرانی کے بارے کہنا کہ اور آخر میں لکھتے ہیں ....قال العراقی ان اسنادہ لایصح تو یہ بھی بہت بڑا جھوٹ ہے۔

کیونکہ علامہ سخاوی نے یہ الفط حدیث طبرانی کے بارے میں نقل نہیں فرمائے۔امام سخاوی کی اصل عبارت پڑھیں اور اس شیخ الحدیث صاحب کی دیانت کی داد دیں۔

وکذارواہ النمیری بلفظ قلنا یا رسول اللّٰہ کیف تبلغک صلا تنا اذا تضمنتک الارض قال ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء وقال العراقی ان اسنادہ لایصح.

(القول البدیع،۱۵۹)

اور جیسا کہ نمیری نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے،ہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا درود آپ تک کیسے پہنچے گا؟ جبکہ آپ زمین میں مل چکے ہوں گے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ انبیاء کے اجسام کھائے۔عراقی نے کہا کہ اس کی سند صحیح نہیں ہے۔

امام حافظ عراقی کے الفاظ ہیں نمیری کی روایت کے بارے میں لیکن جناب گکھڑوی صاحب نے فرمایا کہ یہ طبرانی کی روایت کے بارے میں ہیں۔سچ ہے کہ ایک جھوٹ کو چھپانے کے لیے سو جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔

" بحمد اللہ یہ مسئلہ کہ القول البدیع میں صلوتہ کے لفظ ہیں یہ بھی حل ہوگیا اور القول البدیع" کے نسخہ میں کتابت کی غلطی تھی ورنہ اس میں بھی لفظ صوتہ ہی تھا۔جیسا کہ اب جو نسخہ محمد عوامہ کی تحقیق کے ساتھ "موسستہ الریان بیروت ۱۴۲۲ھ۔۲۰۰۲ھ الطبعتہ الاولی۔شائع ہوا ہے اس میں صوتہ کے ہی لفظ ہیں لہذا دیوبندیوں کے محدث کی یہ فریب کاری بھی ختم ہوگئی ملاحظہ فرمائیں (القول البدیع صفحہ ۳۲۱ طبع جدید" خادم مناظر سے اسلام قاری محمد ارشد مسعود عفی عنہ)

....

دل نے جس راہ لگایا تو اسی راہ چلا
وادیٔ عشق میں گمراہ کو رہبر سمجھا!

کیا صوتہ کتابت کی غلطی ہے؟

جہاں تک جلاء الافہام کا تعلق ہے تو اس میں ''صلوتہ'' ہی ہے ''صوتہ'' ہرگز ہرگز نہیں ہے اور نہ ہی کسی نسخہ میں یہ الفاظ ہیں۔ اگر ہوتے تو اپنے حکیم الامت کی بات درست ثابت کرنے کے لیے اب تک دیوبندی حضرات وہ نسخہ ضرور پیش کر دیتے۔

ہم نے جلا الافہام کے متعدد نسخے دیکھے ہیں تمام میں صوتہ ہی ہے کسی ایک میں بھی صلوٰتہ کا لفظ نہیں اور نہ ہی کسی نے اختلاف نسخ کا اشارہ کیا ہے۔

۱۔ مصری نسخہ کہ جس کی تصحیح فضیلۃ الشیخ طٰہٰ یوسف شاہین نے فرمائی ہے جو کہ علمائے ازہر شریف میں سے ہیں اور یہ صفر ۱۳۸۸ھ میں طبع ہوا ہے۔

۲۔ ہندوستانی مطبوعہ نسخہ۔ یہ نسخہ اردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ مترجم نے لکھا ہے:

بحمد للہ تبارک وتعالیٰ اس ترجمے کی تسوید وتحریر سے جو پانچ شعبان روز پنج شنبہ کو شروع کی تھی تیرہ ذیقعدہ روز چہار شنبہ ۱۳۴۷ھ کو فراغ حاصل ہوا۔ (شاکر حسین غفرلہ، سہوان قاضی محلّہ)

۳۔ ہندوستانی نسخہ مطبوعہ یہ نسخہ مشہور غیر ملقد وہابی نجدی عالم مولوی سلیمان منصور پوری کے ترجمہ وتحقیق کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ اگر کسی نسخہ میں ''صلوتہ'' کے الفاظ ہوتے تو یہ ضرور صوتہ کی بجائے صلوتہ نقل کرتا (کیونکہ پکا نجدی وہابی تھا)

۴۔ مصری نسخہ جس کی تصحیح وتحقیق مشہور نجدی عالم محمد حامد الفقی نے کی ہے اور یہ نسخہ۔ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ لصاحبھا ومدیرھا محمد منیر الدمشقی سے شائع ہوا ہے۔

(صححہ وعلق علیہ سنہ ۱۳۵۷ھ)

....

یہ یادرہے کہ اس نسخہ کا محقق اور مصحح نامور نجدی عالم ہے اور جبکہ اس کا ناشر محمد منیر دمشقی کٹر نجدی ذہنیت کا حامل ہے لہٰذا اگر کسی بھی قلمی یا مطبوعہ نسخہ میں صوتہ کی بجائے صلوتہ کے الفاظ ہوتے تو یہ ضرور نقل کرتے۔ اصل کتاب میں یہ الفاظ تو کجا ان میں سے کسی محقق و ناشر نے حاشیہ میں اختلاف نسخہ جات کا ذکر تک بھی نہیں کیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ جناب تھانوی صاحب کے قلب پر جو القا ہوا وہ شیطانی وسوسہ کے سوا کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔

اور اگر بالفرض محال جلاء الافہام کے نسخہ میں صلوٰتہ کا لفظ مل بھی جائے تو وہ کتابت کی غلطی تصور ہوگا کیونکہ المعجم الکبیر للطبرانی سے لفظ صوتہ نقل کرنے میں علامہ ابن القیم اکیلئے نہیں بلکہ دیگر محدثین نے یہ لفظ ایسے ہی المعجم الکبیر سے نقل فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت امام الحافظ شمس الدین محمد بن ابوبکر بن عبداللہ المعروف ابن ناصر الدین دمشقی م ۸۴۲ھ اپنی کتاب ''صلوٰۃ کئیب بوفاۃ الجیب میں فرماتے ہیں:

وروی الطبرانی عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثروا الصلوٰۃ علی یوم الجمعۃ فانہ یوم مشھود تشھدہ الملئکۃ لیس من عبدیصلی علی الابلغنی صوتہ حیث کان.	طبرانی نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر بروز جمعہ زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھا کرو کیونکہ یہ حاضری کا دن اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں کوئی شخص بھی مجھ پر درود نہیں پڑھتا مگر اس کی آواز مجھے پہنچ جاتی ہے وہ جہاں کہیں بھی ہو۔
(حجۃ اللہ علی العالمین، ۷۱۳ للعلامہ نبہانی)	

حضرت امام محمد بن یوسف الصالح الشامی ۹۴۲ھ فرماتے ہیں:

ورواہ الطبرانی بلفظ لیس من عبد یصلی	اور طبرانی نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے

....

علی الابلغنی صوته حیث کان ورجالهما ثقات.
(سبل الهدی والرشاد،۱۲:۳۵۸)

کوئی بندہ بھی مجھ پر درود نہیں پڑھتا مگر اس کی آواز مجھے پہنچ جاتی ہے۔ ان دونوں کے رواۃ ثقہ ہیں۔

اور اسی طرح حضرت علامہ ابن حجر ہیتمی المکی م ۹۸۴ھ تحریر فرماتے ہیں:

وفی اخری للطبرانی لیس من عبد یصلی علی الابلغنی صوته.
(الجوھر المنظم طبع مصر ۲۱)

اور دوسری روایت جو کہ طبرانی کی ہے (میں الفاظ اس طرح ہیں) کوئی شخص بھی مجھ پر درود نہیں پڑھتا مگر اس کی آواز مجھے پہنچ جاتی ہے۔

جناب علامہ موسیٰ محمد علی صاحب فرماتے ہیں:

وعن خالدبن زید عن سعید بن ابی هلال عن ابی الدرداء قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اکثروا الصلاة علی یوم الجمعة ......لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صوته حیث کان.
(حقیقۃ التوسل والوسیلہ علی ضوء الکتاب والسنۃ طبع عالم الکتب بیروت طبع دوم۔۱۹۸۵)

خالد بن زید سے روایت ہے وہ سعید بن ابی ہلال سے وہ حضرت ابوالدرداء سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھ پر جمعہ کے دن زیادہ درود پڑھا کرو......کوئی شخص بھی درود نہیں پڑھتا مگر اس کی آواز مجھے پہنچ جاتی ہے وہ کہیں بھی ہو۔

حضرت مولانا محمد انواراللہ قادری چشتی حیدرآبادی فرماتے ہیں:

چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصریح فرمادی ہے۔ کمافی الطبرانی

کما فی الطبرانی لیس من عبد یصلی

جیسا کہ طبرانی میں ہے کہ اس کی آواز مجھے پہنچ

علی الابلغنی صوته.... ذکرہ ابن حجر المکی فی الجوھر المنظم.

جاتی ہے۔اس کو طبرانی نے روایت کیا اور ابن حجر مکی نے ''الجوھر المنظم'' میں اس کا ذکر کیا ہے۔

(انوار احمدی ص ۶۷ مصدقہ جناب حضرت امداد اللہ مہاجر مکی)

تو ثابت ہوا کہ یہ الفاظ صحیح اور ثابت ہیں اور محدثین نے ان کا انکار نہیں کیا بلکہ اس صحیح حدیث کی تائید میں دیگر احادیث روایت فرمائی ہیں۔

حدیث طبرانی کے شواہد

حدیث نمبر۲

عن ابی امامة الباھلی رضی الله عنه قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ان الله تعالیٰ وعلنی اذامت ان یسمعنی صلاة من صلی وانا فی المدینة وامتی فی مشارق الارض و مغاربها وقال یا ابا امامة ان الله تعالیٰ یجعل الدنیا کلها فی قبری وجمیع ماخلق الله اسمعه وانظر الیه

(درة الناصحین، ۲۲۵)

حضرت سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ وعدہ فرمایا ہے کہ جب میرا وصال ہوگا تو مجھ پر درود پڑھنے والے کا درود وہ مجھے سنائے گا۔حالانکہ میں مدینہ منورہ میں ہوں گا اور میری امت زمین کے مشرق ومغرب میں ہوگی اور فرمایا: اے ابوامامہ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ میری ساری امت کو میرے روضہ شریف میں کر دیگا اور میں تمام مخلوق خداوندی کی آواز سنونگا۔اور اسے ملاحظہ فرماؤں گا۔

....

تو اس حدیث شریف سے بھی معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر امتی کا درود وسلام سماعت فرماتے ہیں چاہے وہ شخص زمین کے مشرق ومغرب جہاں کہیں بھی ہو۔ اگر ایک فرشتہ ساری مخلوق کی آواز سن سکتا ہے تو پھر پیارے آقا ومولا صلی اللہ علیہ وسلم کی سماعت کا کیا حال ہوگا؟

حدیث نمبر۳

حضور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اصحابی واخوانی صلوا علی فی کل یوم اثنین والجمعة بعد وفاتی اسمع منکم بلاواسطة.

میرے اصحاب اور (تواضعاً فرمایا) میرے بھائیو مجھ پر ہر پیر اور جمعہ کے روز درود پڑھا کرو۔ میری وفات کے بعد میں بلاواسطہ تمہارا درود سنتا ہوں۔

(انیس الجلیس ص ۲۲۲ بحوالہ مقام رسول للشیخ الحدیث محمد منظور احمد دامت برکاتہم العالیہ)

حدیث نمبر۴

قال النبی صلی الله علیه وسلم اکثر وامن الصلاة علی یوم الجمعة ولیلة الجمعة فان فی سائر الایام تبلغنی الملئکة صلاتکم الالیلة الجمعة ویوم الجمعة فانی اسمع صلاتی ممن یصلی علی باذنی.

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر یوم جمعہ اور جمعرات کو زیادہ درود شریف پڑھا کرو کیونکہ دیگر تمام دنوں میں تمہارا درود مجھ تک فرشتے پہنچاتے ہیں مگر جمعہ کی رات اور دن کو میں تمہارا درود اپنے کانوں سے سنتا ہوں۔

(نزهة المجالس للعلامه عبدالرحمن الصفوری، ۲: ۱۱۲ طبع قدیم مصر)

حدیث نمبر۵

قطب وقت ولی کامل عاشق رسول حضرت علامہ محمد بن سلیمان الجزولی سید حسنی شاذلی نقل فرماتے ہیں:

....

وقیل لرسول الله صلی الله علیه وسلم ارأیت صلوة المصلین علیک ممن غاب عنک ومن یأتی بعدک ما حالهما عنک فقال اسمع صلاة اهل محبتی واعرفهم وتعرض علی صلاة غیرهم عرضا.

(دلائل الخیرات شریف ۳۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ ان لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمائیے جو کہ آپ سے دور ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتے ہیں اور وہ لوگ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری زندگی کے بعد آئیں گے ان لوگوں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کیا حال ہے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارد فرمایا کہ اہل محبت (عشاق) کا درود تو میں خود سنتا ہوں اور ان کو پہچانتا ہوں اور غیر محبت والوں کا درود مجھے فرشتے پہنچاتے ہیں۔

الحمدللہ علی ذلک۔اس حدیث شریف سے خود سننے اور فرشتوں کے پہنچانے والی احادیث میں تطبیق بھی ہوگئی یعنی کچھ لوگوں کا درود شریف تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں فرشتے پیش کرتے ہیں لیکن عشاق لوگوں کا درود شریف آپ بنفس نفیس سماعت فرماتے ہیں وہ لوگ چاہے دنیا کے کسی خطے میں بھی ہوں۔اس حدیث کی شرح میں

حضرت علامہ محمد المھدی بن احمد فاسی م ۱۰۹۳ھ فرماتے ہیں:

(فقال اسمع) یعنی بلاواسطه (صلوٰة اهل محبتی) الذی یصلون علی محبة لی وشوقا وتعظیما وظاهر سواصلی علیه المحب له عند قبر اونائیا عنه.

(میں سنتا ہوں) یعنی بلاواسطہ اہل محبت کا درود شریف) یعنی جو مجھ پر محبت اور ذوق وشوق کے ساتھ میری تعظیم وعظمت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے پڑھتے ہیں چاہے وہ عاشق قبر کے قریب پڑھے یا

....

(مطالع المسرات بحلا دلائل الخیرات ص ۸۱) آپ کی قبر منورہ سے دور دراز کے علاقے میں۔

الحمدللہ یہ چار احادیث حدیث طبرانی کی شواہد ہیں اور اس کی تائید کرتے ہوئے ثابت کررہی ہیں کہ حدیث طبرانی بالکل صحیح ہے۔ اوران احادیث پر کسی بھی مستند عالم دین نے اعتراض نہیں کیا بالخصوص دلائل الخیرات شریف تو صدیوں سے علماء اولیاء کی حرز جان ہے۔ کسی ایک نے بھی یہ نہیں فرمایا کہ اس میں حدیث من گھڑت ہے اور علمائے دیو بند بھی اس کی اجازت دیتے اور لیتے رہے ہیں تو انہوں نے بھی اس اجازت میں کوئی شرط نہیں رکھی اور پھر یہ کتاب تو بالاتفاق بارگاہ نبوت کی مقبول کتاب ہے۔ جیسا کہ کتب میں موجود ہے۔

اور مشہور دیوبندی شیخ الحدیث انور شاہ کشمیری صاحب نے علمائے نجد کا رد کرتے ہوئے دلائل الخیرات شریف کی تعریف کی ہے! ملاحظہ فرمائیں (ملفوظات محدث کشمیری ص ۲۲۹،ص ۲۳۰)

اعتراض

یہ احادیث بلا اسناد ہیں لہٰذا قابل حجت نہیں ہیں۔

جواب یہ احادیث چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ظاہر کررہی ہیں اور بطور تائید پیش کی گئی ہیں۔ اور موضوع بھی نہیں جبکہ منکرین شان نبوت کے امام نے تو لکھا ہے۔ کہ فضائل میں تائیدا موضوع حدیث بھی پیش کی جاسکتی ہے۔

جناب مولوی محمد اسماعیل دہلوی صاحب تقویۃ الایمان نے لکھا ہے:

والموضوع لایثبت شیاءً من الاحکام نعم یوخذ فی الفضائل ماثبت فضلہ بغیرہ تائیدًا او تفصیلاً۔

اور موضوع حدیث سے احکام میں سے کچھ بھی ثابت نہیں ہوگا۔ ہاں فضائل میں اس کو (حجت) پکڑا جائے گا جو فضیلت کہ اس کے غیر کسی اور دلیل

....

سے ثابت ہو چکی ہو تو اس کو تائیداً یا تفصیلاً۔ (اصول فقہ، ۱۸ طبع الصدف پبلشر کراچی)

ان احادیث کو چونکہ تلقی بالقبول حاصل ہے اس لیے اگر ان کی کوئی سند معتبر نہ بھی ہمارے علم میں ہو تب بھی یہ اصولاً قابل قبول ہوں گی۔ کیونکہ کسی حدیث کو تلقی بالقبول کا درجہ اگر حاصل ہو جائے تو وہ مقبول ہے اگرچہ اس کی سند صحیح نہ بھی مل سکے۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

وقد صرح غیر واحد بان من دلیل صحة الحدیث قول اهل العلم به وان لم یکن له اسناد یعتمد علی مثله.
(التعقبات علی الموضوعات ۱۲)

بہت سارے علماء نے بیان فرمایا ہے کہ حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل اہل علم کا قول ہے۔ اگرچہ اس حدیث کی کوئی سند نہ ہو کہ جس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

جناب مولانا عبدالحئ لکھنوی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

قال السیوطی شرح "نظم الدرر" المسمی "البحر الذی زخر" المقبول ماتلقاه العلماء بالقبول وان لم یکن له اسناد صحیح فیما ذکره طائفة من العلماء منهم ابن عبدالبر.
او اشتهر عند ائمة الحدیث بغیر نکیر فیما ذکره الاستاذ ابواسحاق الاسفرائنی وابن فورک او وافق آیة من القرآن او بعض اصول الشریعة.

امام جلال الدین سیوطی نے "شرح نظم الدرر" المسمی "البحر الذی زخر" میں بیان فرمایا کہ مقبول حدیث وہ ہے کہ جس کو علماء نے قبول کیا ہو اگرچہ اس کی سند صحیح نہ بھی ہو۔ یہ علماء کی ایک جماعت نے بیان فرمایا جن میں سے امام ابن عبدالبر وغیرہ ہیں یا وہ حدیث ائمہ حدیث کے نزدیک بغیر نکیر کے مشہور ہو اس کو استاذ ابواسحاق الاسفرائنی اور ابن فورک نے ذکر کیا ہے۔ یا وہ حدیث قرآن کی کسی آیت کے یا اصول شریعت میں کسی کے

....

موافق ہو۔

(الاجوبۃ الفاضلۃ للاسئلۃ العشرۃ الکاملۃ، ۲۲۹ طبع ثانیہ مصر)

حضرت امام سیوطی مزید فرماتے ہیں:

قال بعضهم يحكم للحديث بالصحة اذا تلقاه الناس بالقبول وان لم يكن له اسناد صحيح.

(تدریب الراوی۔۱:۶۷ للسیوطی)

بعض علماء نے فرمایا کہ حدیث کی صحت کا حکم لگایا جائیگا جب کہ لوگوں نے اس کو قبول کرلیا ہے اگر چہ اس کی کوئی سند صحیح نہ ہو۔

حضرت امام عبدالبر فرماتے ہیں:

وفی قول جماعة العلماء و اجماع الناس علی معناه غنی عن الاسناد فيه.

(تدریب الراوی، ۱:۶۷)

اس حدیث میں علماء کی جماعت کے قبول کا قول ہے اور اس کے معنی پر لوگوں کا اجماع ہے جو کہ اس میں سند سے بے پرواہ کر دیتا ہے۔

حضرت امام احمد فرماتے ہیں:

وقد حدثنا ابوبكر المروذی رحمه الله قال سألت اباعبدالله عن الاحاديث التی تردها الجهمية فی الصفات والرؤية والاسراء وقصة العرش؟ فصححها ابوعبدالله وقال؛ :قد تلقتها العلماء بالقبول نسلم الاخبار كما جاء ت.

(السنۃ للخلال ۱:۲۴۶۔۲۴۷ وطبقات الحنابلۃ ۱:۳۲۔۳۳

امام ابوبکر المروزی نے فرمایا کہ میں نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے ان احادیث کے بارے میں پوچھا کہ جن کو جہمیہ نہیں مانتے یعنی احادیث صفات باری تعالیٰ اس کا دیدار معراج اور عرش معلیٰ کے بارے میں تو آپ رحمۃ اللہ نے ان احادیث کی تصحیح کی اور فرمایا کہ ان احادیث کو علماء کا تلقی بالقبول حاصل ہے لہٰذا ہم ان کو مانتے

....

لابن ابی یعلی حنبلی) ہیں جیسی کہ وارد ہوئی ہیں۔

حضرت امام سیوطی وعلامہ عبدالحئی لکھنوی اور علامہ ابن عبدالبر وغیرہم نے جو حدیث کی صحت کے اصول بتلائے ہیں وہ تمام ان احادیث میں پائے جاتے ہیں۔یعنی علماء نے ان احادیث کو بغیر نکیر کے نقل فرمایا:

اور پھر یہ قرآن کی آیت کے بھی موافق ہیں جیسا کہ پچھلے صفحات میں گزر چکا ہے۔جب ان احادیث میں قبول کی تمام شرائط پائی جاتی ہیں تو پھران کو قبول کرنا چاہیئے جبکہ یہ احادیث ہیں بھی باب فضائل میں اور فضائل میں تو ضعیف حدیث بھی بالاجماع مقبول ہے جیسا کہ باحوالہ گذر چکا ہے۔

اس کے باوجود جو شخص ان احادیث کو من گھڑت اور نا قابل قبول کہہ کر ٹھکراتا ہے تو وہ حقیقت میں پیارے آقا سید انس وجن صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا منکر ہے اور جو چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت میں ثابت ہو اس کا انکار نہ کرے گا مگر گستاخ اور بد بخت۔

حضرت امام ابوبکر احمد بن ہارون بن یزید الخلال م ۳۱۱ھ فرماتے ہیں۔

قال ابو العباس هارون بن العباس الهاشمی .....ومن ردفضل النبی صلی الله علیه وسلم فهوعندی زندیق لایستاب ویقتل لان الله تعالیٰ عزو جل قد فضله صلی الله علیه وسلم علی الانبیاء علیهم السلام.

(السنۃ للابن خلال ۱: ۲۳۷ طبع دار الرایہ الریاض)

حضرت امام ابوالعباس ہارون بن عباس ہاشمی (م ۲۷۰ھ وکان ثقۃ تاریخ بغداد ۱۴: ۲۷) نے فرمایا کہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی فضیلت کا انکار کرے وہ میرے نزدیک ایسا زندیق ہے کہ اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔بلکہ اس کو قتل کیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ

....

والسلام پر فضیلت عطا فرمائی۔

اور آپ مزید فرماتے ہیں:

فالعجب العجب ان النصارى تضحک بنا انا نسلم الفضائل كلها لعيسى عليه السلام تشبه الربوبية. انه كان يحيى الموتى وحده ويبرئ الأكمة والابرص فهذه تكون الا فيه فسلمنا ذلک لعيسى بالرضا والتصديق بكتاب الله عزوجل انكر هذا المسلوب فضيلة لرسول الله صلى الله عليه وسلم ونحن نفخر على الامم كلها ان نبينا افضل الانبياء.

(السنۃ ،۱: ۲۴۰)

اور تعجب در تعجب ہے کہ (گستاخان رسول کی وجہ سے) عیسائی ہم پر ہنستے ہیں کہ ہم تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں تمام ایسے فضائل تسلیم کرتے ہیں جو بظاہر اللہ تعالیٰ کے اوصاف کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں۔ وہ مردوں کو زندہ کرتے کوڑھی اور برص والے کو تندرست کرتے تھے۔ یہ اوصاف تو صرف اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ ہم نے یہ اوصاف اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تصدیق اور رضا کی بنا پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے تسلیم کئے ہیں۔ یہ محروم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا انکار کرتا ہے۔ حالانکہ ہمیں تمام امتوں پر فخر ہے کہ ہمارے نبی ﷺ تمام انبیاء سے افضل ہیں۔

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

ويتولد من هذا الجواب جواب آخر وهو ان تكون الروح كناية عن السمع ويكون المراد ان الله تعالى يرد عليه سمعه الخارق للعادة بحيث يسمع المسلم وان بعد قطره.

اس جواب سے ایک اور جواب پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ رد روح سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کی سماعت خارق عادت کو لوٹا دیتا ہے اس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجنے

....

(اللحاوی للفتاوی سیوطی ۲/۱۵۳ انباء الاذکیا بحیاۃ الانبیاء ص ۴۲ دارالحدیث قاہرہ) والے کا (درود) سلام سنتے ہیں خواہ وہ کتنی دور ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت امام محمد بن عثمان میرغنی صاحب فرماتے ہیں:

انہ صلی اللہ علیہ وسلم یسمعک و یراک ولو کنت بعید فانہ یسمع باللہ ویری بہ فلا یخفی علیہ قریب ولا بعید.

(سعادۃ الدراین للامام نبھانی ص ۵۰۸)

یعنی درود وسلام پڑھنے والے تو جان لے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تیرے درود پڑھنے کو سنتے اور تجھے دیکھتے ہیں تو اگرچہ (مدینہ منورہ) سے دور ہی کیوں نہ ہو کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طاقت سے سنتے ہیں اور دیکھتے ہیں لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ تو کوئی قریب کی چیز پوشیدہ ہے اور نہ ہی دور کی۔

حضرت علامہ امام علی نورالدین حلبی اپنے رسالہ (تعریف اھل الاسلام والایمان) فرماتے ہیں:

وردفی صحیح الاخبار ان اللہ تبارک و تعالی وکل ملکابقبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم یبلغہ الصلاۃ والسلام من المصلی والمسلم علیہ وانہ لیلۃ الجمعۃ ویومھا یسمع ذلک بنفسہ ویرد بکل حال.

(جواہر البحار ۲/۲۱ للامام نبھانی)

صحیح احادیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالی نے ایک فرشتہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر مقرر فرما رکھا ہے جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صلاۃ وسلام پہنچاتا ہے اور جمعہ کے دن اور رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود بنفس نفیس سنتے ہیں اور ہر حال جواب دیتے ہیں۔

....

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

بدانکه وے صلی الله علیه وسلم مے بیند ومے شنود کلام ترازیرا که و مے متصف است بصفات الله تعالیٰ دیگرے ازصفات الهٰی آں است که انا جلیس من ذکرنی پیغمبر راصلی الله علیه وسلم نصیب وافراست ازیں صفت دتکمله مدارج النبوت جلددوم.

جاننا چاہیئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تجھے دیکھتے اور تیرا کلام سنتے ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اس کا ہم نشیں ہوں جو میرا ذکر کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس صفت سے وافر حصہ ملا ہے!

عاشق صادق ولی کامل حضرت علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی فرماتے ہیں:

ویوئد سماع النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم سلام من یسلم علیه من بعید وقریب مشروعیة السلام علیه صلی الله علیه وسلم فی التشهد فی الصلاة بصیغة الخطاب اذیقول المصلی، السلام علیک ایها النبی ورحمة اللّٰه وبرکاته فلولم یکن صلی اللّٰه علیه وسلم حیا یسمع جیمع المصلین اینما کانو باسماع اللّٰه له ذلک لما کان لهذالخطاب معنی.

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر اس شخص کے سلام جو آپ پر دور وقریب سے سننے پر تائید کرتا ہے وہ نماز کے تشہد میں سلام کا جواز ہے کہ وہ صیغہ خطاب ہے جبکہ نمازی کہتا ہے السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پس اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ نہیں اور (اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے) تمام نمازیوں سے چاہے وہ کہیں بھی ہوں درودوسلام نہیں سنتے تو اس خطاب کرنے کا کوئی معنیٰ نہیں رہ جاتا۔

(شواہد الحق فی الاستغاثۃ بید الحق ص ۲۸۳)

....

حضرت امام علامہ زین الدین ابوبکر بن الحسین بن عمر المراغی م ۸۱۶ھ فرماتے ہیں:

اعلم ان کتب السنة متضمنة لاحادیث دالة علے ان روح النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم ترد علیه، وانه یسمع و یرد علیهم السلام.
(تحقیق النصرة بتلخیص معالم دار الهجرة ص ۱۱۶)

جاننا چاہیئے کہ کتب حدیث ایسی روایات سے بھری پڑی ہیں جو اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کی روح لوٹا دی گئی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم درود و سلام خود سنتے اور اس کا جواب دیتے ہیں۔

حضرت امام الحرمین فرماتے ہیں:

شهرستانی درغایته المرام از امام الحرمین نقل میکند که گفت پیغمبر خدا صلی الله علیه وسلم زنده است صلاة و سلامیکے بروے میفرستند استماع میکند. (جذب القلوب ص ۲۱۰)

امام شہرستانی نے اپنی کتاب غایت المرام میں امام الحرمین سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ و سلام پڑھتے ہیں، آپ اسے سنتے ہیں۔

حضرت مولانا انور اللہ حیدر آبادی فرماتے ہیں:

ان روایات سے یہ بات ثابت کہ ایک فرشتہ تمام روئے زمین کے درود سنتا ہے اور خدمت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عرض کرتا ہے اور اس کو ویسی ہی سماعت دی گئی ہے جیسے ان فرشتوں کو دی گئی ہے جو اس کام پر مقرر ہیں کہ درود پڑھنے والوں کے حق میں دعائے خیر کیا کریں جنکا حال ابھی معلوم ہوا۔ جب اتنی حدیثوں سے یہ بات ثابت ہے کہ بعض فرشتوں کے پاس قرب و بعد یکساں ہے اور آن واحد میں ہر شخص کی آواز برابر سنتے ہیں۔

....

تو اب اہل ایمان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احاطہ علمی میں شک کا کیا موقع ہوگا۔اس لیے مبنی شک وانکار کا یہی تھا کہ اس میں شرک فی الصفت لازم آتا ہے۔پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام میں یہ صفت موجود ہے تو چاہیئے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں بطریق اولی اور بدرجہ اتم ہو! چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصریح فرمادی۔

(انوار احمدی ۵۷ طبع فیصل آباد)

امام العارفین حضرت خواجہ ضیاء اللہ نقشبندی فرماتے ہیں

درود کے پاک آداب سے یہ ہے کہ درود پاک پڑھتے وقت یہ خیال رکھے کہ آپ حاضر ہیں اور سن رہے ہیں۔(مقاصد السالکین ص ۵۶)

قطب وقت حضرت پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری فرماتے ہیں:

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص محبت سے درود شریف پڑھے اس کو میں اپنے کانوں سے سنتا ہوں.................

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حیّ وزندہ ہونا قبر شریف اور استماع حالت حیات وممات میں اور واقف ہونا احوال زئراین سے بلکہ تمام امت کے احوال خیر وشر کا پیش ہونا حضور میں خصوصاً جمعہ کے دن درود شریف اہل محبت کا، سمع شریف سے سننا اور جو روضہ انور پر حاضر ہو کر سلام عرض کرے ،اس کا جواب دینا ثابت ہے۔(ملفوظات امیر ملت ص ۷۵)

ولی کامل حضرت میاں محمد بخش عارف کھڑی شریف فرماتے ہیں:

موڑ دیوے رب روح اسانوں کہیا شاہ عالی
روح مرادا ایتھے شنوائی خرق عادت دے والی
جو شنوائی دنیا اُتے خرق عادت دی ہے سی

....

دورو نزدیکوں سُنن گل کرے کوئی کیسی

کرانصاف توئیں اے منکر اندر سنن نبی دے

عرشوں تحت ثری تک سندے اندر بند بعیدے

پہلی حالت نالوں اوسدی ہے ہن پچھلی بہتر

قبراندر کیوں سُند انائیں سب نبیاں دامہتر

(ہدایت المسلمین میاں محمد بخش ص ۶۲)

اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسی قوت سماعت عطا فرمائی ہے کہ آپ اپنے امتیوں کا درود وسلام بلواسطہ اور بلاواسطہ ہر طریقے سے سماعت فرماتے ہیں اوراس میں استحالہ بھی کوئی نہیں یہ طاقت تو آپ کے وسیلہ وصدقہ سے آپ کے کئی غلاموں کو عطا فرمائی گئی ہے۔جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے کہ ایک فرشتہ کو ساری مخلوق کی آوازیں سننے کی طاقت عنایت فرمائی گئی ہے۔اس حدیث کی تحقیق وتخریج پہلے صفحات میں گذرچکی ہے۔اور ایک حدیث قدسی میں وارد ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔آپؐ نے ارشاد فرمایا:

ان اللّٰہ تعالیٰ قال من عادی لی ولیا فقد آذنتہ بالحرب وما تقرب الی عبدی بشئی احب الی مما افترضت علیہ ولا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصربہ ویدہ التی	بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا جس نے میرے ولی کی دشمنی کی میں نے اس سے اعلان جنگ کر دیااور جن چیزوں کے ذریعہ بندہ مجھ سے نزدیک ہوتا ہےان میں سے سب سے زیادہ محبوب چیز میرے نزدیک فرائض ہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میری ہمیشہ نزدیکی حاصل کرتا رہتا ہے

....

يبطش بها ورجله التى يمشى بهاو ان سألتى لاعطينه............
(صحیح بخاری ۲/ ۹۶۳ نوادر الاصول ص ۱۷، ۱۱۵)

یہاں تک میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں اور جب میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے کان ہوں جاتا ہو جس سے وہ سنتا ہے اور میں اسکی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں

اس حدیث شریف کی شرح کرتے ہوئے حضرت امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

وكذلك العبد اذا واظب على الطاعات بلغ الى المقام الذى يقول الله كنت له سمعا و بصرا فاذا صار نور جلال الله سمعاله سمع القريب والبعيد واذا صار ذلك النور بصراله راى القريب والبعيد واذا صار ذلك النور يداله قدر على التصرف فى الصعب والسهل والبعيد والقريب
(تفسیر کبیر۔ زیر آیت ام حسبت ان اصحاب الکھف والرقیم)

جب بندہ نیکیوں پر موظبت کرتا ہے تو وہ اس مقام تک پہنچ جاتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کنت لہ سمعا و بصرا فرمایا ہے جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور اس کے کان بن جاتا ہے تو وہ شخص دور و نزدیک سے سنتا ہے اور جب یہی نور اس کی آنکھیں ہو گیا تو وہ دور و نزدیک سے دیکھتا ہے اور جب یہی نور جلال اس کے ہاتھ ہو جاتا ہے تو یہ ولی مشکل اور آسان دور و نزدیک میں تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔

....

حضرت امام شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی فرماتے ہیں:

وذکروا ان من القوم من یسمع فی اللہ وللہ وباللہ من اللہ جل وعلی ولا یسمع بالسمع الانسانی بل یسمع بالسمع الربانی کما فی الحدیث القدسی کنت سمعه الذی یسمع به .... انتھیٰ (تفسیر روح المعانی پ۲۵/۱۰۲)

عارفین (اولیاء) نے ذکر کیا کہ قوم میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ میں اللہ کے لئے اللہ کے ساتھ اللہ سے سنتے ہیں وہ انسانی سماعت سے نہیں سنتے بلکہ ربانی سماعت سے سنتے ہیں جیسا کہ حدیث قدسی میں وارد ہے کہ میں اس کے کان بن جاتا ہوں وہ جن سے سنتا ہے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام اولیاء کرام وامتیوں کی یہ شان ہے تو آقا دوجہاں امام الانبیاء والمرسلین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت سماعت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت بصارت کی کیا شان اقدس ہوگی۔

حضرت فاروق اعظم کا دور سے دیکھ کر آواز پہنچانا اور حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کا دور سے آواز سننا:

عن ابن عمر ان عمر بعث جیشاً وامر علیهم رجلا یدعی ساریة فبینما عمر رضی اللہ عنه یخطب فجعل یصیح یاساریٔ الجبل .فقدم رسول من الجیش فقال یا امیر المومنین لقینا عدونا فهزمونا فاذا صائح یصیح یاساریة الجبل فاسندنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر بھیجا اور ان پر امیر ساریہ رضی اللہ عنہ نامی آدمی کو بنایا ایک مرتبہ حضرت عمر خطبہ دیتے ہوئے پکارا اے ساریہ رضی اللہ عنہ پہاڑ کی طرف ہوجا (تین مرتبہ فرمایا) لشکر سے ایک پیغام لانے والا آیا اور

....

ظهور نا الى الجبل فهز مهم الله فقلنا لعمر كنت تصحيح بذايک.

کہا اے امیر المومنین ہم دشمن سے ملے پس ہم شکست کے قریب تھے کہ ایک پکانے والے نے پکارا اے ساریہ رضی اللہ عنہ پہاڑ کی طرف ہو جا۔ پس ہم نے اپنی پیٹھ پہاڑ کی طرف کر لی پس دشمن کو شکست ہو گئی۔ ہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ آپ نے یہ آواز دی تھی۔

تخریج حدیث:

۱۔	دلائل النبوۃ ولفظ لہ	الامام بیہقی	۳۷۰/۶
۲۔	دلائل النبوۃ	الامام ابی نعیم	۵۸۱/۲۔۵۷۹/۲
۳۔	شرح اصول اعتقاد اهل السنة الجماعة	الامام لاکائی	۱۳۳۱،۱۳۳۰/۷
۴۔	کرامات اولیاء اللہ	، ، ،	۱۲۸ برقم ۶۷
۵۔	کرامات اولیاء	ابن الاعرابی = بحوالہ تخریج الاربعین السلمیۃ فی التصوف	
۶۔	فوائد	الدیر عاقولی = التصوف۔ للسخاوی ۴۴	
۷۔	الاربعین	ابو عبد الرحمٰن السلمی مع تخریج للسخاوی ۴۴	
۸۔	الطبقات الکبری		
۹۔	تاریخ الامم والملوک	الامام طبری ۳/ ۲۵۴	
۱۰۔	ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۱۶۶/۲
۱۱۔	طبقات الشافعیۃ الکبری	تاج الدین السبکی ۲/ ۳۲۴ طبع جدید	

....

۱۲۔ کتاب الاعتقاد امام بیہقی ۲۰۳

۱۳۔ تہذیب الاثار عبدالملک بن محمد الخرکوشی ۴۰۷، ص ۳۶۲

امام زرکشی فرماتے ہیں:

وقد افراد الحافظ قطب الدین عبدالکریم الحلبی لھذا الحدیث جزءًا ووثق رجال ھذہ الطریق (اللالیٔ المنثورہ فی الاحادیث المشھورۃ ص ۱۶۷ حافظ قطب الدین عبدالکریم حلبی نے اس حدیث کے طرق پر ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے اوراس سند کے تمام راویوں کی توثیق کی ہے۔

امام حافظ سخاوی فرماتے ہیں:

وھو اسناد حسن اوروہ سند حسن ہے۔

(تخریج احادیث المسلمیۃ التصوف للسخاوی ص ۴۵ والمقاصد الحسنۃ ص ۴۳۷)

آپ مزید فرماتے ہیں:

قلت وللقصة طرق منھا ماروی ابن مردویة من طریق میمون بن مھران عن ابن عمر عن ابیه .... ومنھا مااخرج الواقدی عن اسامة بن زید بن اسلم عن ابیه .... ومنھاماروی سیف عن ابی عثمان وابی عمرو بن العلاء.	میں کہتا ہوں کہ اس قصہ کے کئی طرق ہیں۔ان میں سے ایک طریق وہ جس کوابن مردویہ نے میمون بن مہران عن ابن عمر عن ابیہ کی سند سے روایت کیا ہےاورایک وہ جس کوواقدی نے اسامہ بن زید بن اسلم عن ابیہ کی سند سے بیان فرمایااوروہ جس کوسیف نے عثمان اورابوعمرو بن العلاء کی سند سے روایت کیا ہے۔

(تخریج احادیث السلمیۃ فی التصوف ص ۴۷۔۴۸)

حضرت امام شامی فرماتے ہیں:

....

والاثر عن امیر المومنین عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ صحیح انہ قال یا ساریۃ .

اورحضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے یہ اثر صحیح سند سے ثابت کہ آپ نے فرمایا۔ یا ساریہ الجبل۔

(اجابۃ الغوث فی رسائل ابن عابدین ۲/۲۷۹)

صدیق الحسن بھوپالوی غیر مقلد نے تحریر کیا ہے:

چنانچہ لوگ اب تک اس غار کو معظم جان کر تبرک حاصل کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں قصہ ساریہ کو بیہقی اور ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں اور لالکائی نے شرح السنۃ میں اور دیر عاقولی نے فوائد میں اور ابن الاعرابی نے کرامات اولیاء میں اور خطیب نے رواۃ مالک عن نافع عن ابن عمر سے روایت کیا ہے۔ الفاظ کا کچھ فرق ہے۔

حافظ ابن حجر نے اصابہ میں کہا ہے کہ اسنادہ حسن

(تکریم المومنین بتقویم مناقب خلفاء الراشدین ص ۶۱)

مولوی احمد حسن دہلوی غیر مقلد نے لکھا ہے:

اخرجه ایضاً ابو عبد الرحمن السلمی فی الاربعین وابن الاعرابی فی کرامات اولیاء و ابو نعیم فی الدلائل واللالکائی فی السنة وابن عساکر فی مسنده (وحسن الالبانی اسناده) وقال الحافظ ابن حجر فی الاصابة (۲/۳) اسناده حسن (وقال الحافظ ابن کثیر هذا اسناد جید حسن" البدایة ۷/۱۳۱) واخرجه ایضا الخطیب

اس کو ابو عبدالرحمٰن سلمی نے اربعین اور ابن اعرابی نے کرامات اولیاء ابو نعیم نے دلائل ولالکائی نے سنہ اور ابن عساکر نے مسند میں روایت کیا (البانی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے) اور حافظ ابن حجر نے اصابہ (۲/۳) میں اس کی سند کو حسن کہا اور حافظ ابن کثیر نے (البدایہ والنہایہ ۷/۱۳۱) میں کہا کہ اس کی سند پختہ اور حسن ہے اور اس کو خطیب نے روات مالک اور ابن عساکر نے بھی اپنی مسند

....

فی رواۃ مالک وابن عساکر فی مسندہ میں اورابن مردویہ نے اسی طرح روایت کیا ہے

وابن مردویہ بنحوہ..................

تنقیح الرواۃ فی تخریج.

(احادیث المشکوٰۃ ۴/۱۹۳ باب الکرامات حوالہ)

للاحمد حسن دهلوی وابی سعید محمد شرف الدین دهلوی مع الاستدراکات

حافظ صلاح الدین یوسف وحافظ نعیم الحق نعیم کلهم .من غیرا لمقلدین.

جس پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کی یہ شان ہے تو اس کی اپنی کیا شان مبارک ہوگی۔ لیکن نہ جانے منکرین شان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا بیماری ہے کہ ہر عظمت وشان والی چیز میں ان کو کچھ نہ کچھ عیب کیوں نظر آتے ہیں۔

ارے تجھ کو کھائے تپ سقر

تیرے دل میں کس سے بخار ہے

حدیث نمبر۱۹:

واخبرنا ابوعبدالله الحافظ نا ابو عبد الله الصفارنا ابوبكر بن ابى الدنيا حدثني سويد بن سعيد حدثني ابن ابى الرجال عن سليمان بن سحيم قال: رايت النبى صلى الله عليه وسلم فى النوم قلت يا رسول الله .هولاء الذين يأتون فيسلمون عليک اتفقه سلامهم قال: نعم وارد عليهم.	حضرت سلیمان بن سحیم (تابعی۔ثقہ) نے فرمایا کہ مجھے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی میں نے عرض کیا۔یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یہ لوگ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں اور سلام عرض کرتے ہیں۔کیا آپ ان کا سلام سنتے اور سمجھتے ہیں۔آپ نے فرمایا۔ہاں! ہم ان کے سلام کا جواب بھی دیتے ہیں۔

تخریج حدیث:

شعب الایمان لفظ لہ	امام بیہقی	۳/۴۹۱
تہذیب تاریخ دمشق	ابن عساکر	۳/۳۶۵
احیاء العلوم	امام غزالی	۴/۵۲۲
کتاب العاقبہ	عبدالحق اشبیلی	۱۱۹
الشفا	قاضی عیاض	۲/۶۴
مرشد الزوار قبور الابرار	موفق الدین بن عثمان م ۶۵۱ھ	۱/۳۶

اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر منورہ میں زندہ ہیں اور صلاۃ وسلام سنتے اور جواب بھی ارشاد فرماتے ہیں۔اور کئی خوش بخت حضرات آپ کے جواب کو سماعت بھی فرماتے ہیں:

اس کی شاہد کئی احادیث ہیں جن میں سے کچھ یہاں نقل کی جاتی ہیں۔

....

حدیث نمبر۱:

حدثنا احمد بن عیسےٰ حدثنا ابن وهب عن ابی صخران سعیداً المقبری اخبره أنه سمع ابا هریرة یقول سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول:(والذی نفسی ابی القاسم بیده لینزلن عیسےٰ بن مریم اماما مقسطا وحکماًعد لأفلیکسرن الصلیب ولیقتلن الخنزیر ولیصلحن ذات البین ولیذهبن الشحناء ولیعر ضن علیه المال فلایقبله احد.ثم لئن قام علی قبری فقال یا محمد لاجیبنه .

(مسند ابی یعلی بتحقیق الاثری ۱۰۱/۶ موسۃ علوم القرآن ۴۶۲/۱۱ دار المامون مون للنشرات بیروت)

بسند مذکور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔آپ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے۔البتہ ضرور حضرت عیسےٰ بن مریم علیہ اسلام امام منصف اور حاکم عادل بن کر نازل ہوں گے۔یقیناً صلیب توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کرینگے۔لوگوں کے آپس میں معاملات درست فرمائیں گے اور لوگوں کی ایک دوسرے سے دشمنیاں ختم کردیں گے اور مال پیش کریں گے تو کوئی اس کو نہ لے گا۔پھر اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر کہیں گے۔یا محمد تو میں ضرور برضرور ان کو جواب دوں گا۔

اور مستدرک حاکم کے الفاظ اس طرح ہیں:

ولیاتین قبری حتی یسلم علی ولاردن علیه. (مستدرک ۵۹۵/۲)

وہ میری قبر پر حاضر ہو کر مجھے سلام عرض کریں گے تو میں یقیناً ان کو جواب دوں گا۔

امام حاکم نے فرمایا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور امام ذہبی نے فرمایا صحیح ہے۔

....

امام ابوبکر الہیثمی فرماتے ہیں:

رواه ابويعلى ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد) اس کو امام ابویعلی نے روایت کیا اور اس کے راوی صحیح بخاری ۲۱۱/۸ باب ذکر الانبیاء کے راوی ہیں۔

آپ مزید فرماتے ہیں:

قلت: هو في الصحيح بغير هذا السياق. (العلي في زوائد ابي يعلي ۱۳۲/۳) میں کہتا ہوں کہ یہ روایت صحیح بخاری (۴۹۰/۱) میں ان الفاظ کے علاوہ دوسرے الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔ المقصد

امام علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث شریف پر یہ باب باندھا حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف میں حیات المطالب العالیہ بزوائد المسانید الثمانیہ ۲۳/۴، ۳۴۹/۴

جہاں اس حدیث شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاۃ فی القبر ثابت ہو رہی ہے وہیں یہ بھی ثابت ہو رہا ہے حج یا عمرہ کرنے والے شخص کو روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہو کر حاضر کے صیغے سے صلاۃ وسلام پیش کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ سنت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم ہے اور حج وعمرہ کے بعد مدینہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ انور پر نیت کر کے جانا ناجائز نہیں بلکہ انبیاء کرام کا مبارک طریقہ ہے۔

اعتراض

اس حدیث شریف پر منکرین شان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتراض کرتے ہوئے کہا:

مسند احمد میں لیاتین قبری حتی یسلم علی ولاردن علیہ.... کے الفاظ ہی نہیں اور مستدرک حاکم میں یہ الفاظ ہیں۔ مگر حاکم کی سند میں محمد بن اسحاق ہے۔ (محمد بن اسحاق پر مؤلف نے طویل جرح

....

کی ہے)........اور باقی حدیث کی کتب میں یہ الفاظ صحیح سند کے ساتھ کہیں نہیں ملتے۔اور کیا عجب ہے۔کہ یہ محمد بن اسحاق کے دجل اور کذب کا ہی کرشمہ ہو۔(از شیر محمد آئینہ تسکین الصدور۔۱۳۴)

جواب:

قارئین محترم یہ ہے ان حضرات کی تحقیق اور دیانت۔اصل میں جو شخص انبیاء کرام کا گستاخ ہو تو اسے اچھی و بری، پاک و ناپاک اور نیک و بد کی تمیز ہی نہیں رہتی۔جہاں فضیلت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی روایت دیکھی، فوراً اس کو رد کرنے پر تل گئے اور اپنی قسمت و قبر کی طرح صفحات سیاہ کرنے شروع کر دیئے۔مولوی مذکور نے اس روایت کے صرف ایک راوی محمد بن اسحاق پر جرح چار صفحات میں نقل کی ہے۔حالانکہ اس میں محمد بن اسحاق متفرد نہیں ہے،ہم نے مانا کہ محمد بن اسحاق ضعیف بلکہ زبردست ضعیف ہے لیکن کہاں؟ احکام میں حلال وحرام میں! فضائل اور تاریخ میں یہ راوی امام اور اتنا ہی ثقہ ہے جتنا کہ احکام میں کمزور ہے اور یہ حدیث شریف تو باب فضائل میں سے ہے لہٰذا یہاں اگر یہ متفرد بھی ہوتا تو قابل قبول تھا جبکہ ہماری پیش کردہ روایت مسند ابی یعلی کی سند میں تو یہ راوی سرے سے ہے ہی نہیں۔

اور مسند ابی یعلی کی سند کے تمام راوی صحیحین کے راوی ہیں جیسا کہ امام ھیثمی کے حوالہ سے گذرا۔اس سند کا پہلا راوی احمد بن عیسیٰ ہے۔اس سے امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں روایت لی ہے۔

دوسرا راوی ابن وھب یعنی عبداللہ بن وھب بن مسلم ہے۔جو کہ زبردست ثقہ راوی ہے۔اس سے بھی حضرات شیخین نے صحیحین میں روایت لی ہے۔

تیسرا راوی ابو صخر یعنی حمید بن زیاد

اس سے امام بخاری نے الادب المفرد میں اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت لی ہے

....

جبکہ امام احمد یحیٰ بن معین ابن عدی وغیرہ نے اس کی توثیق فرمائی ہے۔

(تہذیب الکمال ۵/ ۲۴۳_۲۴۴)

چوتھا راوی۔سعید بن ابی سعید المقبر ی۔یہ صحیحین کا مرکزی راوی ہے۔اور زبردست ثقہ ہے۔لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ روایت بالکل صحیح ہے اور حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی القبر کی زبردست دلیل ہے۔

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے..لامذہبوں کے ذھبی زمان زبیر علی زئی نے لکھا اس کی سند حسن ہے اس کے تمام راوی جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں (ماہنامہ محدث صفحہ ۳۳ ماہ جولائی 1995)

(خادم مناظر اسلام قاری محمد ارشد مسعود عفی عنہ)

حدیث نمبر ۲

روضہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اذان واقامت کی آواز آنا

عن سعید بن المسیب قال: لقدر أیتنی لیالی الحرة ومافی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم غیری ومایاتی وقت صلاة الا سمعت الاذان من القبرثم ا تقدم فاقیم واصلی وان زمرا فیقولون: انظروا الی الشیخ المجنون.

(دلائل النبوۃ لابن نعیم ۲/ ۵٦۷) لفظ لہ

حضرت سعید بن میتب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ ایام حرہ کی راتوں میں میں نے خود کو یوں پایا کہ مسجد نبوی میں میرے سوا کوئی نہ ہوتا تھا اور جب بھی نماز کا وقت ہوتا تو مجھے قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے آذان کی آواز آتی تو میں آگے بڑھ کر اقامت کہتا اور نماز پڑھ لیتا جبکہ اہل شام مسجد میں گروہ در گروہ آتے اور کہتے کہ اس پاگل بوڑھے کو دیکھو۔

الفصل الثامن العشر ون،زبیر بن بکار فی اخبار المدینۃ بحوالہ سبل الھدیٰ دالرشاد للشامی ۱۲/ ۳۵۷

....

کرامات اولیاء اللہ۔امام لالکائی ۹/ ۱۸۳ سنن الدارمی۔امام دارمی ۱/ ۴۳ طبقات الکبریٰ لابن سعد ۵/ ۱۳۲، باب ما اکرم اللہ تعالیٰ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

یہ صحیح اثر بتا رہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر منورہ میں زندہ ہیں۔اور پانچوں وقت آذان واقامت کے ساتھ نماز ادا فرماتے ہیں جیسا کہ حضرات فقہا و محدثین نے فرمایا ہے۔

امام زرقانی فرماتے ہیں:

لحیاته فی قبره یصلی فیه باذان واقامة

(زرقانی شرح المواہب ۸/۱۶۹)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں حقیقی حیات کے ساتھ زندہ ہیں اور آذان واقامت کے ساتھ نماز ادا فرماتے ہیں۔

امام عبدالوہاب الشعرانی فرماتے ہیں:

وهو حیی فی قبره یصلی فیه بأذان واقامة وکذالک الانبیاء.

(کشف الغمہ عن جمیع الامتہ ۱/ ۶۷ کتاب النکاح)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اور اذان واقامت کے ساتھ نماز ادا فرماتے ہیں۔ ایسے ہی دیگر انبیاء کرام بھی ادا فرماتے ہیں۔

اس اثر پر بھی منکرین ومعاندین نے چند اعتراضات کئے ہیں۔جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

مسعود الدین عثمانی نے کہا:

ایک نا قابل اعتبار روایت بیان کی جاتی ہے کہ ''واقعہ الحرۃ'' کے زمانہ جو ذوالحجہ ۶۳ھ میں پیش آیا۔تین رات دن مسجد نبوی میں نہ تو آذان دی جا سکی نہ اقامت ہوئی۔لیکن سعید بن میسب نے مسجد نہیں چھوڑی۔وہ نماز کا وقت قبر نبوی سے آنے والی ایک دبی دبائی آواز سے معلوم کر لیتے (رواہ الدارمی۔مشکوۃ ۵۴۵) سند یوں ہے:

....

اخبرنا مروان بن محمد عن سعید بن عبدالعزیز (عن سعید بن المسیب) اور یہ دونوں نا قابل اعتبار ہیں۔

سعید بن عبدالعزیز کا سعید بن میتب سے سماع ثابت نہیں۔اس لئے یہ روایت منقطع ہے اور مروان بن محمد کو ابن حزم نے ضعیف کہا اور عقیلی کہتے ہیں کہ وہ گروہ مرجیہ میں سے تھا۔(میزان الاعتدال ۴/ ۱۶۳) (یہ قبریں یہ آستانے ص ۲۱)

معترض مذکور نے اس صحیح روایت کو نا قابل اعتبار ثابت کرنے کے لئے دو اعتراض کئے ہیں جو کہ بالکل غلط اور معترض مذکور کی جہالت اور علم حدیث سے ناواقفیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

۱۔ مروان بن محمد اور سعید بن عبدالعزیز دونوں نا قابل اعتبار ہیں۔ کیوں؟ سعید بن عبدالعزیز کا سعید بن میتب سے سماع ثابت نہیں۔

اور یہ بات صحیح بھی ہوتو اس سے راوی نا قابل اعتبار کیسے ہوا؟ یہ قانون کس نے کہاں تحریر فرمایا ہے؟ عثمانی کا کوئی گمراہ مرید اس کا جواب دے گا.........؟ ہمیں انتظار رہے گا۔

حالانکہ یہ بات ہی غلط ہے۔ جناب سعید بن عبدالعزیز جو کہ زبردست ثقہ امام ہے اس کی حضرت سعید بن میتب سے ملاقات کا قوی امکان موجود ہے لہٰذا یہ روایت منقطع نہیں بلکہ متصل ہے۔ کیونکہ حضرت سعید بن میتب کی وفات بقول واقدی ۹۴ھ اور بقول ابونعیم ۹۳ھ (تہذیب الکمال ۷/ ۳۰۳) اور امام یحییٰ بن معین کے قول کے مطابق ان کی وفات ۱۰۰ھ ہے (تہذیب التہذیب ۴/ ۸۶)

جبکہ سعید بن عبدالعزیز کی ولادت حسن بن بکار بن بلال کے قول کے مطابق ۸۳ھ ہے لہٰذا کم از کم دس سال اور زیادہ سے زیادہ سترہ سال کا عرصہ ہے کیا اتنے سالوں میں آدمی دوسرے سے ملاقات نہیں کرسکتا؟

....

اور سند کے اتصال کے لیے امکان لقاہی کافی ہے جیسا کہ اصول کی کتب میں تفصیل موجود ہے۔لہٰذا یہ روایت منقطع و مرسل نہیں بلکہ متصل ہے۔

دوسرا اعتراض کہ مروان بن محمد کو ابن حزم نے ضعیف کہا ہے اور عقیلی کہتے ہیں کہ وہ گروہ مرجیہ میں سے تھا!

ہم کہتے ہیں کہ مروان بن محمد زبردست ثقہ اور ثبت ہے۔اور جہاں تک اس کا مرجی ہونا ہے تو جب تک اپنے عقیدہ کے بارے میں روایت نہ کرے اس وقت تک جرح ہی تصور نہیں ہو گی۔
امام ابو حاتم اور صالح بن محمد الحافظ نے فرمایا ثقہ ہے۔

امام عبداللہ بن یحی بن معاویہ الھاشمی نے فرمایا میں نے تین طبقات پائے ان میں سے ایک سعید بن عبدالعزیز کا اور اس طبقہ میں مَیں نے مروان بن محمد سے زیادہ خاشع شخص نہیں دیکھا۔
امام سلیمان الدرانی نے کہا کہ مَیں نے کوئی شامی مروان بن محمد سے افضل نہیں دیکھا۔ان سے کہا گیا کہ اس کا شیخ سعید بن عبدالعزیز اور یحییٰ بن حمزہ بھی نہیں تو انہوں نے فرمایا وہ بھی نہیں امام ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا۔

امام ابوزرعہ فرماتے ہیں کہ مجھے امام احمد نے فرمایا تمہارے پاس تین محدث ہیں۔
مروان بن محمد ولید بن مسلم اور ابو مسہر۔

ابن معین نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔دارقطنی نے کہا ثقہ ہے۔

(تہذیب الکمال ۲۰/۱۸۔۱۹)

جب محدثین کے اتنی کثیر تعداد بالاتفاق اس کی توثیق فرما رہی ہے تو پھر ابن حزم کا اس کو ضعیف کہنا اس کو کوئی نقصان نہیں دیتا ویسے بھی ابن حزم کا رد کیا گیا ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

....

وضعفه ابو محمد بن حزم خطأ لانا لانعلم لهسلفافي تضعيفه

(تہذیب التہذیب ۹۶/۱۰)

اس کو ضعیف کہنا ابن حزم کی غلطی ہے کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ ابن حزم سے پہلے بھی کسی نے اس کو ضعیف کہا ہو۔

لہٰذا عثانی کا اس کو ضعیف قرار دے کرنا قابل اعتبار کہنا اپنے ایمان کو ہی نا قابل اعتبار کرنے کے مترادف ہے۔

محمد حسین نیلوی مماتی نے اعتراض کیا ہے۔

اس میں ایک راوی سعید بن عبدالعزیز جوثقہ امام ہے۔لکنہ اختلط فی آخر عمرہ (تقریب) لیکن اس کی اخیر عمر میں حافظہ خلط ملط ہو گیا تھا۔ (ندائے حق ۴۷۳/۱)

معلوم ہوتا ہے کہ جناب نیلوی صاحب کو مختلط کی روایت کے قبول اور عدم قبول کے اصول کا ہی علم نہیں ورنہ ایسی ادھوری اور بے تکی بات ہرگز نہ تحریر کرتے۔

مختلط کی روایت کے قبول اور عدم قبول کا اصول امام ابن الصلاح فرماتے ہیں:

والحكم أنه يقبل حديث من اخذ عنهم قبل الاختلاط ولا يقبل حديث من اخذ عنهم بعد الاختلاط أو أشكل امره فلم يدرهل اخذ عنه قبل الاختلاط أو بعده.

(مقدمہ ابن الصلاح مع شرح التقیید والایضاح ۴۴۲)

ان (مختلطین) میں حکم یہ ہے کہ ان کی حدیث اختلاط سے پہلے روایت لینے والوں سے قبول کی جائے گی اور جن راویوں نے ان سے اختلاط کے بعد روایت لی یا ایسے راوی کہ جن کے بارے میں یہ امر مشکل ہو کہ انہوں نے اختلاط سے پہلے روایت لی یا بعد میں تو ایسے راویوں سے روایت قبول نہیں کی جائے گی۔

تقریباً انہی الفاظ کے ساتھ اصول امام ابن حبان نے بھی بیان فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

....

(کتاب المجروحین من المحدثین والضعفاء والمتروکین ۱۲۹۵/۲ (ترجمہ محمد بن فضل) تو ثابت ہوا کہ ہر مختلط کی روایت ہر حالت میں مردود نہیں ہوگی بلکہ جب ان سے روایت کرنے والا روای اگر اختلاط سے پہلے روایت کرنے والا ہے تو روایت مقبول اور صحیح ہوگی۔

اور یہاں اس روایت میں سعید بن عبدالعزیز سے راوی، مروان بن محمد ہے جو کہ اس سے قبل الاختلاط روایت کرتا ہے۔

امام ابن الصلاح فرماتے ہیں:

واعلم أن من كان من هذا القبيل محتجا	اور اس قبیل کے راوی جن سے صحیحین یا ان میں کسی
بروايته في الصحيحين او احد هما فانا	ایک میں روایت لی گئی ہے تو ہم پہچانیں گے کہ
نعرف على الجملة أن ذلك مما تميز	اس سے روایت کرنے والے نے اختلاط سے
كان ماخوذا عنه قبل الاختلاط	پہلے روایت لی ہے۔

(مقدمہ ابن الصلاح مع شرح ۴۶۶)

اور مروان بن محمد کی روایت سعید بن عبدالعزیز سے۔ صحیح مسلم میں موجود ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ مروان بن محمد نے سعید بن عبدالعزیز سے ان کے مختلط ہونے سے پہلے روایت لی ہے۔

سعید بن عبدالعزیز کے متابع:

اور پھر جناب نیلوی وعثمانی اور ان کے حواریوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اس روایت میں سعید بن عبدالعزیز بھی نہیں ہے۔ اگرچہ وہ متفرد ہونے کا باوجود بھی اتنا ثقہ ہے کہ اس کی روایت صحیح ہے۔ یہاں تو اس کے ثقہ متابع موجود ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

اخبرنا الوليد بن عطاء بن الأغر المكي قال: اخبرنا عبدالحميد ابن سليمان عن ابى حازم قال: سمعت سعيد بن المسيب يقول

....

طبقات الکبریٰ لابن سعد ۱۳۲/۵ کرامات اولیاء اللہ للامام لالکائی ۱۸۳/۹

اخبر نا محمد بن عمر قال: حدثنی طلحة بن محمد بن سعید عن ابیه قال: کان سعید بن المسیب ایام الحرة فی المسجد.......... (طبقات الکبریٰ لابن سعد ۱۳۲/۵)

پہلی سند میں سعید بن عبدالعزیز کا متابع ابو حازم سلمہ بن دینار ہے جو کہ صحیحین کا زبردست ثقہ راوی ہے۔ نہ تو اس کے بارے میں یہ جرح ہے کہ یہ مختلط ہو گئے تھے اور نہ ہی ان کی سعید بن میتب سے ملاقات پر اعتراض ہے۔ جبکہ دوسری سند میں سعید بن عبدالعزیز کا متابع محمد بن سعید ہے جو کہ حضرت سعید بن المسیب کا بیٹا ہے اور یہ بھی ثقہ ہے۔

جب یہ روایت سند و متن کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے تو اس کو ماننا ہی مسلمانی ہے۔ لیکن ایک نام نہاد (غیر ملقد) اہلحدیث کی بھی سنیے کہ وہ صاحب کیا کہہ رہے ہیں۔

واقعہ حرہ میں سعید بن المسیب کا مسجد نبوی میں اذان سننا مدعا کے لحاظ سے بالکل بے معنی ہے۔ سعید بن المسیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز نہیں پہچانتے تھے ممکن ہے یہ آواز کسی پاکباز جن یا فرشتہ کی ہو۔ اس سے آنحضرت کی دنیوی زندگی کیسے ثابت ہوئی۔

تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہ کی تجدید مسائی ص ۴۱۶ از مولوی اسمٰعیل سلفی (استغفر اللہ)

لاحول ولاقوۃ الا باللہ یہ ہے۔ ان لوگوں کا گندہ عقیدہ قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی پاک باز جن یا فرشتہ تو نہیں بولا البتہ اس مولوی مذکور کی زبان و قلم پر ضرور کسی خبیث جن یا ابلیس کا قبضہ ہے۔ آج تک کسی راسخ العقیدہ مسلمان نے یہ قول نہیں کیا سوائے ابن تیمیہ یا اس کی ذریت کے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تو ارشاد فرمایا کہ میری قبر پر فرشتہ ہے جو مجھے تمہارا (امت کا) درود و سلام پہنچاتا۔ یہ کسی حدیث شریف میں نہیں کہ جن یا فرشتہ میری قبر میں اذان دیا کرے گا۔ اگر کوئی ایسی حدیث ہے تو اس کا حوالہ سلفی صاحب کے حواریوں کی طرف سے آنا چاہیئے۔

....

اور اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو وہ اپنی دیگر گستاخیوں کے ساتھ ساتھ اس گستاخی کی سزا بھی بھگت رہا ہوگا۔ اب اس کے حواریوں کو ہی اپنی گستاخانہ ذہنیت سے توبہ کر لینی چاہیئے ۔ یہ تو وہ بارگاہ ہے کہ جس کے بارے کسی نے کہاں:

لے سانس بھی آہستہ کہ دربار نبی ہے

اور ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر

نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

شاہد نمبر ۳:

عن ابن بشار قال حججت فی بعض السنين فجئت المدينة فتقدمت الى قبر رسول الله صلى الله عليه وسلم فسلمت عليه فسمعت من داخل الحجرة و عليك السلام.

حضرت امام ابراہیم بن بشار فرماتے ہیں کہ میں نے ایک سال حج کیا تو مدینہ شریف حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کیطرف گیا اور سلام عرض کی تو میں نے حجرہ سے وعلیک السلام کی آواز سنی:

(ابن النجار بحوالہ سبل الھدی والدشار ۱۲/ ۳۵۷ ،شفا السقام ۵۱ ،جذب القلوب ۱۹۹)

شاہد نمبر ۴:

ابن بخاری روایت کرتے ہیں:

اخبرنی ابو محمد داود بن علی بن محمد بن هبة الله بن المسلمة قال: انبأ ابو الفرج المبارک بن عبدالله بن محمد بن النقور قال حکی لی شیخنا ابو نصر

بسند مذکور حضرت امام عبدالواحد بن عبدالملک بن محمد بن نقود الکرجی قطب وقت فرماتے ہیں کہ میں نے اکیلے حج کیا اور حج سے پہلے مدینہ طیبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے حاضری

....

عبدالواحد بن عبدالملک بن محمد بن ابی سعد الصوفی الکرجی قال: حججت علی الانفراد وقصدت المدینة صلوات الله علی ساکنها قبل الحج لزیارة النبی صلی الله علیه وسلم والحج بعد ذلک لاحظی بزیارة النبی صلی الله علیه وسلم ،فدخلت و زرت النبی صلی الله علیه وسلم وجلست عند الحجرة فبینا أنا جالس اذدخل الشیخ ابوبکر الدیار بکری ووقف ،بازاء وجه النبی صلی الله علیه وسلم وقال: السلام علیک یا رسول الله ،فسمعت صوتا من الحجرة وعلیک السلام یا ابابکر فقلت للشیخ ابی نصر الکرجی مستثبتاً: یا سیدی: سمعت النبی صلی الله علیه وسلم رد علیه: فقال سمعت من داخل الحجرة: وعلیک السلام یا ابابکر وسمعه من حاضر.

دی۔ پس میں مدینہ میں داخل ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی (قبر منورہ) کی زیارت کی اور حجرہ پاک کے قریب بیٹھ گیا۔ میرے بیٹھنے کے دوران ہی شیخ ابوبکر دیار بکری حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہ شریف کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ السلام علیک یا رسول اللہ تو میں نے حجرہ شریف سے آواز سنی وعلیک السلام اے ابوبکر راوی کہتا ہے میں نے شیخ ابونصر الکرجی سے پوچھا اے میرے آقا آپ اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کیا آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام کا جواب سنا تو انہوں نے فرمایا میں نے اور اس وقت جتنے لوگ حاضر تھے۔ سب نے حجرہ سے سنا السلام علیک یا ابا بکر۔

(ذیل تاریخ بغداد ابن نجار ۱۶/ ۲۵۴، ۲۵۵)

ایسے بیشمار واقعات ہیں کہ بعض اولیاء کرام علیہم الرحمہ نے جواب سنا، جن سے معلوم ہوتا

ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں۔ انبیاء کرام کی قبور پر جا کر ان سے سوال کرنا یہ سنت انبیاء اور ان حضرات کا قبور سے جواب دینا یہ بھی حضرات انبیاء کرام کی سنت ہے۔

حیاۃ اور کلام فی القبر کا عجیب واقعہ:

حدثنا ابن فضيل عن سليما ن التيمي عن سفيان عن ابی اسحاق عن عمارة بن عبد عن علی قال: انطلق موسیٰ وھارون علیھم السلام وانطلق شبر وشبير. فانتھوا الی جبل فيه سرير فنام عليه هارون فقبض روحه فرجع موسیٰ الی قومه فقالوا انت قتلته حسد تنا علی.... خلقه قال: کیف اقتله ومعی ابناؤه قال فاختار واسبعین رجلا قال فاختاروا من کل سبط عشرة. قال وذلک قوله واختار موسی قومه سبعین رجلا فانتھوا. الیه فقالوا من قتلک یاھارون؟ قال: ما قتلنی احد، ولکن تو فانی الله.

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱۱/۵۲۹، ۵۳۰ کتاب الفضائل تاریخ طبری ۱/۲۲۴، ۲۲۵ تفسیر ابن جریر ۹/۵۱)

بسند مذکور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰ وہارون اور شبر وشبیر تشریف لے گئے۔ حتیٰ کہ وہ ایک پہاڑ پر پہنچے۔ وہاں ایک تخت تھا تو حضرت ہارون علیہ السلام اس پر آرام فرمانے کے لئے لیٹ گئے اور ان کی روح قبض ہوگئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے پاس واپس آئے تو انہوں نے کہا اے موسیٰ علیہ السلام تو نے حضرت ہارون علیہ السلام پر حسد کرتے ہوئے ان کو قتل کر دیا ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا میں اس کو کیسے قتل کر سکتا ہوں جبکہ اس کے دونوں بیٹے میرے ساتھ تھے تو آپ نیفرمایا کہ ستر آدمی منتخب کرو فرمایا ہر گروہ سے دس آدمی لو اور اللہ تعالیٰ کے اس قول (واختار موسیٰ قومہ سبعین رجلا) کا اسی طرف اشارہ ہے حتیٰ کہ وہ وہاں پہنچے تو انہوں نے حضرت ہارون علیہ السلام کو (قبر سے) آواز دیتے ہوئے کہا

....

اے ہارون علیہ السلام تجھ کو کس نے قتل کیا ہے تو
حضرت ہارون علیہ السلام نے (قبر سے) آواز دی اور
فرمایا مجھے کسی نے بھی قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے
مجھے وفات دی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بظاہر موقوف ہے لیکن حکماً مرفوع ہے کیونکہ یہ اصول ہے کہ صحابی کی تفسیر مرفوع حدیث کے حکم میں ہوتی ہے۔

تفسیر صحابی رضی اللہ عنہ

امام حاکم فرماتے ہیں:

وتفسير الصحابى عند هما مسند.
(مستدرک امام حاکم ۱/ ۲۲۳،۲/ ۲۸۵)

اور صحابی کی تفسیر امام بخاری اور مسلم کے نزدیک مسند (مرفوع) ہوتی ہے۔

(معرفۃ علوم الحدیث للامام حاکم ،۲۰)
(الاحادیث المختارہ: ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد المقدسی الحنبلی ۲/ ۶۳)
توجیہ النظر الی اصول الاثر۔ طاہر بن صالح احمد الجزائری ۱۶۵
ارشاد طلاب الحقائق الی معرفۃ سنن خیر الخلائق۔ امام نووی ۱/ ۱۶۴

اس حدیث شریف سے کئی مسائل حل ہوئے۔

یہ کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی قبور پر حاضر ہو کر حاضر کے صیغہ سے پکارنا۔
ان کو زندہ تصور کرتے ہوئے خطاب کرنا انبیاء کا قبور مقدسہ میں آواز سننا سوالوں کا جواب دینا کہ تمام حاضرین ان جوابات کو سن سکیں۔

....

نیت کر کے گھر سے قبر نبی کی طرف جانا

یہ عقیدہ رکھنا کہ حضرات انبیاء کرام سنتے ۔ جانتے اور جواب دیتے ہیں۔ یہ شرک نہیں بلکہ نبیوں کا پاک عقیدہ ہے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ منکرین حیات انبیاء وسماع فی القبور کے عقائد بالکل غلط اور عقائد انبیاء وصحابہ سے بالکل متضاد ومتصادم ہیں۔

حدیث نمبر ۲۰:

و مايدل على حياتهم ما اخبرنا ابو عبد الله محمدبن عبد الله الحافظ أخبرني ابو محمد المزني ثناعلي بن محمد بن عيسى ثنا ابو اليمان أنبأ شعيب عن الزهري قال اخبرني ابو سلمة بن عبد الرحمن وسعيد بن المسيب ان ابا هريرة قال: استب رجل من المسلمين ورجل من اليهود فقال المسلم: والذي اصطفى محمدا على العالمين فاقسم بقسم فقال اليهودي: والذي اصطفىٰ موسى على العالمين فرفع المسلم عند ذلك يده فلطم اليهودي فذهب اليهودي الى النبي صلى الله عليه وسلم فاخبره بالذي كان من امره وامر المسلم فقال النبي صلى الله عليه وسلم: لا تخيروني على موسىٰ فان الناس يصعقون فاكون اول من يفيق فاذا موسىٰ باطش بجانب العرش فلا ادري أكان ممن صعق فأفاق قبلي او كان ممن استثنى الله عزوجل.

بسند مذکور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا کہ ایک مسلمان اور ایک یہودی کی آپس میں تلخ کلامی ہوگئی۔ مسلمان نے کہا اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہانوں پر فضیلت عطا فرمائی اور یہودی بولا کہ اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام جہانوں پر فضیلت بخشی۔ اس پر مسلمان نے یہودی کو زوردار طمانچہ مار دیا یہودی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اپنا اور مسلمان کا باہم ماجرہ سنایا، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دو کیونکہ لوگ (صور اسرافیل کی) کڑک سے بیہوش ہو جائیں گے اور سب سے پہلے مجھے افاقہ ہوگا۔ اچانک میں دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کا ایک پایا پکڑے ہوں گے۔ میں از خود نہیں جانتا کہ وہ بیہوش ہونے والوں میں سے ہوں گے اور مجھ سے پہلے انہیں ہوش آ جائے گا۔ یا پھر ان میں سے ہوں گے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے اس سے مستثنیٰ فرمایا ہے۔

رواہ البخاری فی الصحیح عن ابی الیمان ورواہ المسلم عن عبداللہ بن عبدالرحمن وغیرہ عن ابی الیمان

تخریج حدیث:

بخاری شریف	۱/۳۲۵،۲/۷۱۱	
مسلم شریف	۲/۲۶۷	
ابوداؤد شریف	۴/۲۸۶	
مسند امام احمد	۲/۲۶۴،۳/۳۳	
مصنف ابن ابی شیبہ	۱۱/۵۱۱	
مسند ابی یعلی	عن ابی سعید	۱۱/۵۲۰ (طرف الآخر منہ)
السنن الکبریٰ للنسائی	۴/۴۱۸	
شرح السنۃ	للامام بغوی	۱۵/۱۰۵ تا ۱۵/۱۰۷
المعجم الاوسط	امام طبرانی	۱/۱۹۰ عن ابی سعید طرف منہ

یہ حدیث شریف بھی حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات شریف پر واضح دلیل ہے۔

شارح حیاۃ الانبیاء حضرت علامہ محمد بن الخانجی البوسنوی فرماتے ہیں:

وجہ احتجاج البیہقی بھذین الحدیثین	حضرت امام بیہقی کے ان دونوں حدیثوں سے
علی حیاۃ الانبیاء بعد وفاتھم ان الصعق	حیات الانبیاء پر استدلال کی وجہ یہ ہے کہ صعقہ
ھو الغشی او الموت وھذا لایقبلہ الا من	غشی کو کہتے ہیں یا موت کو، اور یہ اس پر آسکتی
کان فی ذلک الوقت حیاحتی لایکون	ہے جو کہ اس وقت زندہ ہوتا کہ تحصیل حاصل
تحصیل حاصل فموسی علیہ السلام لایخلوہ	لازم نہ آئے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر
الحال اما أن یکون صعق اولم یصعق بل	غشی آئے گی یا پھر غشی بھی طاری نہ ہوگی بلکہ کوہ

....

حوسب بصعقه يوم الطور فعلى كلا العالمين فيه دلالة علىٰ حياته و سائر الانبياء مثله فى ذلك .	طور کی غشی سے ہی ان کا محاسبہ ہو چکا ہے پس ان دونوں حالتوں میں آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے زندہ ہونے کا پتہ چلتا ہے۔
(شرح حیاۃ الانبیاء للبوسنوی ۲۰)	

حضرت امام علی بن برہان الدین حلبی شافعی فرماتے ہیں:

وفيه ان هذا يقتضى ان الانبياء عليهم الصلوة والسلام يفزعون لا نهم احياء	اس حدیث شریف میں یہ (فزع) اس بات کا مقتضی ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام پر فزع طاری ہوگا کیونکہ وہ زندہ ہیں۔
(انسان العیون ۳/۳۰۴)	

علامہ ابن قیم نے تحریر کیا:

فاما صعق غير الانبياء فموت، اما صعق الانبياء فل ظهر انه غشية.	صعقہ غیر انبیاء کے لیے تو موت ہے لیکن انبیاء کے لئے صعقہ کا معنی غشی ہے۔
(کتاب الروح ۔ ۵۸ المسألۃ الرابعۃ)	

حضرت امام بدرالدین عینی فرماتے ہیں:

الموت ليس بعدم انما هو انتقال من دار الى دار فاذا كان هذا للشهداء كان الانبياء بذالك احق واولى مع انه صح صلى الله عليه وسلم ان الارض لاتأكل اجساد الانبياء عليهم الصلاة والسلام.	موت عدم محض کا نام نہیں ہے بلکہ یہ تو ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہونا ہے۔ جب یہ شہداء کے لئے ثابت ہے تو انبیاء کرام تو اس کے زیادہ حق دار اور اولی ہیں۔
(عمدۃ القاری ۲/۳۵)	

....

حضرت امام شمس الدین ابوبکر القرطبی فرماتے ہیں:

فاما صعق غير الانبياء فموت واما صعق الانبياء فالاظهر انه غشية فاذانفخ فی الصور نفخة البعث من مات حيي ومن غشي عليه افاق .

غیر انبیاء کے لیے توصعقہ موت ہوگی لیکن حضرات انبیاءکرام کے لئے غشی ہوگی پس جب صور میں پھونکا جائے گا تو مردے زندہ ہو جائیں گے اور سب بیہوش ہوش میں آجائیں گے۔

(التذکرۃ فی احوال الموتی الآخرہ ۱۷۹)

حضرت امام حافظ ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں:

وعلى هذاحمل طائفة من العلماء منهم البيهقي وابوالعباس القرطبی :قول النبی صلى الله عليه وسلم فی قوله تعالیٰ ونفخ فی الصور فصعق من فی السموات ومن فی الارض الامن شاء الله ،ثم نفخ فيه اخرى (الزمرد ۶ پاره نمب ۲۴)فاكون أنا أول من يبعث فاذا موسیٰ آخذ بالعرش (الحديث)........ ولان حياة الانبياء اكمل من حياة الشهداء بلاريب فشملهم حكم الاحياء ايضا ويصعقون مع الاحياء حيننذ لكن صعقة غشيی لاصعقةموت.

اور علماء کی ایک جماعت کہ جن میں سے امام بیہقی اور امام قرطبی ہیں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ کے فرمان (ونفخ فی الصور.........) کے فرمان کو حیاۃ الانبیاء پر محمول فرمایا ہے کہ آپ نے فرمایا، میں سب سے پہلے اٹھوں گا۔ اور اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کو پکڑے ہوئے ہوں گے کیونکہ انبیاء کرام کی حیات شہداء کی حیات سے بلا شک وشبہ اکمل ہے لہٰذا وہ بھی زندوں کے حکم میں شامل ہیں۔ اور زندوں کے ساتھ ان پر صعقہ ہوگا۔ لیکن وہ غشی کی حالت ہوگی نہ کہ موت کی۔

(احوال القبو واحوال اھلھا الی النشور ۲۵) حدیث نمبر ۴۲۷)

....

جہاں ان دونوں احادیث (۲۰،۲۱) سے حیاۃ الانبیاء فی قبورھم ثابت ہوتی ہے وہاں ان سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عاشق رسول اپنے پیارے آقا کے بارے میں کوئی ایسی بات سننے کے لیے تیار نہیں ہوتا کہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس کو کم کرنے کی کوشش کی گئی ہو۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عشق کو ملاحظہ فرمائیں کہ ایک یہودی صرف اتنا کہتا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سارے جہاں پر فضیلت دی تو مسلمان عاشق صادق صحابی رسول رضی اللہ عنہ نے اس کے منہ پر طمانچہ مار دیا۔ یہ جانتے ہوئے کہ قائل یہودی ہے اس کو حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے نبی کی شان بیان کرے۔ لیکن صحابی رسول رضی اللہ عنہ اتنا بھی سننا گوارہ نہیں کرتے۔ یہی عشق ومحبت کا تقاضا ہے کہ محبّ کو محبوب کے بارے میں غیرت مند ہونا چاہیئے۔

اُدھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ غیرت دینی وعشق رسول ہے کہ یہودی کے منہ سے صرف اتنی سی بات سن کر طیش میں آجاتے ہیں اور اِدھر آج کل کے نام نہاد مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ شیطان وملک الموت کی طاقت وعلم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زائد بتلا رہے ہیں اور اس پر مناظرے کرنے کے لیے تیار نظر آتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ محبت ودفاع صحابہ کا نعرہ بھی لگا رہے ہیں۔ (فیاللعجب)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ مجھے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو یا حضرات انبیاء کرام کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو تو یہ آپ کا فرمانا تواضع کے طور پر ہے۔

حضرت امام بن الخلال امام احمد سے روایت کرتے ہیں:

وذهب فيه الى ان النبى صلى الله عليه وسلم انما اراد التواضح به.	اس میں وہ (امام احمد وغیرہ) اس طرف گئے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تواضعاً فرمایا ہے

(السنۃ لابن الخلال ۱/۱۹۲ باب الفضائل نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

....

قاضی عیاض فرماتے ہیں:

انه قاله صلی الله علیه وسلم علی طریق التواضح ونفی الکبر والعجب.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بطور تواضح اور تکبر وغرور کی نفی کے طور پر فرمایا۔

(شفاء شریف ۱/ ۲۴۲ ص ۱۴۳)

حدیث نمبر۲۱:

وفی الحدیث الثابت عن الاعرج عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال:

لاتفضلوابین انبیاء الله تعالیٰ فانه ینفخ فی الصور لیصعق من فی السموات ومن فی الارض الا من یشاء الله ثم نفخ فیه اخری فاکون اول من بعث فاذا موسیٰ آخذ بالعرش فلاادری احوسب بصعقة یوم الطور ام بعث قبلی.

اور صحیح وثابت حدیث میں ہے جو کہ اعرج نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو باہم ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو۔ اس لئے کہ جب صور پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمین کی ہر جان پر غشی طاری ہو جائے گی۔

سوائے اس کے جسے اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ فرمائے گا پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو سب سے پہلے مجھے اٹھایا جائے گا اچانک (میں دیکھوں گا) کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کو پکڑے ہوئے ہوں گے۔ میں نہیں کہتا کہ کیا طور کی بے ہوشی ہی ان کو کفایت کرے گی یا وہ مجھ سے پہلے اٹھائے جائیں گے۔

امام بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

انہ قالہ تواضعا ونفیاً للکبرو العجب. آپ نے یہ تواضعاً اور تکبر اور غرور کی نفی کے طور پر فرمایا۔

(عمدۃ القاری ۲/۲۵۱ کتاب الخصومات)

حضرات محدثین کرام کی عبارات سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تواضعاً فرمایا تھا۔ یا پھر اس تفضیل سے مراد وہ تفضیل ہے کہ جس سے کسی دوسرے نبی علیہ السلام کی تنقیص کا پہلو نکلتا ہو۔

....

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

الایفضل بینھم تفضیلا یو دی الی تنقص بعضھم.
(الشفاء ۱/۱۴۳)

خبردار انبیاء کرام کے درمیان ایک دوسرے پر ایسی فضیلت نہ دو کہ ان میں سے بعض کی تنقیص کا پہلو نکلتا ہو۔

اس سلسلہ میں حضرات علمائے کرام نے مزید بھی کئے اقوال درج فرمائے ہیں ملاحظہ فرمائیں الشفاء للقاضی ۱۴۲، عمدہ القاری شرح صحیح بخاری ۲۵۱/۱۲ وغیرھما۔

سب سے اعلیٰ واولیٰ ہمارا نبی

سب سے بالا ووالا ہمارا نبی

ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم تمام کائنات سے افضل ہیں اور ایسی تفضیل منع نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت قاضی عیاض ہی فرماتے ہیں۔

منع التفضیل فی حق النبوۃ والرسالۃ فان الانبیاء فیھا علی حد واحد اذاھی شئی واحد لایتفاضل وانما التفاضل فی زیادۃ الاحوال والخصوص والکرامات والرتب والالطاف واماا لنبوۃ فی نفسھا فلا تتفاضل وانما التفاضل بامور اُخرزائدۃ علیھا ولذلک منھم رسل ومنھم اولوعزم من الرسل ومنھم من رفع مکانا علیا ومنھم من اوتی الحکم

جس تفضیل سے منع کیا گیا ہے وہ نفس نبوت و رسالت میں تفضیل ہے کیونکہ حضرات انبیاء کرام اس وصف میں ایک جیسے ہیں اور اس میں باہم تفاضل نہیں ہے۔ بیشک تفاضل احوال وخصائص وکرامات مراتب والطاف وغیرہ میں ہوتا ہے اور نفس نبوت میں کوئی تفاضل نہیں بلکہ تفاضل دیگر امور کی وجہ سے ہے جو کہ اس پر زائد ہے۔ لہٰذا اسی لئے ان میں سے کوئی رسول ہے اور کوئی رسولوں میں سے اولوالعزم اور کوئی وہ جنکو بلند مقام پر اٹھایا گیا

....

صبیا و اوتی بعضھم الزبور . وبعضھم البینات ومنھم من کلم اللہ ورفع بعضھم درجات .قال اللہ تعالیٰ ولقد فضلنا بعض النبیین علیٰ بعض الآیۃ وقال: تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض الآیتہ . (الشفابتعریف حقوق المصطفیٰ ۱/۱۴۳ (فصل فی تفضیلہ صلی اللہ علیہ وسلم)

اور کسی کو بچپنے میں نبوت دی گئی اور کسی کو زبور دی گئی اور بعض کو روشن معجزات دیئے اور کسی کے ساتھ کلام فرمایا اور کسی کو سب پر درجوں میں بلندی عطا فرمائی گئی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا تحقیق ہم نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت دی اور فرمایا یہ رسول ہیں ان میں سے بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت دی (الآیۃ)

تو اس سے معلوم ہوا کہ درجات ومعجزات کے لحاظ سے حضرات انبیاء کرام مختلف مراتب رکھتے ہیں اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء اور فرشتوں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق سے افضل ہیں۔ اس مسئلہ پر حضرت امام اہلسنت مجدد دین وملت مولانا الشاہ احمد رضا خاں بریلوی نے مستقل تصنیف تحریر فرمائی ہے جس کا مبارک نام ''تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین ہے'' یہاں موقع کی مناسبت سے مختصراً اس مسئلہ پر عرض کیا جاتا ہے۔

افضلیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن عظیم

تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰے بَعْضٍ مِنْھُمْ مَنْ کَلَّمَ اللّٰہُ وَرَفَعَ بَعْضَھُمْ دَرَجٰت (البقرہ ۲۵۳ پارہ ۳)

یہ رسول ہیں کہ ہم نے انہیں سے ایک کو دوسرے پر افضل کیا ان میں سے کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ جسے سب پر درجوں بلند کیا۔

اس آیت کریمہ میں رفع بعضھم درجات سے مراد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کرام سے افضل واعلیٰ ہیں۔

اور پھر اس آیت کریمہ میں من کلم اللہ سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں تو واضح ہوگیا

....

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ پر بھی درجوں بلندی حاصل ہے۔

دوسری آیت مبارکہ

عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے

(سورۃ الاسراء آیۃ ۷۹ بنی اسرائیل) جہاں سب تمہاری حمد بیان کریں۔

مقام محمود جو کہ قیامت کے روز پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوگا کائنات میں سے کسی اور کو یہ سعادت میسر نہیں ہوگی۔

مقام محمود کیا ہے؟

مقام محمود سے کیا مراد ہے اس میں مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ اس سے مراد شفاعت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا۔ مقام محمود کیا ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا شفاعت:

حتی تنتهی الشفاعة الی النبی صلی الله علیه وسلم فذالک یبعثه الله المقام المحمود . (بخاری ۶۸۶/۲ کتاب التفسیر ترمذی)

حتی کہ لوگ مقام شفاعت پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے گا۔ پس اللہ تعالیٰ ان کو مقام محمود پر کھڑا کرے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

سئل عنها قال هی شفاعة

(تفسیر ابن جریر ۹۸/۱۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو فرمایا وہ شفاعت ہے۔

....

اور یہی قول حضرت سلیمان فارسی حضرت قتادہ حضرت عبداللہ بن عباس امام حسن رضی اللہ عنہم سے مروی ہے: ملاحظہ فرمائیں تفسیر ابن جریر ۱۵/۹۷،۹۸

حضور صلی اللہ علیہ وسلم روز قیامت عرش الٰہی پر جلوہ فرما ہونگے

زہے عزت واعتلائے محمد

کہ ہے عرش حق زیر پائے محمد

مقام محمود کی تفسیر میں دوسرا قول یہ ہے کہ قیامت کے روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر بٹھایا جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

ان محمد صلی اللہ علیہ وسلم یوم القیامۃ بین یدی الرب عزوجل علی کرسی الرب تبارک وتعالٰے

بیشک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے سامنے اللہ کی کرسی پر جلوہ افروز ہوں گے۔ (السنۃ: لابی بکر الخلال ۱/۲۰۹، ۲۱۱ تفسیر ابن جریر ۱۵/۱۰۰)

حضرت امام مجاہد شاگرد رشید حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں!

یجلسه علی العرش — آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرش پر رونق افروز ہوں گے

(السنۃ لابن الخلال ۱/ ۲۱۳ تا ۲۱۹ باسانید شتی تفسیر ابن جریر (۱۵/۹۸)

حضرت امام محمد بن احمد بن واصل فرماتے ہیں:

من رد حدیث مجاهد فهو جهمی — جس نے حضرت مجاہد کی مذکورہ حدیث کو رد کیا وہ جہمی بدعتی ہے۔

(السنۃ: ۱/۲۱۴)

حضرت امام ابوداؤد فرماتے ہیں:

من انکر هذا فهو عندنا متهم — جو اس سے انکار کرے وہ ہمارے نزدیک متہم ہے

....

(السنۃ:۱/۲۱۴)

امام احمد بن اصرم المزنی فرماتے ہیں:

من رد هذافهومتهم على الله ورسوله وهو عندنا كافر وزعم ان من قال بهذا فهوثنوى ،فقدزعم ان العلماء والتابعين ثنويه ومن قال بهذا فهوزنديق يقتل

(السنۃ:۱/۲۱۶۳۱)

جو اس قول کو رد کرے وہ اللہ اور اس کے رسول پر بہتان باندھتا ہے اور وہ ہمارے نزدیک کافر ہے اس کا گمان ہے کہ جو یہ قول کرتا ہے وہ ثنوی (گمراہ فرقہ) ہے اور اس کا گمان ہے علماء اور تابعین ثنوی تھے۔ اور جو ان بزرگوں کو یوں کہیے وہ زندیق ہے لہٰذا اس کو قتل کیا جائے گا۔

محدثین کرام اور حدیث حضرت مجاہد:

قال ابوبكر بن حماد المقرى من ذكرت عنده هذه الاحاديث فسكت فهو متهم على الاسلام فكيف من طعن فيها. وقال ابوجعفر الدقيقى من ردها فهو عندنا جهمى وحكم من ردهذان يتقا وقال عباس الدورى لايرد هذاا لامتهم ،وقال: اسحاق بن راهوية: الايمان بهذا الحديث والتسليم له: وقال اسحاق لابى على القوهستانى من رد هذاالحديث فهو جهمى وقال عبدالوهاب الوراق: للذى

حضرت امام ابوبکر بن حماد المقر کانے فرمایا کہ جس کے پاس یہ احادیث بیان کی جائیں تو وہ خاموش رہے تو اس کے اسلام میں شک ہے تو جو ان احادیث پر طعن کرے اس کا کیا حال ہوگا۔ امام ابوجعفر دقیقی فرماتے ہیں جس نے یہ احادیث رد کیں وہ ہمارے نزدیک گمراہ جھمی ہے اور ان کے رد کرنے والے کو کہا جائے گا کہ ڈرا امام عباس الدوری فرماتے ہیں اس کو سوائے متھم شخص کے کوئی رد نہیں کرے گا۔ امام اسحاق بن راھویہ (امام بخاری کے استاد) فرماتے ہیں۔ اس حدیث پر ایمان لانا اور

....

رد فضیلة النبی صلی اللہ علیه وسلم یقعدہ علی العرش ،فهو متهم علی الاسلام وقال ابراهیم الاصبهانی :هذا الحدیث حدث به العلماء منذستین و مائة سنة ولایردہ ا لا اهل البدع .قال وسالت حمدان بن علی عن هذاالحدیث ؟ فقال: کتبته منذخمسین سنة ومارایت احدّایردہ الااهل البدع وقال ابراهیم الحربی حدثنا هارون بن معروف: ومانیکر هذا الااهل البدع قال هارون بن معروف هذا حدث یسخن اللہ به اعین الزنا دقة :قال: وسمعت محمد بن اسمعیل السلمی یقول:من توهم ان محمدا صلی اللہ علیه وسلم لم یستوجب من اللہ عزوجل ماقال مجاهد:فهو کافر باللہ العظیم قال وسمعت اباعبداللہ الخفاف یقول سمعت محمد بن مصعب یعنی العابد یقول ،نعم یقعدہ علی العرش لیری الخلائق منزلته.

اس کو تسلیم کرنا چاہیئے اور امام ابوعلی قوہستانی نے فرمایا جس نے اس حدیث کو رد کیا وہ جھمی ہے امام عبدالوہاب الوراق نے اس شخص کے لیے کہ جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عرش پر جلوہ فرما ہونے کی فضیلت کو رد کیا فرمایا وہ متھم علی الاسلام ہے یعنی اس کے اسلام میں شک ہے۔ امام ابراہیم اصبھانی نے فرمایا اس حدیث کو علماء ایک سو ساٹھ سال سے بیان فرما رہے ہیں اور اس کو سوائے بدعتیوں کے کسی نے رد نہیں کیا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حمدان بن علی سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا میں نے اس کو پچاس سال سے لکھا ہے اور میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس کو رد کرے سوائے اہل بدعت کے۔ امام ہارون بن معروف نے فرمایا اس کا سوائے اہل بدعت کے کوئی انکار نہیں کرے گا۔ انہوں نے ہی فرمایا اللہ تعالیٰ اس حدیث سے زنادقہ کی آنکھوں کو جلائے محمد بن اسمعیل اسلمی نے فرمایا جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی بارگاہ میں جو مجاہد نے کہا وہ اس کے حقدار نہیں

....

(السنۃ :لابن الخلال :۱۔۲۱۶، ۲۱۷بسند صحیح)

ہیں تو وہ اللہ عظیم کے ساتھ کفر کرتا ہے امام ابوعبداللہ الخفاف نے فرمایا، میں نے امام محمد بن مصعب العابد سے سنا انہوں نے فرمایا ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرش پر تشریف فرما ہوں گے تاکہ مخلوق آپ کی قدر و منزلت کا نظارا کرے۔

حضرت امام ابوالعباس ہارون بن عباس الہاشمی ۲۷۷ھ فرماتے ہیں:

من رد حدیث مجاهد فهو عندی جهمی ومن ردفضل النبی صلی الله علیه وسلم فهو عندی زندیق لایستتاب ویقتل لان الله عزوجل قدفضله صلی الله علیه وسلم علی الانبیاء علیهم السلام و قدروی عن الله عزوجل قال: لااذکر الاذکرت معی، ویروی فی قوله (لعمرک) قال: بحیاتک ویروی انه قال: (یا محمد لولاک ماخلقت آدم): فاحذروا ....فمن ردهذاو من رد حدیث مجاهد فلایکلم ولا یصلی علیه.

(السنۃ لابن الخلال ۱/۲۳۷)

جس نے حضرت مجاہد کی حدیث رد کی وہ میرے نزدیک جھمی (گمراہ فرقہ) ہے اور (چونکہ یہ نبی اکرم کی فضیلت ہے) جو آپ کی فضیلت کو رد کرے یعنی انکار کرے وہ میرے نزدیک زندیق ہے اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اور اس کو قتل کیا جائے گا کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء سے افضل بنایا ہے اور اللہ نے ارشاد فرمایا جہاں میرا ذکر ہوگا وہاں اے پیارے تیرا ذکر میرے ساتھ ہوگا (حدیث قدسی) اور اللہ کے فرمان (لعمرک): سورۃ حشر آیۃ نمبر ۲۷) کے تحت روایت ہے کہ یہاں سے مراد آپ کی حیات ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ نہ ہوتے تو میں آدم کو پیدا نہ فرماتا پس حضرت

....

مجاھد کی حدیث کورد کرنے سے ڈرواور بچواور
جس نے حضرت مجاہد کی حدیث کورد کیا اس سے
کلام نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کی نماز جنازہ
پڑھی جائے گی۔

تو معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلتوں سے منکر اور گستاخوں کے ساتھ سلام وکلام اور ان کی دعائے بخشش اور نماز جنازہ جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت امام ہارون بن عباس نے ارشاد فرمایا ہے۔

حضرت مجاہد کے اثر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق خداوندی سے افضل ہیں۔ یہ بلند رتبہ کسی اور کو ہرگز میسر نہیں ہوگا اور پھر کہاں عرش کے پائے کہ جنکو حضرت موسیٰ پکڑے ہوئے ہوں گے اور کہاں عرش پر جلوس فرمانا کہ ہمارے آقا مولا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا افضل الخلق ہونا اور احادیث مبارکہ

سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس موضوع پر تجلی الیقین، میں تقریباً ایک سو احادیث مبارکہ پیش فرمائی ہیں۔ ہم یہاں اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے چند احادیث نقل کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أناسيدالناس يوم القيامة(وفى رواية)اناسيد ولدآدم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں سب لوگوں کا سردار ہوں گا۔

....

۱۔	بخاری		۴۷۰/۱ کتاب الانبیاء
۲۔	مسلم		۲۴۵/۲ کتاب الفضائل
۳۔	مسند امام احمد		۱۴۴/۳،/۱،۵۴۰،۴۳۵/۲
۴۔	ترمذی		۳۰۲/۲ کتاب المناقب
۵۔	مسند الامام عبداللہ بن مبارک		۶۲
۶۔	معجم الاوسط للطبرانی		۲۷۹/۲ عن انس بن مالک
۷۔	مسند ابی یعلی		۲۸۱/۷
۸۔	السنن	ابوداؤد	۲۸۶/۲ کتاب السنۃ
۹۔	السنن	امام ابن ماجہ	۲۱۹/ کتاب الزہد
۱۰۔	شرح السنۃ	امام البغوی	۲۰۴/۱۳
۱۱۔	دلائل النبوۃ	امام ابونعیم	۶۶/۱
۱۲۔	المصنف	ابن ابی شیبہ	۹۶/۱۴،۴۷۷/۱۱
۱۳۔	صحیح	ابن حبان	۱۳۷/۸،۱۳۰/۸ تحقیق کمال یوسف
۱۴۔	المسند الصحیح	ابوعوانہ	۱۷۴،۱۷۱/۱
۱۵۔	نوادر الاصول	الحکیم ترمذی	۲۸۴
۱۶۔	شرح اصول اعتقاد واہل السنۃ والجماعت	امام الالکائی	۷۸۸/۴ عن ابی سعید
۱۷۔	کتاب الایمان	امام مندہ	۸۵۰--۸۴۷/۲
۱۸۔	السنن الکبری	امام بیہقی	۴۱/۹
۱۹۔	مکارم الاخلاق	امام خرائطی	۵۵۹/۱ (الخدری وعبداللہ بن سلام وابی ہریرہ)

وھذ انما یصح علی ان اللہ جل ثناؤہ ردالی الأنبیاء علیھم السلام أرواحھم نفخ فی النفحۃ الأولیٰ صعقوا ثم لایکون ذلک موتا فی جمیع معاینہ الافی ذھاب الاستشعار فان کان موسیٰ علیہ السلام ممن استثنی اللہ عزوجل بقولہ: الامن شاء فانہ عزوجل الایذھب باستشعارہ فی تلک الحالۃ ویحاسبہ بصعقۃ یوم الطور.

اور یہ صحیح ہے اس لیے کہ اللہ جل ثناہ نے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام پران کی ارواح لوٹا دی ہیں اوراب وہ اپنے پرودرگار کے ہاں شہدا کی طرح زندہ ہیں۔ چنانچہ پہلی بار صور پھونکا جائے تو سب پر صعقہ (غشی) طاری ہوگا اور یہ کسی اعتبار سے موت نہ ہوگی بلکہ محض شعور کھو جانے کا نام ہوگا۔ اب اگر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالی شان، الامن شاءاللہ: سے مراد یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس سے مستثنیٰ کیا ہے اور طور کی غشی میں ہی ان کا محاسبہ ہو چکا ہے تو اللہ تعالیٰ اب اس حالت میں ان کا شعور بھی نہ کھو جانے دے گا۔

اس صحیح حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ تمام انسانوں کے آقا وسردار حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس طرح کی بیشمار روایات ہیں جنکا یہاں بیان کرنا سوائے طوالت کے اور کچھ بھی نہیں ہوگا۔ لہٰذا جس کو زیادہ تفصیل درکار ہو وہ تجلی الیقین کا مطالعہ کرے۔ انشاءاللہ ایماندار کی آنکھیں ٹھنڈی اور دل باغ باغ ہو جائے گا۔

مصنف کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام صعقہ کے وقت بھی باہوش وحواس ہوں گے۔

حضرت امام بیہقی ہی تحریر فرماتے ہیں۔:

والانبیاء علیھم الصلوۃ والسلام ،بعد ماقبضوا ردت الیھم ارواحھم فھم احیاء

اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ارواح قبض کرنے کے بعد ان کے اجساد میں لوٹا

....

عند ربهم كالشهداء وقد رأى نبينا صلى	دی گئی ہیں پس وہ اپنے رب کے ہاں شہدا کی طرح
الله عليه وسلم جماعة منهم ليلة المعراج	زندہ ہیں اور ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
وأمر باالصلاة عليه السلام عليه واخبرنا	معراج کی رات انبیاء کرام کو ملاحظہ فرمایا اور آپ
وخبره صدق أن صلاتنا معروضة عليه	صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ وسلام پڑھنے کا حکم دیا گیا
وأن صلاتنا معروفة عليه وان سلامنا يبلغه	ہے۔اور ہمیں خبر دی اور آپ کی خبر بالکل سچی ہے
وأن الله حرم على الارض ان تأكل اجساد	کہ ہمارا درود آپ پر پیش ہوتا ہے اور ہمارا سلام
الانبياء وقدافردنا لاثبات حياتهم كتابا	آپ کو پہنچتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے جسم
فنبينا صلى الله عليه وسلم كان مكتوبا	زمین پر کھانے حرام کردیئے ہیں اور ہم نے حیات
عند الله عزوجل قبل ان يخلق نبياورسولا	الانبیاء پر علیحدہ مستقل کتاب لکھی ہے پس ہمارے
وهو بعد ماقبضه نبى الله ورسوله وصفيه	آقا صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے پاس صفت
وخيرته من خلقه.	نبوت ورسالت سے پہلے بھی مکتوب تھے اور
(الاعقاد والهدایة الی سبیل الرشاد ص ۱۹۸ بیہقی)	وہ قبض ہونے کے بعد بھی اللہ کے نبی اور رسول
	اور اس کے صفی اور اس کی ساری مخلوق سے افضل
	وبرتر ہیں۔

حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت ''فھم احیاء عند ربھم کالشھدا'' کہ وہ اپنے رب کے ہاں شہدا کی طرح زندہ ہیں سے یہ شائبہ نہیں ہونا چاہیئے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات ہر لحاظ سے شہداء سے کہیں زیادہ افضل واعلیٰ ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

کلام ایں آئمہ اعلام اقتضائے اثبات دراحکام دنیا نیز میکند پس حیات ایشاں علیہم السلام

....

اخص واکمل واتم از حیات شہدا باشد چنانچہ مذہب مختار ومتصور است نہ چنانچہ ظاہر کلام بیہقی در بعضے مواضع درانست کہ آن حیات مثل شہدا است بلکہ مراد وے تشبیہ است دراصل حیات ورفع استبعاد نہ درجمیع خصوصیات۔

ان اکابر علماء کے کلام کا مقتضیٰ یہ ہے کہ احکام دنیا میں بھی حیات کو ثابت کیا جائے (دنیاوی حقیقی زندگی ثابت کی جائے) لہٰذا حضرات انبیاء کرام رکام علیہم السلام کی حیات شہدا کی حیات سے اخص اور اکمل واتم ہے یہی مذہب مختار ومتصور ہے نہ کہ جیسا امام بیہقی کے کلام سے بعض مقامات پر ظاہری طور پر معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کرام کی حیات مثل حیات شہدا کے ہے بلکہ امام بیہقی کی مراد افضل حیات کی تشبیہ دینا ہے اور رفع استبعاد کرنا ہے نہ کہ جمیع خصوصیات میں ان کے برابر قرار دینا ہے۔(جذب القلوب الی دیار المحبوب)

حضرت شیخ صاحب علیہ الرحمہ کی عبارت سے معلوم ہوا کہ شہدا کی حیات اور انبیاء کی حیات میں اتنا فرق ہے جتنا کہ انبیاء اور شہدا کے درجات میں فرق ہے اور جیسا فرق انبیاء اور غیر انبیاء کا ہے۔ایسا ہی فرق ان کی حیاتوں میں ہے۔

حضرت امام حکیم ترمذی فرماتے ہیں:

والصدیق ھو دون النبی والشھید دونھما وھو اقل حیوۃ من الصدیق والصدیق اقل حیوۃ تل حیوۃمن النبی والصالح اقل حیوۃ من الشھید.

(نوادرالاصول للامام ترمذی ص ۴۲۹)

اور صدیق نبی سے کم درجہ میں ہوتا ہے اور شہید ان دونوں درجوں سے کم درجہ میں ہے لہٰذا صدیق سے اس کی حیات بھی کم درجہ کی ہے اور صدیق کی حیات نبی کی حیات سے کم درجہ کی ہے اور ولی کی حیات شہید کی حیات سے کم درجہ کی ہے۔

....

جب شہید کی حیات صدیق سے کم درجہ کی ہے تو نبی کی حیات سے تو بدرجہ اولیٰ کم درجہ کی ہوگی اور شہید کی زندگی کا ثبوت تو قرآن مجید میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے!

وَلَا تَقُوْ لُوْالِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَات بَلْ اَحْيَاء وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْن. اور جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے

یعنی شہید کو مردہ کہنا منع ہے کیونکہ اس نے جان اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں قربان کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے انعام کے طور پر ان کو زندگی عطا فرمادی اور مردہ کہنے سے منع فرمادیا گیا اگر مردہ کہنا بڑی عزت و کرامت کی بات ہوتی تو اس سے منع نہ فرمایا جاتا۔

اب ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر چہ شہدا۔ کو مردہ کہنے سے منع فرمایا گیا ہے لیکن حقیقت میں ہیں تو وہ مردہ کیونکہ ان کے جسموں کے ٹکڑے کر دیئے گئے۔ پھر ان کا جنازہ پڑھا گیا ان کو دفن کیا گیا، قبریں بنائی گئیں تو کیا یہ اعمال زندوں کے ساتھ کیے جاتے ہیں؟ چلیں ہم ان کو مردہ نہیں کہتے لیکن ہیں تو مردہ ناں؟

تو اس کا جواب بھی اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرمادیا۔ فرمایا:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْ افِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاء عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْن. اور ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ہیں مردہ گمان بھی نہ کرو بلکہ وہ اپنے رب کے حضور زندہ ہیں اور رزق دیئے جاتے ہیں۔

(آل عمران آیۃ ۱۶۹)

شہید تو ہوتا ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہے۔ کتنے کلمہ گو منافق تھے جنگوں میں مقتول ہوئے کتنے یہودی اور عیسائی ہیں۔ مسلمانوں کے مقابلے میں بلکہ بعض اوقات مشرکین کے مقابلہ میں قتل ہوئے کیا وہ شہید کہلائیں گے؟ نہیں ہرگز کیونکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اختیار نہیں فرمائی تو پیارے آقا صلی اللہ علی وسلم کے طفیل آدمی شہید کہلاتا ہے اس کا مرتبہ یہ

....

ہے تو اس پیارے محبوب کی حیاۃ فی القبر کا کیا کہنا جس کے غلاموں کی یہ شان ہے کہ ان کو مردہ کہنا حرام ہے۔اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو شہادت کا بھی رتبہ عطا فرمایا گیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور رتبہ شہادت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وہ فضیلت عطا فرمائی گئی جو کسی بھی نبی یا ولی کو عطا فرمائی گئی ہے۔

حسن یوسف دم عیسٰے ید بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اور چونکہ بہت سارے انبیاء کرام علیہم السلام کو شہادت کا عظیم مرتبہ بھی دیا گیا ہے۔اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے ساتھ شہادت کا درجہ بھی عطا فرمایا گیا ہے۔

امام حکیم ترمذی فرماتے ہیں:

فمات رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو رأس الشهداء

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدا کے سردار کی حیثیت سے وصال فرمایا۔

(نوادر الاصول ص ۴۳۰

حضرت امام سبکی فرماتے ہیں:

قال العلماء فجمع الله له بذالک بین النبوة و الشهادة وتكون الحياة الثابتة للشهداء.

(شفاء السقام ۱۹۰)

علماء نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے ساتھ ساتھ شہادت کا مرتبہ بھی عنایت فرمایا ہے اور بیشک شہداء کے لئے حیات (بالاتفاق) ثابت ہے۔

امام محدث عظیم حکیم ترمذی فرماتے ہیں:

....

وروی فی الخبران الشهداء لاتاکلهن الارض وروی ان من اذن سبع سنین لم یدود فی قبره)فاذا کان الشهید والموذن قد امتنعامن الارض بحالتیهما فحالة الانبیاء والصدیقین واولیاء علیهم السلام ارفع من هذا واجل فانهم هم الشهداء ایام الحیوة.

(نوادر الاصول ص ۲۲۷)

ایک روایت میں ہے کہ شہداء کے اجسام کو زمین نہیں کھاتی اور روایت ہے کہ جس نے سال تک اذان دی اس کی قبر میں کیڑے نہیں ہوں گے پس جب شہید اور مؤذن کی یہ شان ہے کہ زمین ان کی حالت کو تبدیل نہیں کر سکتی تو حضرات انبیاء کرام اور صدیقین اور اولیاء علیہم السلام رضی اللہ عنہم کی کیا حالت ہوگی جو کہ ہر حال میں ان سے ارفع واعلیٰ اور زیادہ جلالت شان والے ہیں کیونکہ وہ تو ایام حیات میں ہی شہید ہیں۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں:

کان النبی صلی الله علیه وسلم یقول فی مرضه الذی توفی فیه مازال اجدالم الطعام الذی کنت بخیبر فهذا اوان وجدت انقطاع الابهری من ذالک السم

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آخری مرض میں فرماتے تھے میں اس لقمہ کی تکلیف ہمیشہ محسوس کرتا رہا ہوں جسے میں نے خیبر میں کھایا تھا۔ اب اس زہر سے میری ابہری رگ کٹ رہی ہے۔

(الجامع الصحیح / بخاری ۶۳۷/۲ کتاب المغازی فتح الباری ۱۰۷/۸
دلائل النبوۃ / بیہقی ۱۷۲/۷)

(المسند امام احمد ۶۸/۶ (عن ام بشر مختصراً) مستدرک امام حاکم ۵۸/۳

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

توفی رسول الله صلی الله عایه وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت کی وفات

....

شهیداً. (الطبقات الکبریٰ لابن سعد۲/ ۲۰۳) پائی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہادت کا مرتبہ مرحمت فرمایا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں:

لان احلف تسعاان رسول الله صلی الله علیه وسلم قتل قتلا احب الی من ان احلف واحدة انه لم یقتل و ذلک بان الله جعله نبیاو اتخذه نبیاً واتخذه شهیداً

اگر میں نو مرتبہ قسم کھاؤں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شہادت کی ہے تو یہ میرے نزدیک زیادہ عزیز کہ میں ایک مرتبہ قسم کھاؤں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہید نہیں ہیں اور حقیقت الامر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت پر سرفراز فرمایا اور شہادت بھی عطا فرمائی۔

۱۔	مسند امام احمد	امام احمد بن حنبل	۴۰۸/۱
۲۔	دلائل النبوت	امام بیہقی	۱۷۲/۷
۳۔	المعجم الکبیر	امام طبرانی	۱۳۴/۱۰
۴۔	المستدرک علی الصحیحین	امام حاکم	۵۸/۳
۵۔	الطبقات الکبریٰ	ابن سعد	۲۰۱/۱
۶۔	مسند ابن یعلی	امام ابو یعلی الموصلی	۱۳۲/۹ بتحقیق حسین سلیم اسد

تو ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ شہید اعظم بھی ہیں اس لیے قرآن کے مطابق آپ کو اب مردہ کہنا حرام اور منع ہے اور جو لوگ منہ پھاڑ کر کہتے ہیں وہ قرآن کے منکر اور گستاخ رسول ہیں۔

....

حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اثبات پر دیگر آیات قرآنیہ

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ.

اور اے پیارے محبوب ہم نے آپ کو تمام جہانوں پر رحم کرنے والا بنا کر بھیجا ہے!

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت علامہ غزالی زماں رازی دوراں احمد سعید کاظمی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وجہ استدال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بموجب آیۂ کریمہ تمام عالموں کے لئے رحمت ہیں اور جمیع ممکنات پر ان کی قابلیت کے موافق واسطہ فیض الٰہی ہیں اور اول مخلوقات پر تقسیم فرمانے والے ہیں۔

تفسیر روح المعانی میں اسی آیۂ کریمہ کے تحت مرقوم ہے:

وکونه صلی الله علیه وسلم رحمة للجمیع باعتبار انه علیه الصلوٰة والسلام واسطة الفیض الالهی علی الممکنات علیٰ حسب القوابل ولذا کان نوره صلی الله علیه وسلم اول المخلوقات ففی الخبر اول ماخلق الله تعالیٰ نور نبیک یا جابر وجاء الله تعالیٰ المعطی وانا القاسم. (روح المعانی پ ۱۷ ص ۹۶)

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام عالموں کے لئے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام ممکنات پر ان کی قابلیتوں کے موافق فیض الٰہی کا واسطہ ہیں اور اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اول مخلوقات ہے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے اول ماخلق اللہ نور نبیک یا جابر اور دوسری حدیث میں وارد ہے اللہ تعالیٰ معطی ہے اور میں تقسیم کرنے والا۔

آگے حضرت غزالی زماں فرماتے ہیں۔

....

ان تمام عبارات سے ثابت ہوا کہ آیت کریمہ وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین کا مفاد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اٹھارہ ہزار عالم کے ہر فرد کو فیض پہنچاتے رہے ہیں جس طرح اصل تمام شاخوں کو حیات بخشتی ہے۔اسی طرح تمام عالم ممکنات اور جملہ موجودات عالم کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ اصل الاصول ہے اور ہر فرد ممکن حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے لئے فرع اور شاخ کا حکم رکھتا ہے۔

جس طرح درخت کی تمام شاخیں جڑ سے حیات نباتاتی حاصل کرتی ہیں اسی طرح عالم امکان کا ہر فرد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر قسم کے فیوض وبرکات اور حیات کا استفادہ کرتا ہے اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام ہر فرد ممکن کو اس کے حسب حال واقعی عطا فرماتے ہیں اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ عالم کے ہر ذرہ کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم متوجہ ہوتے ہیں اور ہر ایک کو اس کے حسب حال فیض رسانی فرماتے ہیں۔

حضرت امام نجم الدین کبریٰ فرماتے ہیں:

بر مثال شجره ایست تخم آن شجره روح پاک محمدی که (اول ماخلق الله نوری)

اس دنیا کی مثال درخت کی ہے اور اس درخت کا تخم واصل روح پاک محمدی ہے کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا فرمایا۔

(مرصاد العباد/۲۲۹ از شیخ المشائخ نجم الدین کبریٰ)

آیت نمبر۴:

يَآ يُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَرۡفَعُوۡۤا اَصۡوَاتَكُمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجۡهَرُوۡا لَهٗ بِالۡقَوۡلِ كَجَهۡرِ بَعۡضِكُمۡ لِبَعۡضٍ اَنۡ تَحۡبَطَ اَعۡمَالُكُمۡ وَاَنۡتُمۡ

اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے نبی کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کرو جیسے ایک دوسرے کے سامنے چلاتے

....

لَا تَشْعُرُوْن.

(الحجرات آیت نمبر۲)

ہو کہ کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

امام اسمٰعیل حقی فرماتے ہیں:

وقد كره بعض العلماء رفع الصوت عند قبره عليه السلام لانه حيي في قبره.

(تفسیر روح البیان ۶۶/۹)

بعض علماء نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منورہ کے پاس آواز بلند کرنے کو ناپسند فرمایا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر منورہ میں زندہ ہیں۔

امام بیہقی نقل فرماتے ہیں:

قال: ومنه ألا ترفع الأصوات عند قبره ولا يحاضر عنده في لهو ولا لغو ولا باطل ولا شي من امر الدنيا مما لايليق بجلال قدره ومكانته من الله عزوجل .

(شعب الایمان ۲۰۶/۲ تعظیم النبیؐ واجلالہ وتوقیرہ)

امام ابوالولید نے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب میں سے ہے کہ آپ کی قبر شریف کے پاس آوازیں بلند نہ کی جائیں اور نہ ہی آپ کے سامنے لہولعب اور لغو میں مشغول ہو اور نہ ہی کوئی ایسی دنیاوی چیز میں مبتلا ہو جو کہ آپ کی جلالت شان اور عظمت جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپکو عطا ہے کے شایان شان نہ ہو۔

امام خطیب بغدادی فرماتے ہیں:

سليمان بن حرب قال سمعت حماد بن زيد يقول في قوله تعالىٰ يايها الذين آمنو

امام سلیمان بن حرب فرماتے ہیں کہ میں نے امام حماد بن زید سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کہ اے

....

لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی" قال اری رفع الصوت علیه بعد موته کرفع الصوت علیه فی حیاته.
(الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع، ۱/۱۹۶ باب ادب السامع)

ایمان والو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے آواز بلند نہ کرو کے بارے سنا آپ نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی اسی طرح آواز بلند کرنا منع ہے جیسا کہ آپ کی حیات ظاہری میں منع تھی۔

امام شعرانی فرماتے ہیں:

ولا ترفع عنده الاصوات کما هو فی حیاته صلی الله علیه وسلم
(کشف الغمہ عن جمیع الامت ۱/۶۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آواز بلند نہ کی جائی جیسا کہ آپ کی حیات ظاہرہ میں بلند کرنی منع تھی۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں:

وقال العلماء یکره رفع الصوة عند قبره (صلی الله علیه وسلم) کان یکره فی حیاته علیه والسلام لانه محترم حیا وفی قبر صلی الله علیه وسلم دائماً.

علماء نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس آواز بلند کرنا ایسے ہی ناجائز ہے جیسا کہ آپ کی حیات ظاہرہ میں ناجائز تھی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم محترم ہیں اور قبر میں ہمیشہ زندہ ہیں۔

آیت نمبر ۵:

وَلَوْاَنَّهُمْ اِذْظَلَمُوْ اَنْفُسَهُمْ جَآؤُکَ فَاسْتَغْفَرُ

اور جب کبھی بھی وہ اپنی جانوں پر ظلم کرلیں تو

....

اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلَ لَوَجَدُ واالله تَوَّ ابًارَحِيْمًا.

(سورۃ النساء۔ آیت نمبر ۶۴)

آپ کی بارگاہ قدس میں حاضر ہوکر اللہ سے معافی طلب کریں اور رسول اللہ بھی ان کے لئے استغفار فرمائیں تو وہ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحم فرمانے والا پائیں گے۔

حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی فرماتے ہیں:

وجه الدلالة من هذه الآية مبنيى على شيئين احدهما ان نبينا صلى الله عليه وسلم حيى كاما يثبت ذلک فی بابه الثانی: ان اعمال امته معروضةً عليه كما يثبت ذلک فی بابه.

اس آیت کریمہ سے وجہ استدلال دو چیزوں پر مبنی ہے۔ نمبرا: کہ بیشک ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں جیسا کہ یہ اپنی جگہ ثابت شدہ ہے اور نمبر۲: یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اعمال آپ پر پیش کئے جاتے ہیں یہ بھی اپنے مقام پر ثابت ہے۔

آپ آگے فرماتے ہیں:

وبعد تقرير ان نبينا صلى الله عليه وسلم بعد موته عارف بمن يجيئ اليه سامع الصلوة ممن يصلى عليه وسلام من يسلم عليه ويرد عليه السلام فهذه حالة الحياة.

(سبل الھدی الرشادہ فی سیرۃ قبر العباد ۱۲/۳۸۰)

اس تقریر کے بعد ثابت ہوا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد بھی ہر حاضر ہونے والے کو جانتے اور پہچانتے ہیں درود پڑھنے والے کا درود اور سلام پڑھنے والے کا سلام سنتے ہیں اور اس کا جواب عطا فرماتے ہیں۔ پس یہ زندہ ہونے کی نشانی وحالت ہے۔

....

بانی دارالعلوم دیو بند قاسم نانوتوی نے لکھا ہے:

یہی آیتیں سوایک تو ان میں سے یہ آیت ولوانھم اذظلموا.........کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں۔آپ کے ہمعصر ہوں یا بعد کی امت اور تخصیص ہو تو کیونکر ہو۔آپ کا وجود ترتیب تمام امت کے لیے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے امتیوں کا آپ کی خدمت میں آنا اور استغفار کرنا اور کرانا جب ہی متصور ہوگا کہ آپ قبر میں زندہ ہیں۔ (آب حیات:۴۰)

آیت نمبر۶:

وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ مِن رُسُلِنَا اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَة یُعْبَدُوْن. (سورۃ الزخرف ۴۵۱)

اور جو ہم نے رسول آپ سے پہلے بھیجے ان سے پوچھیے کیا ہم نے رحمٰن کے سوا اور معبود بنائے ہیں جنکی عبادت کی جائے۔

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام سے خطاب اور سوال کرنے کا حکم کرنا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ حضرات انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں تو آپ سوال فرمائیں گے۔اور معراج کی رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تمام حضرات سے ملاقات اور گفتگو کا ثبوت صحیح احادیث میں ہے۔

علمائے دیو بند کے ابن حجر ثانی انور شاہ صاحب کشمیری نے تحریر کیا ہے:

یستدل به علی حیوۃ الانبیأ علیهم السلامَ (مشکلات القرآن:۲۳۴)

اس آیت کریمہ سے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیاۃ پر استدلال کیا جاتا ہے۔

ان آیات کے علاوہ بھی بیشمار آیات ہیں جو کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے زندہ ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔لیکن عقلمندرا اشارہ کافی است کے مصداق ہم انہی پر اختصار کرتے ہیں۔ اور کسی دوسری فرصت میں ان تمام آیات پر کلام کریں گے۔

....

ویقال ان الشھداء من جملة مااستثنی الله عزوجل بقوله الامن شاء الله. وروینا فیه خبرًا امر فوعا وھو مذکورمع سائر ما قیل فی کتاب البعث والنشور وباالله التوفیق.

اور یہ فرماتے ہیں کہ شہدا بھی ان میں سے ہیں کہ جنکو اللہ تعالیٰ نے الامن شاء کے قول کے ساتھ مستثنیٰ فرمایا ہے۔ شہداء کے بارے میں ہم نے ایک مرفوع حدیث بمعہ دیگر مسائل کے کتاب البعث والنشور میں ذکر کردی ہے اور اللہ تعالیٰ سے ہی توفیق کی درخواست ہے۔

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان الامن شاء سے مراد ایک قول کے مطابق فرشتے اور ایک قول کے مطابق شہداء بھی ہیں۔

حضرت امام شمس الدین محمد بن ابوبکر القرطبی فرماتے ہیں:

اختلف العلماء فی المستثنی من ھو فقیل الملئکة وقیل الانبیاء وقیل الشھداء واختاره الحلیمی وقال وھو مروی عن ابن عباس ان الاستشناء لاجل الشھداء فان الله تعالی یقول احیاء عند ربھم یرزقون.

(التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ/١٦٧)

علماء کا اختلاف ہے کہ اس مستثنیٰ سے کون مراد ہے کہا گیا ہے کہ فرشتے اور یہ بھی کہا گیا ہے حضرات انبیاء کرام اور ایک قول شہداء کے بارے میں ہے اور امام حلیمی نے اسی کو اختیار کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہاں استثناء شہداء کے لیے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اپنے رب کے ہاں رزق دیئے جاتے ہیں۔

آپ مزید فرماتے ہیں:

قد ورد حدیث ابی ھریرة بانھم الشھداء

اس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی

....

وهو الصحيح علی مایأتی واسندالنحاس فی کتاب معانی القرآن له. حدثنا الحسین ابن عمر الکوفی قال حدثنا هنا دبن اسری قال حدثنا وکیع عن شعبة عن عمارة ابن ابی حفصة عن حجر الهجری عن سعید بن جبیر فی قول الله عز وجل ألا من شاء الله قال هم الشهداء هم ثنیة الله عزوجل متقلد والسیوف حول العرش

مروی ہے کہ یہاں مستثنیٰ شہدا ہیں اور یہ حدیث صحیح ہے جیسا کہ ابھی آئے گا اور امام نحاس نے اپنی کتاب معانی القرآن میں اس کی ایک سند بیان کی ہے (بسند مذکور) حضرت سعید بن جبیر نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ وہ شہداء ہیں کہ جن کی شان اللہ نے بیان فرمائی ہے وہ تلواریں لٹکائے ہوئے عرش کے اردگرد رہیں گے۔

(التذکرہ ص ۱۶۷)

قال ابو هریرة یارسول الله صلی الله علیه وسلم فمن استثنی حین یقول ففزع من فی السموت ومن فی الارض الامن شاء الله قال اولئک الشهداء.

حضرت ابوہریرہ نے کہا کہ میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فزع کے وقت کس کو اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان میں مستثنیٰ قرار دیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہداء ہیں۔

(تفسیر ابن جریر ۲۴/۳۰)

تو معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام تو الحمدللہ اس نفخ صور کے موقع پر زندہ رہیں گے ہی ان کے صدقہ میں حضرات شہداء کرام اور ملائکہ عظام بھی نفخ صور کے وقت زندہ رہیں گے۔ صرف ان میں سے بعض حضرات پر بیہوشی کی سی کیفیت طاری ہوگی۔

الحمدللہ رب العالمین اس مختصر رسالہ کی شرح اختتام کو پہنچی لیکن جب یہاں پہنچا تو بعض احباب نے مشورہ دیا کہ اب منکرین شان وحیات انبیاء کے دلائل کا رد بھی ہونا چاہیے چونکہ کتاب

....

پہلے ہی ضخیم ہو چکی ہے اس لیے یہ طے پایا کہ منکرین حیات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے دلائل اور ان کے جوابات کیلئے اس کتاب کا دوسرا حصہ مختص کیا جائے لہذا انشاء اللہ المولیٰ بوسیلہ مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد اس کتاب کا دوسرا حصہ عنقریب تحریر کیا جائے گا۔

۲۴ ذی الحجہ ۱۴۱۶ بعد نماز ظہر

۱۴ مئی ۱۹۹۶ بروز منگل وار

۱۴ اگست ۱۹۹۸ ابوظبی مرکز اہلسنت

حياة الأنبياء في قبورهم

للإمام الحافظ الكبير أبى بكر أحمد بن الحسين البيهقى
المتوفى سنة ٤٥٨ هـ

خرّج أحاديثه وعلّق عليه
أبو سهل
نجاح عوض صيام

مكتبة الإيمان
المنصورة . أمام جامعة الأزهر

بسم الله الرحمٰن الرحيم

- أخبرنا الشيخ الإمام زين الإسلام أبو نصر عبد الرحيم بن عبد الكريم ابن هوازن القشيرى - رضى الله عنه - فى كتابه إلينا من نيسابور .

قال أخبرنا الشيخ الإمام أبو بكر أحمد بن الحسين البيهقى - رحمه الله - قراءة عليه وأنا أسمع فى ربيع الآخر من سنة خمس وأربعين وأربعمائة .

- وأخبرنا الشيخ الإمام الحافظ أبو بكر محمد بن عبد الله بن حبيب العامرى - أيده الله - قال أنبأ شيخ القضاة أبو على إسماعيل بن أحمد بن الحسين البيهقى فيما قرأت عليه ، أنبأ الإمام والدى شيخ السنة - رحمه الله - قال :

- الحمد لله رب العالمين • والعاقبة للمتقين • وصلاته على سيدنا محمد وآله أجمعين •

ذكر ما روى فى حياة الأنبياء صلوات الله عليهم بعد وفاتهم

– أخبرنا أبو سعيد أحمد بن محمد بن الخليل الصوفى رحمه الله قال أنبأ أبو أحمد عبد الله بن عدى الحافظ قال ثنا قسطنطين بن عبد الله الرومى قال ثنا الحسن بن عرفة قال حدثنى الحسن بن قتيبة المدائنى ثنا المستلم بن سعيد الثقفى عن الحجاج بن الأسود عن ثابت البنانى عن أنس – رضى الله عنه – قال :

قال رسول الله – ﷺ – : « **الأنبياء أحياء فى قبورهم يصلون** »[1].

هذا حديث يُعد فى أفراد الحسن بن قتيبة المدائنى .

– وقد روى عن يحيى بن أبى بكير عن المستلم بن سعيد ، وهو فيما أخبرنا الثقة من أهل العلم قال أنبأ أبو عمرو بن حمدان قال أنبأ أبو يعلى الموصلى ثنا أبو الجهم الأزرق بن على ثنا يحيى بن أبى بكير ثنا المستلم بن سعيد عن الحجاج عن ثابت عن أنس بن مالك قال : قال رسول الله – ﷺ – : « **الأنبياء أحياء فى قبورهم يصلون** » .

– وقد روى من وجه آخر عن أنس بن مالك موقوفاً .

---

(١) بهذا الطريق أخرجه ابن عدى فى الكامل (٢/٣٢٧) ، وقال وللحسن بن قتيبة هذا أحاديث غرائب حسان فأرجو أنه لا بأس به ، والبزار (٢٣٣٩ ، ٢٣٤٠) كشف الأستار ، وأخرجه أبونعيم فى تاريخ أصفهان (٢/٨٣) ، وابن عساكر فى تاريخ دمشق (٤/٢٣٦) التهذيب لابن بدران ..

وأبو يعلى فى مسنده (٣٤٢٥) كما سيأتى ، وصححه المناوى فى فيض القدير (٣/١٨٤) وقال الهيثمى فى مجمع الزوائد (٨/٢١١) رواه أبو يعلى والبزار ورجال أبو يعلى ثقات . وقال الكتانى متواتر راجع مقدمة التحقيق .

قلت : فيه الحجاج الأسود اشتبه فيه الحال على الذهبى فقال فى الميزان (١/٤٦٠) نكرة ؟ وتعقبه الحافظ فى اللسان (٢/١٧٥) فقال إنما هو حجاج بن أبى زياد الأسود يعرف ؛ بزق العسل ، وهو بصرى كان ينزل القسامل ، روى عن ثابت وجابر وروح بن عبادة وآخرين ، قال أحمد ثقة ورجل صالح ، وقال ابن معين ثقة ، وذكره ابن حبان فى الثقات [٦/٢٠٢] وقد ترجم له الذهبى فى سير أعلام النبلاء (٧/٧٦) فقال بصرى صدوق روى عنه جعفر بن سليمان وعيسى بن يونس ، وكان من الصلحاء وثقه ابن معين مات سنة بضع وأربعين ومائة .

أخبرنا أبو عثمان الإمام رحمه الله أنبأ زاهر بن أحمد أنبأ أبو جعفر محمد ابن معاذ المالينى ثنا الحسين بن الحسن ثنا مؤمل ثنا عبيد الله بن أبى حميد الهذلى عن أبى المليح عن أنس بن مالك **« الأنبياء فى قبورهم أحياء يصلون »** .

– وروى كما أخبرنا أبو عبد الله الحافظ ثنا أبو حامد أحمد بن على الحسنوى إملاء ثنا أبو عبد الله محمد بن العباس الحمصى ثنا أبو الربيع الزهرانى ثنا إسماعيل ابن طلحة بن يزيد عن محمد بن عبد الرحمن بن أبى ليلى عن ثابت عن أنس عن النبى – ﷺ – قال : **« إن الأنبياء لا يتركون فى قبورهم بعد أربعين ليلة ، ولكنهم يصلون بين يدى الله عز وجل حتى ينفخ فى الصور »**[1].

– وهذا إن صح بهذا اللفظ فالمراد به والله أعلم لا يتركون يصلون إلا هذا المقدار ، ثم يكونون مصلين فيما بين يدى الله عز وجل ، كما روينا فى الحديث الأول .

وقد يحتمل أن يكون المراد به رفع أجسادهم مع أرواحهم .

– فقد روى سفيان الثورى فى الجامع قال : قال شيخ لنا عن سعيد بن المسيب قال : **« ما مكث نبى فى قبره أكثر من أربعين ليلة حتى يُرفع »**[2].

(١) أخرجه الديلمى فى الفردوس (٨٥٢) وأورده ابن الجوزى فى الموضوعات وذكره السيوطى فى اللآلىء المصنوعة (٢٨٥/١) شاهداً لحديث أنس مرفوعاً « مامن نبى يموت فيقيم فى قبره إلا أربعين يوماً » وسيأتى ذكره فى الحديث الثالث وقال الحافظ فى الفتح (٤٨٧/٦) أخرجه البيهقى من رواية محمد بن عبد الرحمن بن أبى ليلى أحد فقهاء الكوفة عن ثابت « إن الأنبياء لا يتركون فى قبورهم بعد أربعين ليلة ولكنهم يصلون بين يدى الله حتى ينفخ فى الصور » ومحمد سىء الحفظ ، وذكر الغزالى ثم الرافعى حديثا مرفوعاً « أنا أكرم على ربى أن يتركنى فى قبرى بعد ثلاث ولا أصل له » إلا أن أخذ من رواية ابن أبى ليلى هذه وليس الأخذ بجيد لأن رواية ابن أبى ليلى قابلة للتأويل .

قلت : وأحمد بن على الحسنوى شيخ الحاكم ويقال له أحمد بن على بن حسنويه ، ذكره الذهبى فى الميزان (١٢١/١) وقال : قال الخطيب لم يكن بثقة حدث عمن لم يدركهم كمسلم والقدماء وقال الحافظ فى اللسان (٢٢٣/١) قال الحاكم وهو فى الجملة غير محتج به ، ولم ينكر سماعه من مسلم فيمن سمى أنه لم يدركهم ، وقال حمزة السهمى قال محمد بن يوسف الجرجانى الكشى هو كذاب .

قال الذهبى فى سير أعلام النبلاء (٥٤٨/١٥) نقلاً عن الحاكم « ولو اقتصر على سماعه الصحيح لكان أولى به ، لكنه حدث عن جماعة أشهد بالله أنه لم يسمع منهم ... إلى أن قال ولا أعلمه وضع حديثاً ولا ركب إسناداً ، وإنما المنكر من حاله روايته عمن تقدم موتهم » .

(٢) أخرجه عبد الرازق فى المصنف (٥٧٦/٣) عن الثورى عن أبى المقدام عن سعيد بن المسيب ، هكذا مرسلاً .

وسنده جيد فأبو المقدام هو ثابت بن هرمز الكوفى ، روى عن عدى بن دينار ، وسعيد بن المسيب –

- فعلى هذا يصيرون كسائر الأحياء ، يكونون حيث ينزلهم الله عز وجل ، كما روينا فى حديث المعراج وغيره أن النبى - ﷺ - رأى موسى عليه السلام قائماً يصلى فى قبره[1]، ثم رآه مع سائر الأنبياء عليهم السلام فى بيت المقدس ثم رآهم فى السموات ، والله تبارك وتعالى فعال لما يريد .

- ولحياة الأنبياء بعد موتهم - صلوات الله عليهم - شواهد من الأحاديث الصحيحة : منها .

- ما أخبرنا أبو الحسين على بن محمد بن عبد الله بن بشران ببغداد أنبأ إسماعيل بن محمد الصفار ثنا محمد بن عبد الملك الدقيقى ثنا يزيد بن هارون ثنا سليمان التيمى عن أنس بن مالك أن بعض أصحاب النبى - ﷺ - أخبره « أن النبى - ﷺ - ليلة أسرى به مر على موسى عليه السلام وهو يصلى فى قبره »[2].

- وأخبرنا أبو الحسين بن بشران أنبأ إسماعيل أنبأ أحمد بن منصور بن سيار الرمادى ثنا يزيد بن أبى حكيم ثنا سفيان - يعنى الثورى - ثنا سليمان التيمى

= وأبى وائل وسعيد بن جبير ، وغيرهم ، وعنه روى الثورى ، وشعبة ، وابنه عمرو بن أبى المقدام . وثقه أحمد وابن معين وأبو داود ، وقال أبو حاتم صالح وقال ابن القطان ثقة ولا أعلم أحداً ضعفه غير الدارقطنى .

وذكره ابن حبان فى الثقات (١٢٤/٦) راجع التهذيب لابن حجر (١٦/٢) وأخرجه أبو نعيم فى الحلية (٣٣٣/٨) مرفوعاً عن أنس بلفظ « ما من نبى يموت فيقيم فى قبره إلا أربعين صباحاً حتى ترد إليه روحه ..... الحديث » وقال أبو نعيم حديث غريب لم نكتبه إلا من حديث الخشنى .

قال السيوطى فى الجامع الكبير (٧٣١/١)أورده ابن الجوزى فى الموضوعات ورده عليه الحافظ ابن حجر وقال السيوطى أيضاً فى اللآلىء المصنوعة (٢٨٥/١) متعقبا ابن الجوزى فى حكمه عليه بالوضع :

« وله شواهد يرتقى بها إلى درجة الحسن ، والخشنى من رجال ابن ماجه ضعفه الأكثر ، ولم ينسب إلى وضع ولا كذب ، وقال دحيم لا بأس به ، وقال أبو حاتم صدوق سىء الحفظ . وقال ابن عدى تحمل رواياته ومن هذه حاله لا يحكم على حديثه بالوضع » .

قال الحافظ ابن حجر فى تلخيص الحبير (١٢٦/٢) متعقبا على ابن حبان وابن الجوزى فى حكمهما على حديث أنس بالبطلان : وقد أفرد البيهقى جزءاً فى حياة الأنبياء وأورد فيه عدة أحاديث تؤيد هذا فليراجع منه » اهـ .

(١) سيأتى فى الحديث رقم (٤ ، ٥ ، ٦ ، ٧) رؤيته - ﷺ - للأنبياء فى ليلة الإسراء .

(٢) أخرجه النسائى (٢١٦/٣) وأحمد (٥٩/٥) وأبو يعلى (١١٧/٧) من حديث أنس عن بعض أصحاب النبى - ﷺ - كما ساقه المصنف .

عن أنس بن مالك قال : قال رسول الله - ﷺ - « **مررت على موسى وهو قائم يصلى فى قبره** »[1].

٤ - أخبرنا أبو عبد الله الحافظ ثنا أبو العباس محمد بن يعقوب ثنا محمد بن عبد الله بن المنادى ثنا يونس بن محمد المؤدب ثنا حماد بن سلمة ثنا سليمان التيمى وثابت البنانى عن أنس بن مالك أن رسول الله - ﷺ - قال : « **أتيت موسى ليلة أسرى بى عند الكثيب الأحمر وهو قائم يصلى فى قبره** »[2].

أخرجه أبو الحسين مسلم بن الحجاج النيسابورى - رحمه الله - من حديث حماد بن سلمة عنهما ، وأخرجه من حديث الثورى وعيسى بن يونس وجرير بن عبد الحميد عن التيمى .

- أخبرنا أحمد بن على الحربى ثنا حاجب بن أحمد ثنا محمد بن يحيى ثنا أحمد بن خالد الوهبى ثنا عبد العزيز بن أبى سلمة عن عبد الله بن الفضل الهاشمى عن أبى سلمة بن عبد الرحمن عن أبى هريرة قال : قال رسول الله - ﷺ - : « **لقد رأيتنى فى الحِجر وأنا أخبر قريشاً عن مسراى ، فسألونى**

---

(١) أخرجه مسلم (٢٣٧٥) خاص (١٦٥) . والنسائى (٣/٢١٦) وأحمد (٣ / ١٢٠) وعبد الرزاق فى المصنف (٣/٥٧٧) .

قال السيوطى فى شرح سنن النسائى : قال الشيخ بدر الدين بن الصاحب فى مؤلف له فى حياة الأنبياء «هذا صريح فى إثبات الحياة لموسى فى قبره . فإنه وصفه بالصلاة وأنه قائم ومثل ذلك لا يوصف به الروح وإنما يوصف به الجسد . وفى تخصيصه بالقبر دليل على هذا . فإنه لو كان من أوصاف الروح لم يحتج لتخصيصه بالقبر» .

وقال تقى الدين السبكى فى شفاء السقام ص ٢٠٦ : إن الصلاة تستدعى جسداً حياً ، وكذلك الصفات المذكورة فى الأنبياء ليلة الإسراء كلها صفات الأجسام . ولا يلزم من كونها حياة حقيقة أن تكون الأبدان معها كما كانت فى الدنيا من الاحتياج إلى الطعام والشراب والامتناع عن النفوذ فى الحجاب الكثيف وغير ذلك من صفات الأجسام التى نشاهدها . بل قد يكون لها حكم آخر . فليس فى العقل ما يمنع من إثبات الحياة الحقيقية لهم . اهـ

وقال السيوطى فى إنباء الأذكياء (٢ / ١٥٠) نقلاً عن العفيف اليافعى «أن الأولياء ترد عليهم أحوال يشاهدون فيها ملكوت السموات والأرض وينظرون الأنبياء أحياء غير أموات كما نظر النبى ﷺ إلى موسى عليه السلام فى قبره . وقد تقرر أن ماجاز للأنبياء معجزة جاز للأولياء كرامة . بشرط عدم التحدى ولا ينكر ذلك إلا جاهل» .

(٢) أخرجه مسلم (٢٣٧٥) . والنسائى (٣/٢١٥) ، وأحمد (٣ / ١٤٨) وأبو يعلى (٦ / ٧١) . وابن حبان (١/١٣١) الإحسان .

عن أشياء من بيت المقدس لم أثبتها فكربت كربا ما كربت مثله قط فرفعه الله لى أنظر إليه ، ما يسألونى عن شىء إلا أنبأتهم به ، وقد رأيتنى فى جماعة من الأنبياء فإذا موسى قائم يصلى فإذا رجل ضرب جعد كأنه من رجال شنوءة ، وإذا عيسى بن مريم قائم يصلى ، أقرب الناس به شبهاً عروة بن مسعود ، وإذا إبراهيم قائم يصلى أشبه الناس به صاحبكم - يعنى نفسه - فحانت الصلاة فأممتهم ، فلما فرغت من الصلاة ، قال لى قائل : يامحمد هذا مالك صاحب النار فسلم عليه فالتفت إليه فبدأنى بالسلام »[1]. أخرجه مسلم فى الصحيح من حديث عبد العزيز .

- وفى حديث سعيد بن المسيب[2] وغيره أنه لقيهم فى مسجد بيت المقدس .

- وفى حديث أبى ذر[3] ومالك بن صعصعة[4] فى قصة المعراج أنه لقيهم فى جماعة الأنبياء فى السموات وكلمهم وكلموه ، وذلك صحيح لا يخالف بعضه بعضاً .

- فقد يرى موسى عليه السلام قائماً يصلى فى قبره ثم يسرى بموسى وغيره

---

(١) أخرجه مسلم (١٧٢) . والنسائى فى الكبرى (١١٢٨٥) .

(٢) حديث سعيد بن المسيب أخرجه البيهقى مرسلاً فى دلائل النبوة (٢ / ٣٦٠) وابن جرير الطبرى فى التفسير (١٥ / ٥) عن ابن شهاب قال سمعت سعيد بن المسيب يقول : «إن رسول الله ﷺ حين انتهى إلى بيت المقدس لقى فيه إبراهيم وموسى وعيسى عليهم السلام . وأنه أتى بقدحين : قدح لبن وقدح خمر فنظر إليهما ثم أخذ قدح اللبن . فقال له جبريل هديت للفطرة .. الحديث» .

وأصله متفق عليه مرفوعاً عن سعيد بن المسيب عن أبى هريرة أن النبى ﷺ قال : «ليلة أسرى بى لقيت موسى فنعته فإذا هو رجل حسبته مضطرب رجل الرأس كأنه من رجال شنوءة ... الحديث» انظر البخارى (٣٤٣٧) . ومسلم (١٦٨) .

(٣) حديث أبى ذر أخرجه البخارى (٣٤٩) . ومسلم (١٦٣) مطولاً أن رسول الله ﷺ قال : «فرج عن سقف بيتى وأنا بمكة . فنزل جبريل ففرج صدرى ثم غسله بماء زمزم . ثم جاء بطست من ذهب ممتلىء حكمة وإيماناً فأفرغه فى صدرى ثم أطبقه . ثم أخذ بيدى فعرج به إلى السماء الدنيا ... الحديث» وفيه أنه وجد فى السموات آدم وإدريس وموسى وعيسى وإبراهيم صلوات الله عليهم .

(٤) حديث مالك بن صعصعة أخرجه البخارى (٣٢٠٧) . ومسلم (١٦٤) قال النبى ﷺ «بينا أنا عند البيت بين النائم واليقظان - وذكر يعنى رجلاً بين الرجلين - فأتيت بطست من ذهب ملآن حكمة وإيماناً . فشق من النحر إلى مراق البطن . ثم غسل البطن بماء زمزم .. الحديث» . وفيه أنه وجد فى السموات الأنبياء وكلمهم وكلموه .

إلى بيت المقدس كما أسرى بنبينا - ﷺ - فيراهم فيه ثم يعرج بهم إلى السموات كما عرج بنبينا - ﷺ - فيراهم فيها كما أخبره .

- وصلاتهم بمواضع مختلفات جائز فى العقل كما ورد به خبر الصادق - ﷺ - وفى كل ذلك دلالة على حياتهم .

□ ومما يدل على ذلك :

- ما أخبرنا محمد بن عبد الله الحافظ ثنا أبو العباس محمد بن يعقوب ثنا أبو جعفر أحمد بن عبد الحميد الحارثى ثنا الحسين بن على الجعفى ثنا عبد الرحمٰن بن يزيد بن جابر عن أبى الأشعث الصنعانى عن أوس بن أوس قال : قال النبى - ﷺ - : « **أفضل أيامكم الجمعة ، فيه خلق آدم وفيه قبض وفيه النفخة وفيه الصعقة ، فأكثروا علىّ من الصلاة فيه ، فإن صلاتكم معروضة علىّ** » ؛ قالوا : وكيف تعرض صلاتنا عليك وقد أرمت ؟ - يقولون بليت - فقال : « **إن الله قد حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء عليهم السلام** » . أخرجه أبو داود فى كتاب السنن[1].

□ وله شواهد منها :

- ما أخبرنا أبو عبد الله الحافظ ثنا أبو بكر ابن إسحاق الفقيه ثنا أحمد ابن على الأبار[2] ثنا أحمد بن عبد الرحمٰن بن بكار الدمشقى ثنا الوليد بن مسلم حدثنى أبو رافع عن سعيد المقبرى عن أبى مسعود الأنصارى عن النبى - ﷺ - أنه قال : « **أكثروا الصلاة علىّ فى يوم الجمعة ، فإنه ليس أحد يصلى علىّ يوم الجمعة إلا عرضت علىّ صلاته** »[3].

---

(١) أخرجه أبو داود (١٥٣١) ، والنسائى (٩٢/٣) ، وابن ماجه (١٦٣٦) ، وأحمد (٨/٤) والطبرانى فى الكبير (١٨٦/١) ، وصححه ابن حبان (١٣٢/٢) الإحسان والحاكم فى المستدرك (٥٦٠/٤) وأقره الذهبى ، والنووى فى رياض الصالحين ص (٤٣٤) .

(٢) فى المطبوعة (الدينار) والصواب ما أثبته كما فى المستدرك للحاكم .

(٣) أخرجه الحاكم فى المستدرك (٤٢١/٢) وقال صحيح الإسناد فإن أبا رافع هو إسماعيل بن رافع ، وتعقبه الذهبى فقال : ضعفوه .

قال الحافظ فى التهذيب (٢٩٥/١) قال أحمد ضعيف وقال فى رواية منكر الحديث ، وقال ابن معين ضعيف وفى رواية ليس بشىء ، وقال الترمذى ضعفه بعض أهل العلم وسمعت محمداً - يعنى البخارى - يقول هو ثقة مقارب الحديث، وقال فى التقريب (٦٩/١) ضعيف الحفظ .

قلت : وله شواهد ، منها حديث أوس السابق رقم (١٠) وهو حديث صحيح ، وحديث -

قال أبو عبد الله رحمه الله : أبو رافع هذا هو إسماعيل بن رافع .

– وأخبرنا على بن أحمد عبدان الكاتب ثنا أحمد بن عبيد الصفار ثنا الحسن ابن سعيد ثنا إبراهيم بن الحجاج ثنا حماد بن سلمة عن يزيد بن سنان عن مكحول الشامى عن أبى أمامة قال : قال رسول الله – ﷺ – : « **أكثروا علىَّ من الصلاة فى كل يوم جمعة ، فإن صلاة أمتى تعرض علىّ فى كل يوم جمعة ، فمن كان أكثرهم علىّ صلاة كان أقربهم منى منزلة** »[1] .

– وأخبرنا أبو الحسن على بن محمد بن على السقاء الإسفرائينى قال حدثنى والدى أبو على ثنا أبو رافع أسامة بن على بن سعيد الرازى بمصر ثنا محمد ابن إسماعيل بن سالم الصائغ حدثتنا حكامة بنت عثمان بن دينار أخى مالك ابن دينار قالت حدثنى أبى عثمان بن دينار عن أخيه مالك بن دينار عن أنس ابن مالك خادم النبى – ﷺ – قال :

قال رسول الله – ﷺ – : « **إن أقربكم منى يوم القيامة فى كل موطن أكثركم علىّ صلاة فى الدنيا ، من صلى علىّ فى يوم الجمعة وليلة الجمعة قضى الله له مائة حاجة ، سبعين منها من حوائج الآخرة وثلاثين من حوائج الدنيا ، يوكل الله بذلك ملكا يدخله فى قبرى ، كما يدخل عليكم الهدايا ، يخبرنى من صلى علىّ باسمه ونسبه إلى عشيرته ، فأثبته عندى فى صحيفة بيضاء** »[2] .

– وفى هذا المعنى الحديث الذى أخبرنا أبو على الحسين بن محمد

= أبى الدرداء عند ابن ماجه (١٦٣٧) نحوه وفيه : «إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء فنبى الله حى فى قبره» قال البوصيرى فى زوائد ابن ماجه (٥٤٥/١) إسناده رجاله ثقات إلا أنه منقطع فى موضعين : عبادة بن نسى روايته عن أبى الدرداء مرسلة قاله العلائى ، وزيد بن أيمن عن عبادة مرسلة ، قاله البخارى . ويشهد له أيضاً حديث أبى أمامة سيأتى برقم (١٢) وحديث أنس رقم (١٣) .

(١) أخرجه البيهقى فى السنن الكبرى (٢٤٩/٣) .

وقال المنذرى فى الترغيب (٢٨١/٢) إسناده حسن إلا أن مكحولا قيل لم يسمع من أبى أمامة .

وقال السخاوى فى القول البديع ص (١١٩) سنده حسن لا بأس به إلا أن مكحولاً لم يسمع من أبى أمامة فى قول الجمهور ، ونعم فى مسند الشاميين للطبرانى التصريح بسماعه .

قلت : وللحديث شواهد سبق ذكرها ، انظر الحديث رقم (١٠ ، ١١ ، ١٢) .

(٢) أخرجه الأصفهانى فى الترغيب مفرقاً فى موضعين (٢٨٢/٢ ، ٦٨٤/٢) .

وعزاه شيخنا الحافظ عبد الله بن الصديق فى النفحة الإلهية ص (١٣١) إلى ابن مندة فى فوائده وضعفه السخاوى فى القول البديع ص (١١٨) .

الروزبارى أنبأ أبو بكر بن داسة ثنا أبو داود ثنا أحمد بن صالح قال قرأت على عبد الله بن نافع قال أخبرنى ابن أبى ذئب عن سعيد المقبرى عن أبى هريرة قال : قال رسول الله - ﷺ - « **لاتجعلوا بيوتكم قبوراً ولاتجعلوا قبرى عيداً وصلوا علىّ فإن صلاتكم تبلغنى حيث كنتم** »[1].

- وفى هذا المعنى الحديث الذى أخبرنا أبو محمد عبد الله بن يحيى بن عبد الجبار السكرى ببغداد ثنا إسماعيل بن محمد الصفار ثنا عباس بن عبد الله الترقفى ثنا أبو عبد الرحمٰن المقرى ثنا حيوة بن شريح عن أبى صخر عن يزيد بن عبد الله بن قسيط عن أبى هريرة أن رسول الله - ﷺ - قال : « **مامن أحد يسلم علىّ إلا رد الله إلىّ روحى حتى أرد عليه** »[2].

- وإنما أراد والله أعلم : إلا وقد رد الله إلى روحى حتى أرد عليه السلام .

وأشار شيخنا إلى شاهد له عند ابن مندة أيضاً عن جابر ونقل عن الحافظ أبو موسى المدينى قوله غريب حسن .

قلت : ولطرفه الأول شاهد من حديث ابن مسعود مرفوعاً «إن أولى الناس بى يوم القيامة أكثرهم علىّ صلاة» أخرجه الترمذى (٤٨٤) وابن حبان (١٣٣/٢) الإحسان .

(١) أخرجه أبو داود (٢٠٤٢) ، وأحمد (٣٦٧/٢) وصححه النووى فى رياض الصالحين ص (٤٣٥) والحافظ فى الفتح (٤٨٨/٦) ، وله شاهد من حديث على - عليه السلام - أخرجه أبو يعلى (٤٦٩) وابن أبى شيبة (٣٧٥/٢) من حديث على بن الحسين عن أبيه عن جده مرفوعاً بنحوه وحسنه السخاوى فى القول البديع ص (١١٧) ،وأخرجه الطبرانى فى الكبير (٨٤/٣) عن الحسن بن الحسن عن أبيه مرفوعاً «حيثما كنتم فصلوا علىّ فإن صلاتكم تبلغنى» وحسنه المنذرى فى الترغيب (٢٧٩/٢) .

(٢) أخرجه أبو داود (٢٠٤١) ، وأحمد (٥٢٧/٢) ، والبيهقى فى السنن الكبرى (٢٤٥/٥) ، وأبو نعيم فى تاريخ أصفهان (٣٥٣/٢) وصححه النووى فى رياض الصالحين ص(٤٣٥) ،والسخاوى فى المقاصد الحسنة ص (٣٧٢) .

- قال الحافظ فى الفتح (٤٨٨/٦) رجاله ثقات ووجه الإشكال فيه أن ظاهره أن عود الروح للجسد يقتضى انفصالها عنه وهو الموت ، وقد أجاب العلماء عن ذلك بأجوبة :

أحدها : أن المراد بقوله «رد الله علىّ روحى» أن رد روحه كانت سابقة عقب دفنه لا أنها تعاد ثم تنزع ثم تعاد .

الثانى : سلمنا لكن ليس هو نزع موت ، بل لا مشقة فيه .

الثالث : أن المراد بالروح الملك الموكل بذلك .

الرابع : أن المراد بالروح النطق فتجوز فيه من جهة خطابنا ما نفهمه .

الخامس : أن يستغرق فى أمور الملأ الأعلى ، فإذا سلم عليه رجع إليه فهمه ليجيب من سلم -

– وفى هذا المعنى الحديث الذى أخبرنا أبو القاسم على بن الحسن بن على الطهمانى ثنا أبو الحسن محمد بن محمد الكارزى ثنا على بن عبد العزيز ثنا أبو نعم ثنا سفيان عن عبد الله بن السائب عن زاذان عن عبد الله بن

= عليه ، وقد استشكل ذلك من جهة أخرى ، وهو أنه يستلزم استغراق الزمان كله فى ذلك ممن لا يحصى كثرة ، وأجيب بأن : أمور الآخرة لا تدرك بالعقل ، وأحوال البرزخ أشبه بأحوال الآخرة والله أعلم . اهـ .

قلت : وقد أجاب السيوطى عنه أيضاً فى إنباء الأذكياء (٢/١٥٢ – ١٥٤) بخمسة عشر جواباً منها :

– أن قوله «رد الله» جملة حالية ، وقاعدة العربية أن جملة الحال إذا وقعت فعلاً ماضياً قدرت فيها «قد» كقوله تعالى : ﴿أوجاؤكم حصرت صدورهم﴾ أى قد حصرت وكذا تقدر هنا والجملة ماضية سابقة على السلام الواقع من كل أحد .

و «حتى» ليست للتعليل ، بل مجرد حرف عطف بمعنى «الواو» فصار تقدير الحديث مامن أحد يسلم على إلا وقد رد الله على روحى قبل ذلك فأرد عليه .

وإنما جاء الإشكال من ظن أن جملة «رد الله علىّ» بمعنى الحال أو الاستقبال وظنّ «حتى» تعليلية وليس كذلك .

وبهذا الذى قررناه ارتفع الإشكال من أصله ، وأيده من حيث المعنى أن الرد ولو أخذ بمعنى الحال والاستقبال لزم تكرره عند تكرر المسلمين ، وتكرر الرد يستلزم المفارقة ، وتكرار المفارقة يلزم عليه محذوران :

أحدهما : تألم الجسد الشريف بتكرار خروج الروح منه ، أو نوع ما من مخالفة التكريم إن لم يكن تألم .

والآخر : مخالفة سائر الناس الشهداء وغيرهم ، فإنه لم يثبت لأحد منهم أن يتكرر له مفارقة الروح وعودها فى البرزخ . والنبى ﷺ أولى بالاستمرار الذى هو أعلى رتبة .

ومحذور ثالث : وهو مخالفة القرآن ، فإنه دل على أنه ليس إلا موتتان وحياتان . وهذا التكرار يستلزم موتات كثيرة وهو باطل .

ومحذور رابع : وهو مخالفة الأحاديث المتواترة السابقة ، وما خالف القرآن والتواتر من السنة وجب تأويله ، وإن لم يقبل التأويل كان باطلاً فلهذا وجب حمل الحديث على ما ذكرناه . انتهى كلام السيوطى .

تنبيه : قال السيوطى فى آخر إنباء الأذكياء : «ثم رأيت الحديث المسئول عنه مخرجاً فى كتاب حياة الأنبياء للبيهقى بلفظ «إلا وقد رد الله علىّ» فصرح فيه بلفظ «وقد» فحمدت الله كثيراً وقوى أن رواية إسقاطها محمولة على إضمارها وإن حذفها من تصرف الرواة» اهـ

قلت : ولم أر ذلك فى المطبوعة التى بين أيدينا ولا عند من نقل عن البيهقى ولا من تكلم فى هذه المسألة ، وقد قال البيهقى رحمه الله عقب هذا الحديث «وإنما أراد والله أعلم إلا وقد رد الله إلى روحى حتى أرد عليه» . فتأمل !!

مسعود قال : قال رسول الله - ﷺ - « **إن لله عز وجل ملائكة سياحين فى الأرض يبلغونى عن أمتى السلام** »(١).

٠٠ - وأخبرنا أبو الحسين بن بشران وأبو القاسم عبد الرحمن بن عبيد الله الحرق قالا : أنبأ حمزة بن محمد بن العباس ثنا أحمد بن الوليد ثنا أبو أحمد الزبيرى ثنا إسرائيل عن أبى يحيى عن مجاهد عن ابن عباس قال : « **ليس أحد من أمة محمد - ﷺ - يصلى عليه صلاة إلا وهى تبلغه يقول له الملك فلان يصلى عليك كذا وكذا صلاة** »(٢).

- أخبرنا على بن محمد بن بشران أنبأ أبو جعفر الرازى ثنا عيسى بن عبد الله الطاليسى ثنا العلاء بن عمرو الحنفى ثنا أبو عبد الرحمن عن الأعمش عن أبى صالح عن أبى هريرة عن النبى - ﷺ - قال : « **من صلى علىّ عند قبرى سمعته ومن صلى علىّ نائيا منه أبلغته** »(٣).

---

(١) أخرجه النسائى (٣/٤٣) ، والدارمى (٢/٢٢٥) ، وأحمد (١/٣٨٧) ، والطبرانى فى الكبير (١٠/٢٧١) وصححه ابن حبان (٢/١٣٤) الإحسان ، والحاكم (٢/٤٢١) وأقره الذهبى .

(٢) أخرجه البيهقى فى الشعب (٤/٢١٤) هكذا موقوفاً أيضاً وعزاه شيخنا الحافظ عبد الله بن الصديق فى نهاية الآمال ص ٢٩ إلى ابن راهويه والحرق وابن بشران والمصنف أيضاً وقال : إسناده صحيح وهو موقوف له حكم المرفوع لأنه لا يعلم بالرأى والاجتهاد .

قلت : ومن شواهده الحديث السابق رقم (١٦) عن ابن مسعود مرفوعاً وهو صحيح .

(٣) أخرجه البيهقى فى الشعب (٤/٢١٣) والخطيب فى تاريخ بغداد (٣/٢٩٢) والأصفهانى فى الترغيب (٢/٦٨١) والعقيلى فى الضعفاء (٤/١٣٧) من طريق محمد بن مروان السدى ، وقال العقيلى لا أصل له من حديث الأعمش وليس بمحفوظ ولا يتابعه إلا من هو دونه .

وأورده ابن الجوزى فى الموضعات ، وتعقبه السيوطى فى الآلىء المصنوعة (١/٢٨٣) وقال : أخرجه البيهقى فى شعب الإيمان من هذا الطريق وأخرج له شواهد ، فذكرها .

وقال : ثم وجدت لمحمد بن مروان متابعاً على الأعمش ، أخرجه أبو الشيخ فى الثواب حدثنا عبد الرحمن بن أحمد الأعرج ثنا الحسن بن الصباح ثنا أبو معاوية عن الأعمش به .

قلت : وقد جود الحافظ فى الفتح (٦/٤٨٨) هذا الإسناد وإليه ذهب السخاوى فى القول البديع (ص ١٦٦) .

تنبيه : شيخ الحافظ أبى الشيخ الأصفهانى هو : عبد الرحمن بن أحمد بن أبى يحيى الزهرى أبو صالح الأعرج مات سنة ثلاثمائة ، ترجم له الأصفهانى فى طبقات المحدثين (٤/٢٢٧) وفى أخبار أصفهان (٢/١١٣) وأورد له حديثين فى كل ، ولم يذكر فيه جرحاً ولا تعديلاً وليس كما ذكره الشيخ الألبانى حيث قال فى [السلسلة الضعيفة ٢٠٣] «لا يعرف والظاهر أنه القاضى عبد الرحمن ابن أحمد الطبرى ....» .

قلت : وعلى هذا فهو مجهول الحال ، ومقتضى كلام أمير المؤمنين فى الحديث الحافظ ابن حجر -

– أبو عبد الرحمٰن هذا هو محمد بن مروان السدى فيما أرى وفيه نظر وقد مضى ما يؤكده .

– وأخبرنا أبو عبد الله الحافظ أنبأ أبو عبد الله الصفار ثنا أبو بكر بن أبى الدنيا حديثى سويد بن سعيد حديثى ابن أبى الرجال عن سليمان بن سحيم قال : رأيت النبى – ﷺ – فى النوم فقلت : يارسول الله هؤلاء الذين يأتونك فيسلمون عليك أتفقه سلامهم ؟ قال : « **نعم وأرد عليهم** » .

□ ومما يدل على حياتهم :

– ما أخبرنا أبو عبد الله محمد بن عبد الله الحافظ أخبرنى أبو محمد المزنى ثنا على بن محمد بن عيسى ثنا أبو اليمان أنبأ شعيب عن الزهرى قال أخبرنى أبو سلمة ابن عبد الرحمٰن وسعيد بن المسيب أن أبا هريرة قال : استب رجل من المسلمين ورجل من اليهود ، فقال المسلم : والذى اصطفى محمداً على العالمين فأقسم بقسم فقال اليهودى : والذى اصطفى موسى على العالمين ، فرفع المسلم عند ذلك يده فلطم اليهودى ، فذهب اليهودى إلى النبى – ﷺ – فأخبره بالذى كان من أمره وأمر المسلم ، فقال – ﷺ – : « **لا تخيرونى على موسى فإن الناس يصعقون فأكون أول من يفيق ، فإذا موسى باطش بجانب العرش ، فلا أدرى أكان فيمن صعق فأفاق قبلى أو كان ممن استثنى الله عز وجل** »[1].

رواه البخارى فى الصحيح عن أبى اليمان ، ورواه مسلم عن عبد الله بن عبد الرحمٰن وغيره عن أبى اليمان .

– وفى الحديث الثابت عن الأعرج عن أبى هريرة عن النبى – ﷺ – أنه قال : « **لا تفضلوا بين أنبياء الله تعالى ، فإنه ينفخ فى الصور ليصعق من**

– العسقلانى فى الفتح أن إسناده جيد أنه وقف على حاله والحافظ من أهل الاستقراء ، فالحكم عليه بالوضع غير سائغ . والله أعلم .

(١) أخرجه البخارى (٣٤٠٨) ، ومسلم (٢٣٧٣) خاص (١٦١) من هذا الطريق . وأخرجاه أيضاً من طريق الأعرج عن أبى هريرة ، البخارى (٢٤١١) ، ومسلم (٢٣٧٣) خاص (١٦٠) ، وأبو داود (٤٦٧١) أيضاً .

ومن حديث أبى سعيد الخدرى أخرجه البخارى (٤٦٣٨) ، ومسلم (٢٣٧٤) وأبو داود (٤٦٦٨) مختصراً بلفظ «لا تخيروا بين الأنبياء» .

فى السموات ومن فى الأرض. إلا من يشاء الله نفخ فيه أخرى فأكون أول من بعث فإذا موسى (آخذ) بالعرش فلا أدرى أحوسب بصعقته يوم الطور أم بعث قبلى »[1].

– وهذا إنما يصح على أن الله جل ثناؤه رد إلى الأنبياء عليهم السلام أرواحهم فهم أحياء عند ربهم كالشهداء ، فإذا نفخ فى النفخة الأولى صعقوا ثم لا يكون ذلك موتاً فى جميع معانيه إلا فى ذهاب الاستشعار فإن كان موسى عليه السلام ممن استثنى الله عز وجل بقوله : « **إلا من شاء الله** »[2] فإنه عز وجل لا يذهب باستشعاره فى تلك الحالة ويحاسبه بصعقة يوم الطور .

٢١ – ويقال أن الشهداء من جملة ما استثنى الله عز وجل بقوله : « **إلا من شاء الله** » وروينا فيه خبراً[3] مرفوعاً وهو مذكور مع سائر ما قيل فى كتاب «البعث والنشور» . وبالله التوفيق .

آخر كتاب حياة الأنبياء عليهم الصلاة والسلام والحمد لله رب العالمين وصلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم

---

(١) أخرجه البخارى (٣٤١٤) ، ومسلم (٢٣٧٣) خاص (١٥٩) .

(٢) الآية ٦٨ سورة الزمر .

(٣) البعث والنشو ص ٣٣٦ مطولاً من طريق إسماعيل بن رافع عن أبى هريرة ، مرفوعاً ، وفيه راو مبهم ، وإسماعيل بن رافع ضعيف . انظر التهذيب لابن حجر (١/٦٩) .

وأخرجه الحاكم فى المستدرك (٢/٢٥٣) من طريق زيد بن أسلم عن أبى هريرة عن رسول الله ﷺ «أنه سأل جبريل عليه السلام عن هذه الآية – ونفخ فى الصور فصعق من فى السموات ومن فى الأرض إلا من شاء الله – من الذين لم يشأ الله أن يصعقهم ؟ قال : هم شهداء الله عز وجل» قال الحاكم صحيح الإسناد وأقره الذهبى ، وقال الحافظ فى الفتح (١١/٣٧١) رواته ثقات .

وأخرج نحوه عبد الرازق فى التفسير (٢/١٧٥) عن قتادة وعن سعيد بن جبير مرسلاً .

ماخذ و مراجع

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف و متوفی	مطبوعہ
۱	آئینہ تسکین الصدور	شیر محمد دیوبندی	جامع مسجد ذوالنورین جھنگ
۲	آب حیات	قاسم نانوتوی	ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
۳	ابکار المنن فی تنقید آثار السنن	عبد الرحمٰن مبارک پوری ۱۳۵۳ھ	الجامع سلفیہ فیصل آباد
۴	اجابت الغوث مشمولہ رسائل ابن عابدین	ابن عابدین شامی ۱۲۵۲ھ	سہیل اکیڈمی لاہور
۵	الاجوبۃ الفاضلۃ لاسئلۃ العشرۃ الکاملۃ	عبد الحی لکھنوی ۱۳۰۴ھ	مطبوعات الاسلامیہ حلب
۶	الاحادیث الطوال	ابو قاسم سلیمان بن احمد طبرانی ۳۶۰	وزارۃ الاوقاف بغداد عراق
۷	الاحادیث المختارہ	ضیاء الدین مقدسی ۶۴۳ھ	دار الباز مکۃ المکرمہ
۸	الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان	ابو حاتم محمد بن حبان ۳۵۴ھ	مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل
۹	احسن الکلام	سرفراز گکھڑوی	مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ
۱۰	احوال القبور واحوال اھلھا الی النشور	ابو الفرج زین الدین ابن رجب حنبلی ۷۹۵ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۱	احیاء العلوم	ابو حامد محمد بن محمد الغزالی ۵۰۵ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۲	اخبار الاخیار	شیخ عبد الحق محدث دہلوی ۱۲۵۲ھ	مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
۱۳	الاختیار لتعلیل المختار	عبد اللہ بن محمد بن محمود الموصلی	دار فراس للنشر مصر
۱۴	اخفاء الذکر	سرفراز گکھڑوی	مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ
۱۵	ادب المفرد	ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری ۲۵۶ھ	المکتب الاسلامی بیروت
۱۶	الاربعین	ابو عبد الرحمٰن السلمی ۴۱۲ھ	المکتب الاسلامی بیروت
۱۷	ارشاد طلاب الحقائق الی معرفت سنن خیر الخلائق	ابو زکریا یحیی بن شرف النووی ۶۷۲ھ	مکتبۃ الایمان مدینہ منورہ

مطبوعہ	نام مصنف ومتوفی	نام کتاب	نمبر شمار
سہیل اکیڈمی لاہور	شاہ ولی اللہ ۱۱۷۶ھ	ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء	۱۸
بیروت	ابوعمرو یوسف بن عبداللہ بن عبد البر مالکی ۴۶۳ھ	الاستیعاب بمعرفت الاصحاب	۱۹
صدف پبلشرز کراچی	اسماعیل دہلوی	اصول الفقہ	۲۰
داراحیاء العلم بیروت	ابوالحسن علی بن محمد الماوردی ۴۵۰	اعلام النبوۃ	۲۱
مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل	شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی ۹۰۲ھ	الاعلان بالتوبیخ	۲۲
کتب خانہ رشیدیہ راولپنڈی	سجاد بخاری	اقامۃ البرھان	۲۳
پشاور	عبدالحی لکھنوی	اقامۃ الحجہ	۲۴
مکتبہ علویہ فیصل آباد	جلال الدین السیوطی ۹۱۱ھ	انباء الاذکیا بحیات الانبیاء	۲۵
مکتبہ علویہ فیصل آباد	مولانا انوار اللہ قادری چشتی	انوار احمدی	۲۶
	جلال الدین السیوطی	انیس الجلیس	۲۷
ب	ب	ب	ب
مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ	ابوالبرکات محمد بن احمد ایاس ۹۳۵	بدائع الذھور	۲۸
مکتبہ قدوسیہ لاہور	عماد الدین ابن کثیر ۷۷۴ھ	البدایہ والنہایہ	۲۹
	خلیل احمد سہارنپوری	بذل المجہود شرح ابوداود	۳۰
جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ	نورالدین الہیثمی ۸۰۷ھ	البغیۃ الباحث عن زوائد مسند الحارث	۳۱
دارالفکر بیروت	جلال الدین السیوطی	بغیۃ الوعاۃ فی طبقات اللغویین والنحاۃ	۳۲
ادارہ اسلامیات لاہور	اشرف علی تھانوی	بوادر النوادر	۳۳
مکتبہ اسلامیہ لاہور	صدر الشریعہ مولانا امجد علی ۱۳۶۷	بہار شریعت	۳۴
مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ	بحر العلوم مولانا عبدالعلی	بیان الارکان	۳۵

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف و متوفی	مطبوعہ
	ت	ت	ت
۳۶	تاج التراجم	قاسم بن قطلو بغا	ایچ ایم سعید کراچی
۳۷	تاریخ اسماء الثقات من نقل عنهم العلم	ابو حفص عمر بن احمد ابن شاہین ۳۸۵ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
۳۸	تاریخ الامم والملوک	ابن جریر طبری ۳۱۰ھ	دار القلم بیروت
۳۹	تاریخ بغداد	ابو بکر بن علی الخطیب بغدادی ۴۶۳	دار الکتب العلمیہ بیروت
۴۰	تاریخ ثقات	عبداللہ بن صالح بن مسلم العجلی ۲۱۱	دار الکتب العلمیہ بیروت
۴۱	تاریخ جرجان	ابو القاسم حمزہ بن یوسف السہمی ۴۲۷	عالم الکتاب بیروت
۴۲	تاریخ عثمان بن سعید الدارمی	عثمان بن سعید الدارمی	دار المامون للتراث بیروت
۴۳	تاریخ الکبیر	امام محمد بن اسماعیل البخاری	ادارہ معارف النعمانیہ
۴۴	التحذیر الابداع عن تکبیر الابتداء	مولانا ابو میمونہ الکرانوی	مکتبی ایشیق استنبول ترکی
۴۵	تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مسائل	مولوی محمد بن اسماعیل سلفی ۱۹۶۸ء	مکتبہ سلفیہ لاہور
۴۶	تحفۃ الذاکرین بعدۃ الحصن الحصین ۔۔۔	محمد بن علی الشوکانی ۱۲۵۵ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
۴۷	تحفہ احمدیہ المسمی بہ نجوم الشہابیہ للرجوم الوہابیہ	شیخ احمد حسنی	کوہ طور لاہور
۴۸	تحقیق الحق المبین فی اجوبۃ مسائل اربعین	شاہ احمد سعید دہلوی مدنی نقشبندی	حیدر آباد سندھ
۴۹	تحقیق النصرۃ بتلخیص معالم دار الھجرۃ	ابی بکر الحسین الفخر المراغی ۷۱۶ھ	المکتبۃ العلمیہ مدینہ منورہ
۵۰	تخریج الاربعین السلمیہ فی التصوف	امام سخاوی	المکتب الاسلامی بیروت
۵۱	تدریب الراوی	امام سیوطی	دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور
۵۲	تذکرۃ الحفاظ	شمس الدین الذہبی ۷۴۸ھ	دار الکتب العربی بیروت
۵۳	التذکرہ فی الاحادیث المشتہرہ	بدر الدین محمد بن عبداللہ الذرکشی	دار الکتب العلمیہ بیروت

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف ومتوفی	مطبوعہ
	ت	ت	ت
۵۴	التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ	ابوعبداللہ محمد بن احمد القرطبی ۶۷۱ھ	دار الفکر بیروت
۵۵	تذکرۃ الموتی والقبور	قاضی ثناء اللہ پانی پتی ۱۲۲۵	مکتبہ الیشیق ترکی
۵۶	الترغیب والترھیب	ابوالقاسم اسماعیل بن محمد الاصبہانی التیمی المعروف قوام السنہ ۵۳۵ھ	دار الحدیث قاہرہ مصر
۵۷	الترغیب والترھیب	ابومحمد ذکی الدین عبدالعظیم المنذری ۶۵۶ھ	داراحیاء التراث العربی بیروت
۵۸	الترغیب فی فضائل الاعمال	ابن شاہین	دار ابن جوزی ریاض
۵۹	تسکین الصدور	سرفراز گکھڑوی	مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ
۶۰	التعریف والاخبار فی تخریج احادیث الاختیار	امام زین الدین قاسم بن قطلو بغا ۸۷۹ھ	قلمی نسخہ
۶۱	تفریح الاذکیاء فی احوال الانبیاء	مولانا ابوالحسن حسن اکاکوری	نفیس اکیڈمی لاہور
۶۲	تفسیر جلالین	امام سیوطی وجلال الدین المحلی	قدیمی کتب خانہ کراچی
۶۳	تفسیر جمل	سلیمان بن عمر العجیلی الشافی ۱۲۰۴	مطبع البابی الحلبی مصر
۶۴	تفسیر روح البیان	امام اسماعیل حقی ۱۱۱۷ھ	مکتبہ امدادیہ ملتان
۶۵	تفسیر روح المعانی	امام محمود آلوسی بغدادی ۱۲۷۰ھ	بیروت
۶۶	تفسیر صاوی علی الجلالین	علامہ صاوی المالکی	مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
۶۷	تفسیر کبیر (مفاتیح الغیب)	امام فخر الدین الرازی ۶۰۶	ایران
۶۸	تفسیر الکشاف عن حقائق التنزیل	ابوالقاسم جاراللہ زمخشری ۵۳۸ھ	نشر ادب الحوزہ ایران
۶۹	تفسیر مدارک	ابوالبرکات عبداللہ بن احمد النسفی	دار الکتب العربی بیروت
۷۰	تفسیر مظہری	قاضی ثناء اللہ پانی پتی	کوئٹہ
۷۱	تفسیر معالم التنزیل	امام بغوی ۵۱۶ھ	دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف ومتوفی	مطبوعہ
	ت	ت	ت
۷۲	تفسیر نور العرفان حاشیہ کنز الایمان	حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی	مکتبہ اسلامیہ لاہور
۷۳	تقریب التھذیب	حافظ ابن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ	دار النشر الکتب الاسلامیہ
۷۴	تکریم المومنین بتقویم مناقب خلفاء الراشدین	نواب صدیق حسن بھوپالوی ۱۳۰۷ھ	قادری کتب خانہ سیالکوٹ
۷۵	تلخیص المستدرک علی ہامش المستدرک	امام ذھبی ۷۴۸ھ	دار المعرفۃ بیروت
۷۶	التمہید لمانی الوطا من المعانی والاسانید	ابن عبد البر ۴۶۳ھ	مکتبہ قدوسیہ لاہور
۷۷	تنزیہ الشریعہ المرفوعہ عن الاخبار الشنیعہ ۔۔	ابو الحسن علی بن محمد بن عراقی ۹۶۳	دار الکتب العلمیہ بیروت
۷۸	تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوۃ	ابو الوزیر احمد حسن دھلوی ۱۳۲۸	المکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ لاہور
۷۹	تنویر الحالک فی امکان رویۃ النبی والملک	امام سیوطی ۹۱۱ھ	مکتبہ رضویہ فیصل آباد
۸۰	توجیہ النظر الی اصول الاثر	طاہر بن صالح بن احمد الجزائری ۱۳۲۹ھ	دار المعرفۃ بیروت
۸۱	توحید خالص	ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی	مکتبہ عثمانیہ کراچی
۸۲	التوسل بالنبی والصالحین	علامہ ابی حامد بن مرزوق مصری	مکتبہ ایشیق استنبول ترکی
۸۳	التوکل علی اللہ	ابو بکر عبید اللہ بن محمد بن عبید ابن ابی الدنیا ۲۸۱ھ	مکتبہ العلمیہ بیروت
۸۴	تہذیب تاریخ دمشق	عبد القادر ابن بدران ۱۹۲۷ء	دار احیاء التراث العربی
۸۵	تہذیب التہذیب	امام ابن حجر عسقلانی	مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل
۸۶	تہذیب الکمال	ابی الحاج جمال الدین یوسف بن عبد الرحمن المزی ۷۴۸ھ	دار الفکر بیروت
۸۷	التیسیر شرح الجامع الصغیر	امام عبد الرؤف المناوی ۱۰۰۳ھ	مکتبہ الامام الشافعی الریاض
۸۸	التیسیر القاری شرح صحیح البخاری	شیخ نور الحق محدث دہلوی ۱۰۷۳ھ	حاجی عبد الغفار بازار قندھار

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف ومتوفی	مطبوعہ
	ج	ج	ج
۸۹	الجامع لاخلاق الراوی وادب السامع	الحافظ الخطیب البغدادی ۴۶۳ھ	مکتبہ العارف ریاض
۹۰	جامع التحصیل فی احکام المراسیل	صلاح الدین کیکلدی العلائی ۷۶۱	وزارۃ الاوقاف بغداد
۹۱	الجامع الصحیح المسند المختصر من امور رسول اللہ وسنتہ وایامہ (بخاری شریف)	امام محمد بن اسماعیل البخاری ۲۵۶ھ	ایچ ایم سعید کراچی
۹۲	الجامع الصحیح (مسلم شریف)	ابوالحسین مسلم بن الحجاج ۲۶۱ھ	قدیمی کتب خانہ کراچی
۹۳	الجامع الصحیح (ترمذی شریف)	ابوعیسی محمد بن عیسی الترمذی ۲۷۹ھ	مکتبہ امدادیہ
۹۴	جامع المسانید	ابوالموئید محمد بن محمود الخوارزمی ۶۶۵	مکتبہ اسلامیہ سمندری فیصل آباد
۹۵	جذب القلوب الی دیار المحبوب	شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۱۰۵۲ھ	
۹۶	جز	محمد بن عاصم ثقفی ۲۶۴ھ	دارالعاصمہ الریاض
۹۷	جز	احمد بن عصام ۲۷۲ھ	دارالعاصمہ الریاض
۹۸	جلاء الافہام	شمس الدین ابن قیم ۷۵۱	مکتبہ نوری رضویہ سکھر
۹۹	جمال الاولیاء	اشرف علی تھانوی ۱۳۶۳ھ	مکتبہ اسلامیہ لاہور
۱۰۰	جمال قاسمی	قاسم نانوتوی	مکتبہ صدیقیہ اشاعت القرآن حضرو اٹک
۱۰۱	الجوہر البحار فی فضائل النبی المختار	یوسف بن اسماعیل النبھانی ۱۳۵۵	مکتبہ الحلبیہ مصر
۱۰۲	الجوہر المنظم فی زیارت القبر الشریف النبوی المکرم المعظم	ابن حجر مکی	دار الجوامع الکلم بیروت
	ح	ح	ح
۱۰۳	الحاوی للفتاوی	امام جلال الدین السیوطی ۹۱۱ھ	مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف و متوفی	مطبوعہ
	ح	ح	ح
۱۰۴	حاشیہ بخاری	علامہ احمد علی سہار نپوری ۱۲۹۷ھ	ایچ ایم سعید کراچی
۱۰۵	حاشیہ مسند ابویعلی	مولوی ارشاد الحق اثری، و حسین سلیم اسد	موسسۃ علوم القرآن دمشق دار المامون للتراث دمشق
۱۰۶	الحبل المتین فی اتباع السلف الصالحین	مولانا سعید الرحمٰن التیراہی	مکتبہ ایشیق استنبول ترکی
۱۰۷	حجۃ اللہ البالغہ	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ۱۱۷۲ھ	مکتبہ سلفیہ لاہور
۱۰۸	حجۃ اللہ العالمین	یوسف بن اسماعیل النبہانی	مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
۱۰۹	حسن التوسل فی آداب زیارۃ افضل الرسل	شیخ عبد القادر مکی حنبلی ۹۸۲ھ	مطبعہ امیر قم ایران
۱۱۰	حقیقت التوسل و وسیلہ علی ضوا لکتاب والسنۃ	علامہ موسیٰ محمد	عالم الکتب بیروت
۱۱۱	حلیۃ الاولیاء وطبقات الصفیاء	ابونعیم احمد بن عبد اللہ الاصفہانی	دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۱۲	حیاۃ الاموات فی بیان سماع الاموات	امام احمد رضا فاضل بریلوی ۱۳۴۰	مکتبہ حامدیہ لاہور
۱۱۳	حیاۃ الحیوان الکبری	کمال الدین محمد بن موسیٰ الدمیری	انتشارات ناصر خسرو ایران
۱۱۴	حیاۃ النبی	علامہ احمد سعید کاظمی ۱۴۰۶ھ	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
	د	د	د
۱۱۵	درۃ الناصحین	علامہ الخوبوی	مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ
۱۱۶	الدرر سنیہ فی رد علی الوھابیہ	شیخ احمد بن زینی دحلان مکی ۱۳۰۷	مکتبہ ایشیق ترکی
۱۱۷	الدرر المنتقی شرح الملتقی		دار احیاء التراث بیروت
۱۱۸	درمختار	علاء الدین الحصکفی	ایچ ایم سعید کراچی
۱۱۹	الدعوات الکبیر	امام ابوعبد اللہ البیہقی ۴۵۸ھ	وزارۃ الاوقاف کویت

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف ومتوفی	مطبوعہ
۱۲۰	دلائل النبوت	امام ابونعیم	دارالنفائس بیروت
۱۲۱	دلائل النبوۃ	امام بیہقی	دارالکتب العلمیہ بیروت
	ذ	ذ	ذ
۱۲۲	ذم الدنیا	ابن ابی الدنیا	دارالکتب لعلمیہ بیروت
۱۲۳	ذیل تاریخ بغداد	محب الدین محمد بن محمود المعروف ابن نجار ۶۶۳ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت
۱۲۴	ذیل طبقات الحفاظ	امام سیوطی	دارالکتب العربی بیروت
ر	ر	ر	
۱۲۵	ردالمختار علی درالمختار	محمد امین ابن عابدین شامی	دارالاشاعت کراچی
۱۲۶	رسالہ ابی داؤد الی اہل مکہ	امام ابوداؤد	بیروت
۱۲۷	رسالہ بیعت در مجموعہ رسائل	شاہ رفیع الدین دہلوی ۱۲۳۸ھ	مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ
۱۲۸	رسالہ الرحیق المختوم شرح قلائد المنظوم		
۱۲۹	رسالہ فی اثبات کرامات اولیاء	احمد بن شہاب الدین اسجاعی ۱۱۹۷	مکتبہ ایشیق ترکی
۱۳۰	الرسالہ فی اصول فقہہ	ابوعبداللہ محمد بن ادریس الشافعی ۲۰۴	مکتبہ دارالتراث القاہرہ
۱۳۱	رسائل القشیر یہ	ابوعبدالکریم ہوازن القشیری ۴۶۵	المہد المرکزی ملابحاث الاسلامیہ کراچی
۱۳۲	رسالۃ النصوص	محمد بن اسحاق صدرالدین القونوی	مرکز نشر دانش گاہ مشہد ایران
۱۳۳	الرفع والتکمیل فی جرح والتعدیل	علامہ عبدالحی لکھنوی	مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب
۱۳۴	رماح حزب الرحیم علی نحور حزب الرجیم	امام عمر بن سعید الفوتی	دارالفکر بیروت
۱۳۵	الروض الانف	امام سہیلی	فاروقی کتب خانہ ملتان

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف و متوفی	مطبوعہ
	ز	ز	ز
۱۳۵	الزبدۃ العمدہ شرح قصیدۃ البردہ	ملا علی قاری	ہجرہ اکیڈمی اسلام آباد
۱۳۷	زرقانی علی المواہب	محمد بن عبد الباقی الزرقانی مالکی ۱۱۲۲	دار المعرفہ بیروت
۱۳۸	الزہد	امام احمد بن حنبل	دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۳۹	زہر الربی شرح سنن النسائی المجتبی	امام سیوطی	قدیمی کتب خانہ کراچی
	س	س	س
۱۴۰	سبل الہدی والرشاد فی سیرت خیر العباد	محمد بن یوسف الصالحی ۹۴۲ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۴۱	سبیل النجات عن بدعت اہل الزیغ والضلالۃ	قاضی عبد الرحمن الکوتی	مکتبہ ایشیق استنبول ترکی
۱۴۲	سر الاسرار فی مایحتاج علیہ الابرار	ابو محمد شیخ عبد القادر جیلانی ۵۶۱ھ	غوثیہ کتب خانہ لاہور
۱۴۳	سراج المنیر شرح الجامع الصغیر	علی بن احمد العزیزی ۱۰۵۰ھ	مکتبہ الایمان مدینہ منورہ
۱۴۴	السراج الوہاج شرح مسلم	صدیق الحسن بھوپالوی	مکتبہ قدوسیہ لاہور
۱۴۵	سعادۃ الدارین فی الصلاۃ علی سید الکونین	یوسف بن اسماعیل النبہانی	مصطفی البابی الحلبی مصر
۱۴۶	السعی المشکور فی رد المذہب الماثور	عبد الحی لکھنوی	لکھنو
۱۴۷	السنن	عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی ۲۵۵	نشر السنہ ملتان
۱۴۸	السنن	محمد بن یزید ابن ماجہ ۲۷۳ھ	قدیمی کتب خانہ کراچی
۱۴۹	السنن	ابوداؤد سلیمان بن اشعث السجستانی	مکتبہ امدادیہ ملتان
۱۵۰	السنن	ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب النسائی	مکتبہ سلفیہ لاہور
۱۵۱	السنن الصغیر	امام بیہقی	جامع دراسات الاسلامیہ کراچی
۱۵۲	السنن الکبری	امام ابو عبد الرحمن النسائی ۳۰۳ھ	ملتان
۱۵۳	السنن الکبری		نشر السنہ ملتان
۱۵۴	سوالات برقانی		کتب خانہ جمیلی لاہور

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف و متوفی	مطبوعہ
۱۵۵	سوالات ابی داؤد لاحمد بن حنبل	امام ابوداؤد بجستانی	مکتبہ العلوم والحکم مدینہ منورہ
۱۵۶	سیر اعلام النبلاء	امام شمس الدین الذھبی	موسسۃ الرسالہ بیروت
۱۵۷	سیر الاولیاء	سید محمد بن نور الدین المعروف امیر خورد	مرکز تحقیقات فارسی اسلام آباد
۱۵۸	السیرت الحلبیہ	علی بن برھان الدین الحلبی ۹۰۰ھ	دار الفکر بیروت
۱۵۹	سیرت (کتاب السیر والمغازی)	محمد بن اسحاق بن یسار ۱۵۱ھ	دار الفکر بیروت
	ش	ش	ش
۱۶۰	شرح اصول الاعتقاد اہل السنۃ والجماعت	ابوالقاسم ہبۃ اللہ الحسن اللالکائی	دار طیبہ الریاض
۱۶۱	شرح حیاۃ الانبیاء	محمد بن الخانجی البوسنوی ۱۳۶۵ھ	بزم حیاۃ الانبیاء گجرات
۱۶۲	شرح السنہ	امام ابومحمد حسین بن مسعود البغوی ۵۱۶ھ	المکتب الاسلامی بیروت
۱۶۳	شرح الشفاء	ملا علی قاری ۱۰۱۴	دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۶۴	شرح علل الترمذی	زین الدین عبدالرحمٰن بن احمد بن رجب حنبلی ۷۹۵ھ	
۱۶۵	شرح الصدور	امام سیوطی	ار ابن کثیر دمشق
۱۶۶	شرح قصیدہ البردہ	عمر بن احمد الخرپوتی	
۱۶۷	شرف اصحاب الحدیث	خطیب بغدادی	جامعہ انقرہ ترکی
۱۶۸	شروط الائمہ الخمسہ	حافظ ابوبکر محمد بن موسی الحازمی	
۱۶۹	شعب الایمان	امام بیہقی	دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۷۰	الشفاء بعریف حقوق المصطفے	قاضی عیاض مالکی ۵۴۴ھ	فاروقی کتب خانہ ملتان
۱۷۱	شفاء السقام	تقی الدین ابوالحسن علی السبکی ۷۵۶ھ	مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
۱۷۲	شفاء الفواد بزیارۃ خیر العباد	محمد بن علوی مالکی	
۱۷۳	شکایۃ اہل السنۃ	امام القشیری	کراچی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف ومتوفی	مطبوعہ
۱۷۴	الشمامۃ العنبریہ من مولد خیر البریہ	نواب صدیق الحسن بھوپالوی	قادری کتب خانہ سیالکوٹ
۱۷۵	شواہد الحق فی استغاثۃ بسید الخلق	یوسف بن اسماعیل نبھانی	دار الملاح للنشر والطبع
	ص	ص	ص
۱۷۶	الصارم المنکی	ابو عبد اللہ محمد بن احمد ابن عبد الهادی ۷۴۴	مکتبہ ضیاء السنہ فیصل آباد
۱۷۷	صحیح ابن خزیمہ	ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ ۳۱۱ھ	المکتبہ الاسلامی بیروت
۱۷۸	الصلوت والبشر فی الصلوۃ علی خیر البشر	ابو طاہر محمد بن یعقوب مجد الدین ۸۱۷	مکتبہ اشاعت القرآن لاہور
	ض	ض	ض
۱۷۹	الضعفاء الکبیر	محمد بن عمرو عقیلی ۳۲۲ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۸۰	الضعفاء والمتروکین	امام نسائی	مکتبہ الاثریہ سانگلہ ہل
۱۸۱			
	ط	ط	ط
۱۸۲	الطبقات الحنابلہ	ابو یعلی حنبلی	مطبعۃ الاعتدال دمشق
۱۸۳	طبقات الشافیہ الکبری	تاج الدین ابو نصر عبد الوہاب سبکی ۷۷۱	دار احیاء الکتب العربیہ
۱۸۴	طبقات الصوفیاء	ابو عبد الرحمٰن السلمی	مکتبہ الاثریہ سانگلہ ہل
۱۸۵	الطبقات الکبری	محمد بن سعد	دار صادر بیروت
۱۸۶	الطبقات الکبری	شیخ عبد الوہاب الشعرانی ۹۷۳ھ	مصطفے البابی الحلبی مصر
۱۸۷	طبقات المحدثین باصبہان والواردین علیہا	ابو الشیخ	دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۸۸	طبقات المدلسین	علامہ ابن حجر عسقلانی	مکتبہ سلفیہ لاہور
	ع	ع	ع
۱۸۹	عرف الشذی شرح الترمذی	انور شاہ کشمیری	ایچ ایم سعید کراچی
۱۹۰	العطایۃ النبویہ فی الفتاوی الرضویہ	امام احمد رضا فاضل بریلوی	قدیم فیصل آباد جدید لاہور

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف و متوفی	مطبوعہ
۱۹۱	عمدۃ الرعایۃ فی حل شرح الوقایہ	عبدالحی لکھنوی	سہیل اکیڈمی
۱۹۲	عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری	بدرالدین عینی ۸۵۵ھ	بیروت،،کوئٹہ
۱۹۳	عمل الیوم واللیلہ	امام نسائی	موسسۃ الرسالہ بیروت
۱۹۴	عون المعبود	شمس الحق عظیم آبادی	
۱۹۵	عین الفقر	سلطان العارفین سلطان باہو ۱۱۰۲ھ	فاروقی کتب خانہ لاہور
۱۹۶	عیون الاثر	ابن سید الناس	
	غ	غ	غ
۱۹۷	غنیۃ الطالبین فی ما یحب من احکام الدین	ابوالمحاسن سید محمد بن خلیل القاوقجی الحنفی ۱۳۰۵ھ	المکتبۃ الحسینیہ المصریہ
۱۹۸	غوث العباد	شیخ مصطفے ابو یوسف الحمامی الازہری	مکتبہ ایشیق ترکی
۱۹۹	الغیلانیات	محمد بن عبداللہ البز از الشافعی ۳۵۴ھ	اضوء السلف الریاض
	ف	ف	ف
۲۰۰	الفتاوی الحدیثیہ	شہاب الدین ابن حجر مکی الہیتمی ۹۷۳	مصطفے البابی الحلبی مصر
۲۰۱	فتاوی دارالعلوم دیوبند	عزیز الرحمن	
۲۰۲	فتاوی و رسائل ابن صلاح	ابوعمرو عثمان بن صلاح ۶۴۳ھ	دارالمعرفہ بیروت
۲۰۳	فتاوی رشیدیہ	رشید احمد گنگوہی	کراچی
۲۰۴	فتاوی عزیزیہ	شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ۱۲۲۹ھ	دارالاشاعت کوئٹہ
۲۰۵	فتاوی السبکی	تقی الدین السبکی	دارالمعرفہ بیروت
۲۰۶	الفتاوی الکبری الفقہیہ	ابن حجر الہیتمی	دارالفکر بیروت
۲۰۷	فتاوی نذیریہ	نذیر حسین دہلوی	دارالنشر الکتب الاسلامیہ لاہور
۲۰۸	فتح الباقی بشرح الفیۃ العراقی	ابو یحیی ذکریا الانصاری	بیروت،،جہلم
۲۰۹	فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث	امام سخاوی	دارالکتب العلمیہ بیروت

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف ومتوفی	مطبوعہ
۲۱۰	فتراک رسول	علامہ اقبال	مکتبہ اشرفیہ مرید کے
۲۱۱	فتوح البلدان	احمد بن یحیی البلاذری ۲۲۷ھ	
۲۱۲	الفجر الصادق فی الرد علی منکری التوسل والکرامات الخوارق	جمیل آفندی صدقی الزهاوی ۱۹۳۶ء	مکتبہ ایشیق ترکی
۲۱۳	فردوس الاخبار	شیرویہ بن شہردار الدیلمی ۵۰۹ھ	المکتبہ الاثریہ سانگلہ ہل
۲۱۴	فضائل الاعمال	ضیاء الدین المقدسی ۶۴۳ھ	جمیعۃ البر بالمدینہ منورہ
۲۱۵	فضل الصلوۃ علی النبی	قاضی اسمعیل بن اسحاق ۲۸۲ھ	المکتبہ الاسلامی دمشق
۲۱۶	الفوائد الجلیلۃ البھیۃ علی شمائل النبویہ	محمد بن جسوس ۱۱۸۲	
۲۱۷	الفوائد مع الروض البسام	ابوالقاسم تمام بن محمد الرازی ۴۱۴ھ	دارالبشائر الاسلامیہ بیروت
۲۱۸	فیض الباری شرح صحیح البخاری	انور شاہ کشمیری ۱۳۵۲ھ	دارالفکر الاسلامیہ لاہور
۲۱۹	فیض القدیر شرح الجامع الصغیر	عبدالرؤف المناوی ۱۰۰۳ھ	دارالفکر الاسلامیہ لاہور
۲۲۰	فیوض الحرمین	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ۱۱۷۶	مدنی کتب خانہ لاہور
	ق	ق	ق
۲۲۱	القرآن الکریم		
۲۲۲	قطب الارشاد	فقیر اللہ بن عبدالرحمٰن الحنفی ۱۱۹۵ھ	مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ
۲۲۳	القند فی ذکر علمائے سمرقند	نجم الدین عمر بن محمد النسفی ۵۳۷ھ	مکتبہ الکوثر السعودیہ
۲۲۴	قواعد فی علوم الحدیث	ظفر احمد عثمانی	ادارۃ القرآن کراچی
۲۲۵	القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع	شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی ۹۰۲ھ	سیالکوٹ،،، جدید موسسۃ الریان بیروت
	ک	ک	ک
۲۲۶	الکاشف فی معرفۃ من لہ روایۃ فی الکتب الستۃ	شمس الدین الذہبی	دارالکتب العلمیہ بیروت

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف و متوفی	مطبوعہ
۲۲۷	الکامل فی الضعفاء	ابو احمد عبداللہ بن عدی الجرجانی ۳۶۵	مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل
۲۲۸	کتاب الاذکار المنتخب من کلام سید الابرار	امام نووی	دار القلم بیروت
۲۲۹	کتاب الاعتقاد الی سبیل الرشاد	امام بیہقی	عالم الکتب بیروت
۲۳۰	کتاب الاعلام بحکم عیسی علیہ السلام مشمولہ فی الحاوی	امام سیوطی	مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
۲۳۱	کتاب الاموال	ابو عبید اللہ القاسم ۲۲۴ھ	مکتبہ الاثریہ سانگلہ ہل
۲۳۲	کتاب الایجاز فی المناسک	امام نووی	
۲۳۳	کتاب الایمان	ابو عبداللہ محمد بن یحیی ابن مندہ ۳۹۵ھ	موسس الرسالہ بیروت
۲۳۴	کتاب الثقات	ابن حبان	دار الفکر بیروت
۲۳۵	کتاب الجرح والتعدیل	ابن ابی حاتم الرازی ۳۲۷	دار احیاء ونزاث عربی بیروت
۲۳۶	کتاب الروح	ابن قیم ۷۵۱ھ	حیدر آباد دکن،، بیروت
۲۳۷	کتاب الزھد	عبداللہ بن مبارک ۱۸۱ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۳۸	کتاب الزھد	امام ابو داؤد سجستانی	دار السلفیہ بمبئی
۲۳۹	کتاب الزھد	ہناد بن السری الکوفی ۲۴۷ھ	دار الخلفاء للکتب الاسلامی کویت
۲۴۰	کتاب الزھد الکبیر	امام بیہقی	
۲۴۱	کتاب السنۃ	ابو بکر احمد الخلال ۳۱۱ھ	دار الریاض
۲۴۲	کتاب الضعفاء والمتروکین	امام ابن جوزی ۵۹۷	دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۴۳	کتاب العاقبہ	عبدالحق بن عبدالرحمن الاشبیلی ۵۸۲	دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۴۴	کتاب الصلوۃ علی النبی	ابو بکر احمد بن عمرو بن ابی عاصم ۲۸۷ھ	دار المامون للتراث بیروت
۲۴۵	کتاب العظمۃ	ابو الشیخ	دار العاصمہ بیروت
۲۴۶	کتاب الفتن والملاحم	نعیم بن حماد ۲۲۸ھ	مکتبہ التوحید القاہرہ

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف ومتوفی	مطبوعہ
۲۴۷	کتاب المجروحین من المحدثین والضعفاء والمتروکین	ابن حبان	
۲۴۸	کتاب المعجم	ابوسعید احمد بن الاعرابی ۳۴۱ھ	مکتبہ الکوثر الریاض
۲۴۹	کرامات اولیاء ملحق بالدرر سنیہ	احمد بن سعید محمد مکی الحموی الحنفی ۱۰۹۸ھ	مکتبہ ایشیق ترکی
۲۵۰	کرامات اولیاء	ہبۃ اللہ اللالکائی ۴۱۸ھ	دار الطیبہ ریاض
۲۵۱	کشف الارتیاب فی اتباع محمد بن عبدالوہاب	سید محسن الامین مصری	بیروت
۲۵۲	کشف الاستار عن زوائد البزار	علامہ نورالدین الہیثمی ۸۰۷ھ	موسس الرسالہ بیروت
۲۵۳	الکشف الحثیث عمن روی بوضع الحدیث	برہان الدین ابراہیم الحلبی ۷۴۱ھ	عالم الکتب بیروت
۲۵۴	کشف الغمہ عن جمیع الامتہ	امام عبدالوہاب الشعرانی	دار الفکر بیروت
۲۵۵	الکفایہ فی علم الروایہ	خطیب بغدادی	دار الکتب العربی بیروت
۲۵۶	کف الرعاع عن محرمات اللہو والسماع	ابن حجر مکی	مکتبہ ایشیق ترکی
۲۵۷	کنز العمال فی السنن والاقوال	تقی الدین علی المتقی الہندی ۹۷۵ھ	موسس الرسالہ بیروت
۲۵۸	الکنز المدفون الفلک المشحون	امام سیوطی	مکتبہ احیاء العلوم فیصل آباد
۲۵۹	کوکب الداراری شرح صحیح البخاری	شمس الدین محمد بن یوسف بن علی الکرمانی ۷۹۶ھ	بیروت

ل

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف ومتوفی	مطبوعہ
۲۶۰	لسان المیزان	ابن حجر عسقلانی	شرکۃ علاء الدین بیروت

م

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف ومتوفی	مطبوعہ
۲۶۱	مجمع الزوائد ومنبع الفوائد	نورالدین الہیثمی	دار الکتب العربی بیروت
۲۶۲	المجموع شرح المہذب	امام نووی	دار الفکر بیروت

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف ومتوفی	مطبوعہ
۲۶۳	مجموع فتاوی ومقالات متنوعہ	عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز	ادارۃ البحوث العلمیہ والافتاء الریاض
۲۶۴	مجموعہ رسائل نجدیہ	حمد بن ناصر نجدی	مطبعۃ المنار مصر
۲۶۵	محقق التقول فی مسئلۃ التوسل	محمد زاہد بن حسن الکوثری ۱۳۷۱ھ	ایچ ایم سعید کراچی
۲۶۶	المحلی بالاثار	ابن حزم الظاہری ۴۵۶ھ	
۲۶۷	مختصر سیرت رسول	عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدی	مکتبہ العلوم الاثریہ جہلم
۲۶۸	مختصر الفتاوی المصریہ	ابن تیمیہ	بیروت
۲۶۹	مدارج النبوت	شیخ عبدالحق محدث دہلوی 1052ھ	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
۲۷۰	المدخل	ابن الحاج ۷۳۷ھ	دارالفکر بیروت
۲۷۱	مرصاد العباد	نجم الدین الکبری ۶۱۰ھ	کتابخانہ سنائی ایران
۲۷۲	مرقات المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح	ملا علی قاری ۱۰۱۴ھ	مکتبہ امدادیہ ملتان
۲۷۳	المستدرک علی الصحیحین	ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن حاکم ۴۰۵	دارالمعرفۃ بیروت
۲۷۴	المسند	امام عبداللہ بن مبارک ۱۸۱ھ	مکتبہ المعارف الریاض
۲۷۵	المسند	ابوبکر عبداللہ بن زبیر الحمیدی ۲۱۹ھ	المکتبہ السلفیہ مدینہ منورہ
۲۷۶	المسند	ابویعقوب اسحاق بن راہویہ ۲۳۸ھ	مکتبہ الایمان مدینہ منورہ
۲۷۷	المسند	ابویعلیٰ احمد بن علی الموصلی ۳۰۷ھ	دارالمامون للتراث
۲۷۸	المسند	امام احمد بن حنبل ۲۴۱ھ	المکتب الاسلامی بیروت
۲۷۹	المسند الرویانی	ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی ۳۰۷ھ	موسسہ قرطبہ
۲۸۰	مسند الشامیین	امام طبرانی	موسسہ الرسالہ بیروت
۲۸۱	مسند الشہاب	ابوعبداللہ شہاب الدین القضاعی	---------
۲۸۲	مشکل الآثار	ابوجعفر احمد الطحاوی ۳۲۱ھ	ایچ ایم سعید کراچی
۲۸۳	مشکلات القرآن	انور شاہ کشمیری	ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
۲۸۴	مصباح الزجاجہ فی زوائد ابن ماجہ	شہاب الدین احمد بن ابی بکر البوصیری	دارالجنان بیروت

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف و متوفی	مطبوعہ
۲۸۵	المستصفی من علم الاصول	امام غزالی	منشورات الشریف الرضی
۲۸۶	المصنف	عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی ۲۱۱ھ	المجلس العلمی بیروت
۲۸۷	المصنف	ابوبکر بن ابی شیبہ ۲۳۵ھ	ادارۃ القرآن والعلوم کراچی
۲۸۸	المطالب العالیہ بزوائد المسانید الثمانیہ	ابن حجر عسقلانی	دار المعرفہ بیروت
۲۸۹	مطالع المسرات بجلاء دلائل الخیرات	محمد بن محمد سلیمان الفاسی المغربی ۱۰۹۴	مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
۲۹۰	مظاہر حق	نواب قطب الدین دہلوی ۱۲۷۹ھ	
۲۹۱	مظاہر العقائد	شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی ۱۲۶۸ھ	رضا اکیڈمی لاہور
۲۹۲	المعتمد فی المعتقد	فضل اللہ شہاب الدین تورپشتی ۶۶۲ھ	مکتبہ ایشیق استنبول ترکی
۲۹۳	المعجم الاوسط	امام طبرانی ۳۶۰ھ	دار الحدیث القاہرہ
۲۹۴	معجم السفر	ابوطاہر احمد بن محمد السلفی ۵۷۶ھ	مجمع البحوث الاسلامیہ اسلام آباد
۲۹۵	معجم الشیوخ الکبری	امام الذہبی	دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۹۶	المعجم الصغیر	امام طبرانی	موسسہ الکتب الثقافیہ بیروت
۲۹۷	المعجم الکبیر	امام طبرانی	وزارت الاوقاف عراق
۲۹۸	المعجم المختص بالمحدثین	امام الذہبی	مکتبہ الصدیق الطائف
۲۹۹	المعراج الکبیر	نجم الدین الغیطی ۹۸۴ھ	فاروقی کتب خانہ لاہور
۳۰۰	معرفت علوم الحدیث	امام حاکم	دار الکتب العلمیہ مدینہ منورہ
۳۰۱	معرفت الصحابہ	ابونعیم اصبہانی	مکتبۃ الحرمین حجاز
۳۰۲	مفتاح العارفین	سلطان باہو	اللہ والوں کی قومی دکان لاہور
۳۰۳	المقاصد الحسنہ	امام سخاوی	دار الکتب العربیہ بیروت
۳۰۴	مقاصد السالکین	خواجہ ضیاء اللہ نقشبندی	مکتبہ امینیہ دہلی
۳۰۵	مقالات دجوی فی رد علی التیمیین	علامہ یوسف الدجوی المصری	مکتبہ ایشیق ترکی
۳۰۶	مقدمہ ابن صلاح	امام ابن صلاح	مکتبہ حقانیہ پشاور
۳۰۷	المقصد العلی فی زوائد ابی یعلی الموصلی	نور الدین الہیثمی	دار الکتب العلمیہ بیروت

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف ومتوفی	مطبوعہ
۳۰۸	المقنع فی علوم الحدیث	سراج الدین عمر بن علی المعروف ابن ملقن ۸۰۴ھ	دارفواز للنشر سعودی عرب
۳۰۹	مکارم الاخلاق	محمد بن جعفر الخرائطی ۳۲۸ھ	دارالکتب المصریہ قاہرہ
۳۱۰	مکتوبات شریف	شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی ۱۰۳۴	امرتسر
۳۱۱	مکتوبات شریف برحاشیہ اخبار الاخیار	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
۳۱۲	ملفوظات امیرملت	مرتبہ محمد صادق قصوری	برج کلاں
۳۱۳	ملفوظات محدث کشمیری	احمد رضا بجنوری	المکتبہ المدینہ لاہور
۳۱۴	منال الطالب فی شرح طوال الغرائب	مجد الدین مبارک بن محمد الاثیر ۶۰۶ھ	جامعہ ام القری مکۃ المکرمہ
۳۱۵	المنامات	ابن ابی الدنیا	موسسۃ الکتب الثقافیہ بیروت
۳۱۶	مناھل الصفا فی تخریج احادیث الشفاء	امام سیوطی	-------
۳۱۷	المنتخب	ابو محمد عبد بن حمید ۲۴۹ھ	مکتبہ ابن حجر مکۃ المکرمہ
۳۱۸	المستقد المعتقد مع تعلیقات المستند المعتمد	شاہ فضل رسول بدایونی ۱۲۷۹ھ	مکتبہ ایشیق استنبول ترکی
۳۱۹	المنجلی فی تطور الولی (مشمولہ فی الحاوی	جلال الدین السیوطی	مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
۳۲۰	المنحۃ الوہبیہ فی رد علی الوہابیہ	داؤد بن سلیمان بغدادی ۱۲۹۹ھ	مکتبہ ایشیق استنبول
۳۲۱	موارد الظمان عن زوائد ابن حبان	نورالدین الہیثمی	المطبعۃ السلفیہ مصر
۳۲۲	المواہب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ	شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی ۹۲۳	
۳۲۳	موضح اوہام الجمع والتفریق	ابوبکر خطیب بغدادی	دارالفکر بیروت
۳۲۴	موطا	امام مالک بن انس	ایچ ایم سعید کراچی
۳۲۵	المہند علی المفند	علمائے دیوبند	
۳۲۶	میزان الاعتدال	امام الذہبی	المکتبہ الاثریہ سانگلہ ہل

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف و متوفی	مطبوعہ
	ن	ن	ن
۳۲۷	ندائے حق	محمد حسین نیلوی	مکتبہ حسینیہ سرگودھا
۳۲۸	نزھۃ المجالس	عبدالرحمٰن الصفوری	البابی الحلبی مصر
۳۲۹	نسیم الریاض شرح الشفاء	شہاب الدین الخفاجی ۱۰۶۹ھ	دارالکتب العربی بیروت
۳۳۰	النکت علی کتاب ابن صلاح	ابن حجر عسقلانی	دارالرایہ الریاض
۳۳۱	نوادر الاصول فی معرفت اخبار رسول	ابوعبداللہ محمد بن علی المعروف حکیم ترمذی	المکتبہ العلمیہ المدینہ منورہ
۳۳۲	نور الاسلام	شیخ عبدالکریم محمد المدرس	مکتبہ ایشیق ترکی
۳۳۳	نور الایضاح	حسن بن عمار بن علی شرنبلالی ۱۰۴۹ھ	مکتبہ امدادیہ ملتان
۳۳۴	نور اللمعہ فی خصائص الجمعہ	امام السیوطی	دارالکتب العلمیہ بیروت
۳۳۵	نیل الاوطار من احادیث سید الاخیار	محمد بن علی بن محمد الشوکانی ۱۲۵۵ھ	بیروت
	و	و	و
۳۳۶	الوفا باحوال مصطفی ﷺ	ابن جوزی	مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
۳۳۷	وفاء الوفا باخبار دار المصطفی ﷺ	نورالدین علی احمد السمہودی ۹۱۱ھ	داراحیاء التراث العربی بیروت
	ھ	ھ	ھ
۳۳۸	ہدایت المسلمین	میاں محمد بخش عارف کھڑی ۱۹۰۷ء	دربار کھڑی شریف
	ے	ے	ے
۳۳۹	ینابیع ترجمہ رسالہ التراویح	سرفراز گکھڑوی	مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ
۳۴۰	الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر	عبدالوہاب بن احمد الشعرانی ۹۷۳ھ	مکتبہ الازہریہ مصر
۳۴۱	یہ قبریں یہ آستانے	مسعود الدین عثمانی	کراچی